بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذکر الصالحین باحوال علماء العاملین

المعروف بہ

ذکر صالحین

جلد چہارم

مرتب و مؤلف

مولانا مرغوب احمد لاجپوری، ڈیوزبری

ناشر

جامعۃ القرأت کفلیتہ

لاجپور ضلع سورت، گجرات (انڈیا)

ذکر الصالحین باحوال علماء العاملین

المعروف بہ

ذکر صالحین ج:۴

۴ر رسائل اور: ۱۹ر مقالات پر مشتمل: ۲۲ر بزرگوں کے حالات کا دلچسپ مجموعہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

فہرست رسائل

مقالہ	حضرت مولانا اسماعیل صاحب کارالاجپوری	۳۱
مقالہ	حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری.....	۳۴
۱	مولانا محمد میاں سملکی	۳۹
۲	صاحب مرغوب الفتاوی......................	۸۹
مقالہ	حضرت مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب.......	۱۳۳
مقالہ	حضرت مولانا احمد اللہ صاحب مردانی رحمہ اللہ	۱۴۸
مقالہ	حضرت مولانا علی احمد صاحب خانپوری......	۱۵۵
مقالہ	حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی.....	۱۵۷
مقالہ	حضرت مولانا عبدالحئی صاحب کاسوجی......	۱۸۲
مقالہ	حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب.......	۱۷۲
مقالہ	حضرت مولانا سید غلام رسول بورسدی.......	۱۸۵

مقالہ	حضرت مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاجپوری.	۱۹۸
۳	ذکر ابراہیم	۲۰۶
مقالہ	حضرت مولانا محمد رضا صاحب اجمیری.......	۳۳۱
مقالہ	حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی...	۳۵۱
مقالہ	حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی.	۳۶۹
۴	امیر تبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب..	۳۸۳
مقالہ	حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی........	۴۰۲
مقالہ	حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری........	۴۱۵
مقالہ	حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب........	۴۳۲
مقالہ	حضرت مولانا عبدالحفیظ صوفی لاجپوری......	۴۵۳
مقالہ	حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی	۴۵۷
مقالہ	حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری.	۴۷۵

حضرت مولانا اسماعیل صاحب کارالاجپوری رحمہ اللہ

ولادت	۳۲
تعلیم وفراغت	۳۲
اساتذہ	۳۲
رفقائے درس	۳۳
تدریسی خدمات	۳۳
وفات	۳۳

حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

ولادت	۳۵
تعلیم وفراغت	۳۵
اساتذہ	۳۵
تدریسی خدمات	۳۵
رنگون میں دینی خدمات	۳۶
اوصاف وکمالات	۳۶
وفات	۳۷

فہرست رسالہ ’’مولانا محمد میاں‘‘

پیش لفظ..	۴۰
مکتوب: حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ....................	۴۰
ولادت..	۴۲
والد ماجد..	۴۲
تعلیم وفراغت..	۴۳
نکاح..	۴۳
دینی خدمات..	۴۴
مجلس علمی کی تاسیس..	۴۴
حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ سے عقیدت....................	۴۵
اخلاق وعادات اور کچھ متفرقات....................	۴۸
بیعت..	۴۹
مرض ووفات..	۴۹
مکتوب گرامی: حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ..........	۵۰
ردبصر کی دعا..	۵۰
دعا کی برکت سے حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کی بینائی کا لوٹ آنا..........	۵۱
مولانا کی وفات پر جامعہ ڈابھیل کا اظہار افسوس....................	۵۳
مولانا الحاج محمد میاں رحمہ اللہ از: مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی رحمہ اللہ..........	۵۴
مولانا کی وفات پر حضرت بنوری رحمہ اللہ کا تأثر....................	۵۵

مولانا محمد میاں رحمہ اللہ......از: مولانا محمد منظور نعمانی رحمہ اللہ..................	۵۷
مولانا محمد میاں رحمہ اللہ......از: مولانا محمد میاں دہلوی رحمہ اللہ..................	٦١
مولانا محمد میاں رحمہ اللہ......از: مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی رحمہ اللہ..........	٦۵
مولانا محمد میاں رحمہ اللہ......از: مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ..................	٦٨
مولانا محمد میاں رحمہ اللہ......از: مولانا سید ازہر شاہ صاحب رحمہ اللہ..........	٨٣
دارالعلوم دیوبند میں ختم قرآن..	٨۵
مجلس علمی ڈابھیل....از: مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ..............	٨٦
فہرست مطبوعات ''مجلس علمی ڈابھیل''	٨٨

فہرست رسالہ ''صاحب مرغوب الفتاویٰ''

ولادت......لاجپور......اسم گرامی......والدین..............................	۹۰
بچپن..	۹۱
تعلیم..	۹۱
بھوپال کا سفر اور علامہ شیخ حسین یمنی رحمہ اللہ سے استفادہ.................	۹۳
رفقاء درس..	۹۴
اساتذۂ باکمال..	۹۴
تدریسی خدمات وتلامذہ..	۹۵
اوصاف وکمالات......علمی قابلیت..........................	۹۵
فقہی حذاقت..	۹۶
مفتیِ اعظم برما کے عہدہ پر..	۹۶
مفتی صاحب کا ذوق مطالعہ..	۹۷
کتابوں کی حفاظت..	۹۸
عربی ادب میں آپ کی مہارت..	۹۹
مفتی صاحب اور اشعار..	۱۰۰
تواضع..	۱۰۱
اصاغر کی حوصلہ افزائی..	۱۰۲
اپنے اسلاف واہل علم کی قدردانی، شفقت وتعلق..............................	۱۰۲
اہل علم کی قدردانی کا ایک واقعہ..	۱۰۳

اکرام ضیف، صلہ رحمی، سخاوت وفیاضی........................	۱۰۴
مزاح وخوش مزاجی........................	۱۰۴
بیعت وخلافت........................	۱۰۵
شیخ کو آپ ﷺ کا حکم کہ مرغوب احمد کی تربیت کرو........................	۱۰۶
سفر حج........................	۱۰۶
رویائے صادقہ........................	۱۰۶
رویت آقا ﷺ........................	۱۰۶
رویت آقائے دوجہاں ﷺ........................	۱۰۷
آپ ﷺ کو جامع مسجد لاجپور میں نماز پڑھتے دیکھنا........................	۱۰۸
حضرت ﷺ کی زیارت اور آپ کو سحری کھلانا........................	۱۰۹
حضرت ﷺ وحضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت........................	۱۰۹
حضرت محمد ﷺ، حضرت عیسیٰ، حضرت وموسیٰ علیہما السلام کی زیارت........................	۱۱۰
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زیارت........................	۱۱۱
رویت حضرت ابراہیم علیہ السلام........................	۱۱۱
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری زیارت........................	۱۱۳
حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت........................	۱۱۴
اتباع سنت........................	۱۱۴
ذکر اللہ کا اہتمام........................	۱۱۵
نماز باجماعت کا اہتمام........قیلولہ........................	۱۱۵

قیام لیل......نماز اشراق	۱۱۵
امر بالمعروف اور نہی عن المنکر	۱۱۵
حق گوئی کا ایک واقعہ	۱۱۵
متفرق واقعات	۱۱۸
رقت قلبی	۱۱۸
ایک حکیمانہ فیصلہ	۱۱۹
مفتی صاحب کے خلاف مقدمہ	۱۲۱
دینی خدمات	۱۲۳
صدقۂ جاریہ	۱۲۳
جامع مسجد لاجپور	۱۲۳
جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اہتمام	۱۲۴
قیام رنگون اور دینی خدمات	۱۲۴
تصنیفات	۱۲۵
نو مشائخ کے حالات	۱۲۵
مرض و وفات	۱۲۶
زمانۂ مرض میں دو امتحان	۱۲۶
قطعات تاریخ وفات و منظومات	۱۲۸
حلیہ	۱۳۱
نکاح و اولاد	۱۳۱

حضرت مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب ڈابھیلی رحمہ اللہ

ولادت......بچپن و تعلیم	۱۳۴
زلزلہ کی لپیٹ میں	۱۳۵
اساتذہ	۱۳۵
تدریسی خدمات	۱۳۶
جامعہ کے منصب اہتمام پر	۱۳۶
فضائل و کمالات	۱۳۷
مجلس خدام الدین اور مولانا	۱۳۷
مولانا کے اسفار......سفر مڈگاسکر	۱۳۸
سپاس نامہ از اصلاح المسلمین	۱۳۹
مڈگاسکر میں دینی خدمات	۱۴۱
سفر حج	۱۴۱
فلاح دارین ترکیسر میں	۱۴۲
سفر ری یونین	۱۴۲
مختلف خدمات......تصنیف و تالیف	۱۴۳
مولانا کا ایک تعزیت نامہ	۱۴۳
اخلاق و عادات	۱۴۵
سیدنا حضرت ابوبکر کی خواب میں زیارت	۱۴۶
وفات	۱۴۷

حضرت مولانا حمداللہ صاحب مردانی رحمہ اللہ

خبر وفات کا منظر..	۱۴۹
ولادت..	۱۴۹
ابتدائی تعلیم..	۱۴۹
دیوبند وسہارنپور میں..	۱۴۹
اساتذہ..	۱۵۰
والدہ کی وفات..	۱۵۰
طبیہ کالج میں..	۱۵۱
منصب امامت..	۱۵۱
قیام وطن سے محرومی..	۱۵۱
نکاح..	۱۵۱
تدریسی خدمات..	۱۵۱
اوصاف وکمالات..	۱۵۲
مولاناؒ کا ایک خواب..	۱۵۲
بیعت..	۱۵۲
طرز تدریس..	۱۵۳
مولانا ابرار احمد صاحب کا حضرت کو خواب میں دیکھنا..	۱۵۳
جامعہ کی روداد کا اظہار افسوس..	۱۵۳
می گذرد..	۱۵۴

حضرت مولانا حافظ علی احمد صاحب خانپوری رحمہ اللہ	
حضرت مولانا حافظ علی احمد صاحب خانپوری رحمہ اللہ........................	۱۵۶
استاذ محترم حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی رحمہ اللہ	
مولانا سے شرف تلمذ..	۱۵۸
تدریسی خدمات..	۱۵۸
جامعہ علامہ بنوری ٹاؤن میں آمد اور آخر تک یہی خدمت..............	۱۶۰
وفاق المدارس اور مولانا..	۱۶۱
اوصاف وکمالات..	۱۶۲
مولانا کا انداز تدریس..	۱۶۲
حضرۃ الاستاذ کا طریقۂ تربیت..	۱۶۳
ایک شاگرد کے نام مولانا کا گرامی نامہ..............................	۱۶۴
نماز اور بیت اللہ سے محبت..	۱۶۵
مولانا کے چند خصائل..	۱۶۸
تصنیف وتالیف..	۱۶۹
مرض ووفات..	۱۶۰

استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ

مناصب واوصاف.............................	۱۷۳
ولادت وتعلیم.............................	۱۷۳
مفتی ولی حسن صاحب کا اعتماد.............................	۱۷۴
درس وتدریس.............................	۱۷۴
نکاح.............................	۱۷۵
بیعت وخلافت.............................	۱۷۵
منصب اہتمام پر.............................	۱۷۶
اوصاف وکمالات.............................	۱۷۷
جودوسخا.............................	۱۷۷
جرأت وشجاعت.............................	۱۷۸
آہ وزاری.............................	۱۷۹
حرمین سے خصوصی تعلق.............................	۱۸۰
گاڑی کے لئے تین شرائط.............................	۱۸۰
شکل وشباہت.............................	۱۸۱
وفات.............................	۱۸۱
مقالات رحمانی.............................	۱۸۱

حضرت مولانا عبدالحئی صاحب کاسوجی رحمہ اللہ

حضرت مولانا عبدالحئی صاحب کاسوجی رحمہ اللہ.............................	۱۸۳

استاذ محترم حضرت مولانا سید غلام رسول صاحب بورسدی رحمہ اللہ

خصوصیات درس..	۱۸۶
تلامذہ کے ساتھ شفقت اور ایک واقعہ..................	۱۸۷
طلبہ کی تربیت..	۱۸۸
امام اعظم ابوحنیفہ کا خواب میں حق تعالی کی زیارت کرنا اور عذاب الٰہی سے بچنے کا سوال اور حق تعالی کا جواب........................	۱۸۸
علمی استعداد..	۱۸۹
اساتذہ کی شفقت..	۱۹۱
اساتذہ کی خدمت..	۱۹۲
بزرگوں کی صحبت..	۱۹۲
سورۂ واقعہ کی برکت..	۱۹۳
مولانا کا ایک خواب..	۱۹۴
اوصاف وکمالات..	۱۹۵
وفات..	۱۹۶
بروفات استاذ المکرّم ......از: مولانا عبدالحیٔ سیدات صاحب ناؔدر لاجپوری...	۱۹۷

حضرت مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

ولادت..	۲۰۰
تعلیم وسلوک..	۲۰۰
دینی خدمات...	۲۰۱
اوصاف وکمالات.....................................	۲۰۱
حق گوئی...	۲۰۳
مولانا اور شعر......................................	۲۰۴
وفات...	۲۰۵

فہرست مضامین رسالہ ''ذکر ابراہیم''

مکتوب مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری، بنام مولانا ابراہیم صاحب....	۲۰۷
پیش لفظ طبع ثانی..	۲۰۸
شاہ نانک' بابا فرید الدین رحمہ اللہ کے خلفاء میں کیسے؟ حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری رحمہ اللہ کا گرامی نامہ..............	۲۰۸
تقریظ از: حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحب رحمہ اللہ............	۲۱۰
عرض مرتب..	۲۱۳
ولادت..	۲۱۵
والدین..	۲۱۵
آغاز تعلیم..	۲۱۵
زمانۂ طالب علمی کا ایک واقعہ..	۲۱۶
فراغت..	۲۱۸
تدریسی خدمات..	۲۱۸
جامع مسجد لاجپور میں امامت کے منصب پر..............	۲۱۸
وعظ وتقریر..	۲۱۹
بیعت..	۲۱۹
اسفار..	۲۱۹
تائید غیبی..	۲۲۰
قیام انگلینڈ کے چند واقعات..............	۲۲۱

آزمائش..	۲۲۱
سفر سنگاپور..	۲۲۴
سفر حج..	۲۲۴
اوصاف وکمالات..	۲۲۴
مولانا اور شعر..	۲۲۵
قوت حافظہ..	۲۲۶
حب نبوی ﷺ..	۲۲۷
حق گوئی..	۲۲۸
چند واقعات..	۲۲۹
مفتی حامد حسن صاحب کے چند سوالات اور مولانا کے جوابات........	۲۲۹
ایک پنڈت سے مناظرہ..	۲۳۱
مولانا کے چند اشعار سنسکرت زبان میں........................	۲۳۲
علماء وصلحاء سے محبت..	۲۳۳
قرآن کریم ودینی کتابوں کا ادب........................	۲۳۴
ملفوظات..	۲۳۴
رقت قلبی..	۲۳۷
حضرت مولانا مدنی رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ........................	۲۳۷
حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ........................	۲۳۷
معمولات..	۲۳۸

حلیہ ولباس..	۲۳۹
ازواج واولاد..	۲۳۹
وفات..	۲۴۰
حادثۂ جانکاہ، از: مولانا عبدالحئی سیدات صاحب..................	۲۴۲
سوگ میں ڈوبا ہوا ہے آج پورا لاجپور..................	۲۴۲
تعزیتی مکتوبات..	۲۴۴
تعزیت نامہ: (۱)......حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری...	۲۴۴
تعزیت نامہ: (۲)......حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری..	۲۴۵
تعزیت نامہ: (۳)......حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری.	۲۴۵
حضرت مولانا اکرام الحق صاحب مدظلہ..................	۲۴۷
حضرت مولانا سید عبدالحق صاحب رحمہ اللہ..................	۲۴۷
حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری رحمہ اللہ..................	۲۴۸
حضرت مولانا نصیر احمد صاحب رحمہ اللہ..................	۲۴۹
حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ..................	۲۴۹
حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحب رحمہ اللہ..................	۲۵۰
حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ..................	۲۵۱
حضرت مولانا بشیر احمد دیوان صاحب مدظلہ..................	۲۵۲
چند آخری کلمات..	۲۵۵
ماہنامہ ''امید'' سورت کے تأثرات..................	۲۵۶

مولانا ابراہیم صاحب رحمہ اللہ کے اشعار......نعتیں......نظمیں..............	۲۵۷
نذرانۂ عقیدت..............	۲۵۸
ہزارا بار از مشک وگلاب گر زباں شویم..............	۲۵۸
آس لگائے بیٹھے ہیں سارے ان کی شفاعت پر..............	۲۶۲
مہبط روح الامیں ہو مطلع وحی مبیں ہو..............	۲۶۳
آپ کو حاصل ہے حضرت دونوں عالم کی امامت..............	۲۶۴
ہو نہیں سکتا کوئی ہرگز مثال مصطفیٰ..............	۲۶۶
پسینے کی خوشبو ہے عنبر سے بڑھ کر..............	۲۶۸
مبارک ہو رسول رحمت ولطف وعطا آئے..............	۲۷۱
ہیں سب کے سلطاں عربی پیمبر..............	۲۷۳
شجر جھکتے، حجر جھکتے، فلک، شمس وقمر جھکتے..............	۲۷۴
فرشتوں نے سنبھالی فوراً کملیا..............	۲۷۵
بڑا ہے عرش سے رتبہ نبی کی خاک مرقد کا..............	۲۷۶
انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام..............	۲۷۹
شان صحابہ رضی اللہ عنہم..............	۲۸۰
بنے کیوں گوہر ناقص کوئی کان مطہر میں..............	۲۸۰
مناقب اہل بیت..............	۲۸۲
یہ دنیا بھر کے فرزندوں سے افضل واعلیٰ ہیں..............	۲۸۲
داستان کربلا..............	۲۸۴

نازل ہوا ہمارے گھر اللہ کا کلام	۲۸۴
الٹ دی آن میں جس نے صفیں اہل ضلالت کی	۲۸۷
علماء حق	۲۸۹
دولت توحید وسنت بانٹ دی	۲۸۹
حضرت اقدس عارف باللہ شاہ صوفی سلیماں صاحب لاجپوری رحمہ اللہ	۲۹۰
حضرت مدنی وشبیر ہیں یکساں دونوں	۲۹۱
حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری رحمہ اللہ	۲۹۳
لاجپور مشاعرہ میں پڑھے گئے چند اشعار	۲۹۳
گلستان سخن کے باغباں تشریف لے آئے	۲۹۳
حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب کی لاجپور تشریف آوری پر	۲۹۴
تو کیا ہے آپ کے آباء نے سب سے سامنا ڈٹ کر	۲۹۴
ہدیۂ تبریک شادی خانہ آبادی، حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی	۲۹۵
شہ ابرار احمد افتخار اہل عرفاں ہیں	۲۹۵
بیاد قاری محمد چوکسی صاحب رحمہ اللہ	۲۹۷
بڑے حافظ ہیں، محنت خوب کی ہیں حفظ قرآں میں	۲۹۷
بروفات حاجی احمد قاضی صاحب	۲۹۸
یہاں حیراں ہے فہم غزالی حکمت رازی	۲۹۸
ترانہ برائے مدرسہ صوفیہ لاجپور	۲۹۹
اونچا ہوں آسماں سے ایوان لاجپوری	۲۹۹

ویلفیر کو مبارک باد........................	۳۰۴
زمین لاجپور آخر مقدر کھل گیا تیرا........................	۳۰۴
لاجپور میں پانی کی ٹنکی تیار ہونے پر........................	۳۰۸
نظر آتی ہے کیسی خوشنما ٹانکی........................	۳۰۸
پھلو پھولو زمانے میں گلستاں، بوستاں ہوکر........................	۳۰۹
ایک نیک خاتون کی افریقہ روانگی پر........................	۳۱۰
فرشتہ بن کے رحمت کی خدیجہ ڈوکرات آئی........................	۳۱۰
تہنیت نامہ برتقریب شادی خانہ آبادی........................	۳۱۲
اور مبارک ہو تجھے یہ سنت خیر البشر........................	۳۱۲
بات اس وقت بہت کام کی یاد آئی ہے........................	۳۱۴
مرحبا صل علی خوب بہار آئی ہے........................	۳۱۵
یہ ہم پیغام رب جن وانس لے کے آئے ہیں........................	۳۱۷
نہ باپ، مائی، بہن نہ بھائی........................	۳۱۹
مطلع عالم الف اک نام ہے اللہ کا........................	۳۲۰
مشرق ومغرب میں چرچہ تھا ہمارے نام کا........................	۳۲۱
تتمہ: رام، سیتا، کنہیا وغیرہ کے متعلق........................	۳۲۲
شری رام رامائن، مسلمان اور پیغمبر اسلام........................	۳۲۴

حضرت مولانا محمد رضا صاحب اجمیری رحمہ اللہ

راندیر کے اکابر......ولادت......تعلیم........................	۳۳۲
تدریس........................	۳۳۴
چند تلامذہ........................	۳۳۵
امامت وخدمت مسجد........................	۳۳۵
توکل کا ثمرہ......ذوق مطالعہ......آپ کے اخلاق........................	۳۳۶
انسانی دلجوئی کا ایک واقعہ........................	۳۳۷
اوصاف وکمالات......صبر کے پہاڑ........................	۳۳۸
من تواضع لله رفع الله........................	۳۳۹
آپ کا وعظ........................	۳۴۰
ایک عجیب واقعہ........................	۳۴۰
قبولیت حج کی بشارت........................	۳۴۰
ایک کرامت........................	۳۴۱
حضرت کی شفقت........................	۳۴۱
حضرت کا ایک تعزیت نامہ........................	۳۴۲
وفات........................	۳۴۳
مولانا کی دو تقاریظ........................	۳۴۴
راقم کا تعزیتی عریضہ........................	۳۴۵
نالۂ غم از: مولانا عبدالحئی سیدات صاحب نادؔر لاجپوری........................	۳۴۸

مفتیِ اعظم پاکستان حضرت مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ

ولادت..	۳۵۲
تعلیم..	۳۵۳
درس وتدریس..	۳۵۴
اوصاف وکمالات..	۳۵۶
ایک فتوی: ڈاڑھی کٹانے والے امام کے پیچھے تراویح..	۳۵۸
تواضع..	۳۶۲
تصنیف وتالیف..	۳۶۳
بیعت وارشاد..	۳۶۴
مرض ووفات..	۳۶۴
ملفوظات: استاذ محترم مولانا مفتی ولی حسن صاحب..	۳۶۵

حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے.....خصوصیات..	۳۷۰
عبدیت..	۳۷۳
استغناء..	۳۷۴
حسن خاتمہ کا فکر..	۳۷۵
کیفیت دعا..	۳۷۶
لطافت طبع..	۳۷۷
ولادت..	۳۷۸

تعلیم وتدریس......نکاح..	۳۷۸
ہدیہ تبریک بہ تقریب شادی خانہ آبادی، از: مولانا ابراہیم ڈایا صاحب.......	۳۷۹
نالۂ غم بر وفات حضرت......از: مولانا عبدالحیٔ سیدات صاحب نادر لاجپوری	۳۸۱

فہرست رسالہ ''امیر تبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب''

پیش لفظ از: حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی....................	۳۸۴
ولادت..	۳۸۸
تعلیم...	۳۸۸
نکاح اور رخصتی...	۳۹۰
تدریس..	۳۹۲
بیعت وخلافت..	۳۹۲
حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات اور آپ کی امارت............	۳۹۳
حضرت جی کا خدام کے ساتھ حسن سلوک..................................	۳۹۷
ملفوظات..	۳۹۸
کیفیت دعا..	۳۹۹
اسفار..	۴۰۰
مرض ووفات..	۴۰۰

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ

مولانا کے اوصاف	۴۰۳
اصلاح امت کا فکر	۴۰۳
تواضع وعبدیت	۴۰۴
ہر وقت آخرت کا استحضار	۴۰۵
مولانا ایک کامیاب مناظر	۴۰۶
مناظرہ کا ایک لطیفہ	۴۰۶
غلطی سے رجوع	۴۰۷
تصنیف وتالیف	۴۰۸
تدریسی خدمات	۴۰۹
ملی خدمات	۴۰۹
اصلاحی تعلق	۴۱۰
نماز کا اہتمام	۴۱۰
مولانا مرحوم کا ایک تعزیت نامہ	۴۱۱
راقم کے نام مولانا کا ایک مکتوب گرامی	۴۱۲
ولادت......تعلیم......اساتذہ	۴۱۴

’’حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری‘‘

مولانا کی والدہ کی تمنا......مولانا کی والدہ بہت نیک خاتون تھیں....	۴۱۶
والدہ کی پیشن گوئی کہ تیری بات سننے والے لاکھوں ہوں گے..................	۴۱۸
ایک سال میں پچاس کتابیں پڑھنا..................................	۴۱۸
حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری کا امتحان لینا..................	۴۱۹
وفات سے قبل والدہ کا فرشتوں کو دیکھنا..............................	۴۲۰
اللہ سے عرض کروں گی ایک بیٹا تیرے راستے میں چھوڑ کر آئی ہوں...........	۴۲۰
آخری وقت میں چاروں طرف سے خوشبو کا سونگھنا..........................	۴۲۰
مولانا کا والدہ کو خواب میں دیکھنا..................................	۴۲۰
فراغت کے بعد مشغلہ..	۴۲۰
مولانا مرحوم تبلیغ کی زبان تھے..................................	۴۲۱
انداز بیان..	۴۲۲
ایک مختصر عمل پر بڑے اجر کا وعدہ................................	۴۲۴
مولانا مرحوم کا اور ایک قابل اتباع معمول............................	۴۲۵
رومال یا چھڑی سے سترہ بنانا....................................	۴۲۷
صدقۂ جاریہ..	۴۲۷
عالمی نقشۂ اوقات نماز اور مولانا کی محنت............................	۴۲۷
مولانا مرحوم کے اوصاف وکمالات..................................	۴۲۹
خلافت، حفظ قرآن، وفات..	۴۳۰

فہرست رسالہ ''حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب''

ولادت	۴۳۳
تعلیم	۴۳۳
مولانا میدان دعوت میں	۴۳۵
مولانا الیاس صاحب کا طماچہ	۴۳۶
مولانا حجاز مقدس میں	۴۳۷
معترض کا اعتراض کہ آپ اجتہاد کے قائل ہوں گے	۴۳۸
ہم تو قیاس کے بھی قائل ہیں	۴۳۹
ایک عرب کا سوال اور اس کا جواب	۴۳۹
کیا تقلید شرک ہے؟	۴۴۰
حجاز میں آزمائش	۴۴۱
مولاناؒ کے اوصاف وکمالات	۴۴۲
دنیا کی حقارت	۴۴۲
ایک واقعہ	۴۴۲
سادگی وعمومیت	۴۴۳
پرانوں کی اصلاح	۴۴۴
بیان ووعظ میں احتیاط	۴۴۵
علماء کا اکرام	۴۴۵
دعوت وتبلیغ کے کارکن اصول کی پابندی کریں	۴۴۶

اس واقعہ سے میں نے یہ اصول اپنالیا........................	۴۴۸
حضرتؒ کا ایک معمول........................	۴۴۹
اسودان کے معنی کالا نہیں، سردار کے ہیں........................	۴۴۹
بیعت وخلافت........................	۴۵۰
حضرت بنوریؒ کا تأثر........................	۴۵۰
مدینہ منورہ میں قیام اوراس کی فضیلت........................	۴۵۱
مدینہ منورہ کی موت........................	۴۵۲

حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب صوفی لاجپوری رحمہ اللہ

ولادت........................	۴۵۴
تعلیم وفراغت........................	۴۵۴
اساتذہ........................	۴۵۴
سفر رنگون........................	۴۵۵
سفر پاکستان........................	۴۵۵
اوصاف........................	۴۵۵
وفات........................	۴۵۵

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ

تواضع اور کسر نفسی	۴۵۹
امید و خوف	۴۶۰
شرم و حیا	۴۶۱
اکابر کی اتباع	۴۶۱
سلف کی کتابوں کے مطالعہ کا ذوق	۴۶۲
فرقۂ باطلہ کی تردید	۴۶۳
حضرت کا ایک خواب اور مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہ کی تعبیر	۴۶۳
حضرت تھانوی کا ارشاد آپ کو فارسی آگئی	۴۶۵
اپنے فتاوی کے متعلق گذارش	۴۶۵
چند تحریری نمونے	۴۶۶
پردے کے متعلق جناب عمر عثمانی پر پُر لطف تنقید	۴۶۶
مولانا مودودی صاحب کے متعلق	۴۶۷
حاظر و ناظر	۴۶۹
واقعۂ شہادت	۴۶۹
مسجد میں تدفین مکروہ ہے	۴۷۱
حضرت کی حیات مبارکہ ایک نظر میں	۴۷۲
حضرت کی گراں قدر تصنیفات	۴۷۳

حضرت مولانا عاشق الٰہی صاحب بلند شہری مہاجر مدنی رحمہ اللہ

اوصاف وکمالات..	۴۷۷
بابت قربانی..	۴۸۲
منی سے متعلق مسائل..	۴۸۳
منی میں نماز جمعہ..	۴۸۴
مزدلفہ..	۴۸۵
مسئلہ طواف زیارت..	۴۸۵
عاشق الٰہی نام رکھنا..	۴۸۹

حضرت مولانا اسماعیل صاحب کارالاجپوری

ولادت:......۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء۔

وفات:......۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۲ء۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

حضرت مولانا اسماعیل صاحب لاجپور کے کبار علماء میں سے تھے۔بچپن سے معذور و اپاہج تھے،اس لئے سرین کے بل چلتے تھے۔ایسی حالت میں گھر سے دور رہ کر تحصیل علم میں برسوں گذارے اور خاتم المحد ثین علامہ کشمیری رحمہ اللہ سے شرف تلمذ حاصل فرمایا۔

آپ نے زندگی کے ایام درس وتدریس میں صرف کئے۔تعویز وعملیات میں حق تعالی نے ملکہ وقبولیت عطا فرمائی تھی۔جن وشیاطین کی شرارت اور نظر بد کے ازالہ کے لئے لوگوں کی نظر آپ کی طرف اٹھتی تھی۔سنا ہے کہ مولانا کی وفات کا حادثہ بھی ایسے ہی کسی واقعہ میں پیش آیا،واللہ اعلم۔

زندگی کا بیشتر حصہ مفلسی میں گذارا،مگر دین کی خدمت کا ترک کرنا گوارہ نہ فرمایا۔بڑے اخلاص وللّٰہیت اور محنت کے ساتھ درس وتدریس اور امامت کی خدمت انجام دی۔

ولادت......تعلیم وفراغت

آپ کی ولادت لاجپور میں غالباً: ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء میں ہوئی۔

لاجپور میں ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں داخلہ لیا اور آخر تک رہ کر ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں سند فراغت حاصل کی۔

اساتذہ

مولانا مرحوم نے اپنے وقت کے اکابر علماء سے اکتساب فیض کیا۔چند اساتذۂ باکمال کے اسماء درج ہیں:

حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ سے ’’مقامات حریری‘‘ حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب رحمہ اللہ سے ’’سراجی‘‘ حضرت مولانا سید ادریس صاحب اور حضرت مولانا یحیٰ صاحب رحمہما اللہ سے ’’ھدایہ‘‘ حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب

سیوہاروی رحمہ اللہ سے ''جلالین'' حضرت مولانا سید بدر عالم صاحب میرٹھی رحمہ اللہ سے ''مشکوۃ'' حضرت مولانا سراج احمد رشیدی صاحب رحمہ اللہ سے ''ابوداؤد'' حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی رحمہ اللہ سے ''مسلم شریف'' اور خاتم المحد ثین حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ سے ''بخاری شریف'' پڑھی۔

ڈابھیل سے فراغت کے بعد مدرسہ امینیہ دہلی میں حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے شرف تلمذ حاصل کیا۔

رفقائے درس

حضرت مولانا عبدالقدیر صاحب کاملپوری، حضرت مولانا عبدالعزیز صاحب کاملپوری حضرت مولانا محمد ہاشم صاحب بخاری، حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب لاجپوری رحمہم اللہ وغیرہ آپ کے رفقائے درس تھے۔

تدریسی خدمات

مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں فارسی، اردو کی کتابیں بڑی محنت سے پچیس سال تک پڑھائیں۔ راقم کے نانا مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ نے آپ سے کچھ عرصہ ''ھدایہ'' اور ''مختصر المعانی'' پڑھی۔ موصوف فرمایا کرتے تھے کہ: مرحوم ذی استعداد عالم تھے۔

وفات

مولانا کی وفات ۱۳۷۳ھ مطابق ۱۹۵۲ء میں ہوئی۔ نماز جنازہ آپ کے رفیق خاص مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری نے پڑھائی۔ لاجپور کے قبرستان میں مدفون ہیں رحمہ اللہ۔

حضرت مولانا ابراہیم

صاحب لاجپوری

ولادت:......۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۰ء

وفات:......ا/شوال ۹ ۱۳۷ھ مطابق ۱۹/مارچ ۱۹۶۰ء

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

ولادت

غالباً:۱۳۱۹ھ مطابق ۱۹۰۰ء میں لاجپور میں آپ کی ولادت ہوئی۔

تعلیم وفراغت

ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن لاجپور میں حاصل کی، پھر درجۂ علیا کی تعلیم کے لئے ازہر الہند دارالعلوم دیوبند کا سفر فرمایا اور زمانہ کے مشہور ومعروف اکابرین سے اکتساب فیض فرما کر ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۲۰ء میں سند فراغت حاصل کی۔

اساتذہ

''بخاری شریف'' فخر المحدثین حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ سے پڑھی۔ موصوف کے علاوہ حضرت مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی، حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی، حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب، حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب، حضرت مولانا مرتضی صاحب چاند پوری رحمہم اللہ وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

تدریسی خدمات

مولانا کے خسر اور راقم کے جدامجد حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ نے لاجپور میں مدرسہ اسلامیہ کا افتتاح فرمایا تو موصوف اس میں فارسی اور عربی کے استاذ مقرر ہوئے، اور بڑی محنت وجانفشانی سے تدریسی خدمت انجام دی۔

پھر ملک برما کے مشہور شہر و پایۂ تخت رنگونؔ تشریف لے گئے اور مدرسہ اسلامیہ رنگون میں کتب تفسیر وحدیث اور فقہ کے استاذ ہو کر بڑی توجہ سے درس دیتے رہے۔

رنگون سے واپسی پر دوبارہ لاجپور میں تدریسی خدمت میں مصروف ہو گئے، اور جامع مسجد کی امامت کے فرائض بھی انجام دیئے۔

راقم کے نانا مولانا ابراہیم صاحب رحمہ اللہ نے کچھ عرصہ مرحوم سے ''ھدایہ'' پڑھی۔ نانا موصوف کے بڑے مداح تھے۔

رنگون میں دینی خدمات

شہر رنگون میں تدریسی خدمات کے ساتھ جمعیۃ العلماء برما کے رکن رہ کر دینی وملی خدمات میں بھی پیش پیش رہے۔ برما میں مکاتب و مدارس کی بنیاد اور تبلیغی کام میں مولانا نے قابل قدر کردار ادا فرمایا' جو انشاء اللہ مرحوم کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔

اوصاف وکمالات

مولانا موصوف کا شمار ضلع سورت کے صف اول کے علماء میں سے تھا۔ علمی استعداد بہت پختہ تھی۔ کتب بینی وکثرت مطالعہ آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ خصوصاً کتب فقہ پر گہری نظر تھی۔ قوت حافظہ بھی اللہ تعالی نے عجیب بخشی تھی۔ آپ کی حاضر جوابی ضرب المثل تھی۔ تمثیلات سے باتوں کو سمجھانے کا خداداملکہ حاصل تھا۔

لاجپور میں ایک عالم کا بیان ہوا، دوران بیان زکوۃ کا موضوع آ گیا، بیان کے بعد ایک صاحب کھڑے ہوئے اور مولانا سے دریافت کیا: کوئی مالدار کسی فقیر کو زکوۃ کی رقم دے اور وہ اس پیسے کو گناہ کے کام میں صرف کرے تو ایسے فقیر کو زکوۃ دینا کیسا ہے؟ ہمیں گناہ تو نہیں ہوگا؟ راویٔ واقعہ کا بیان ہے کہ سائل زکوۃ دینا نہیں چاہتا تھا اور سوال کا مقصد بھی یہی تھا کہ مولانا کہدیں کہ ہاں ایسے فقیر کو زکوۃ نہیں دینی چاہئے تو چھٹی۔ مولانا صاحب نے مولانا ابراہیم صاحب سے عرض کیا کہ آپ جواب دیں۔ مولانا چونکہ سائل کے حال سے واقف

تھے فوراً فرمایا: کہ دیکھو بھئی کوئی دکان سے چھری خرید کر کسی کو قتل کر ڈالے تو گناہ صاحب دکان کو ہوگا یا قاتل کو؟ اس نے کہا قاتل کو، تو فرمایا: ایسے ہی آپ کو زکوۃ ادا کرنے کا ثواب مل جائے گا، اب وہ فقیر چاہے تو گناہ کے کام میں صرف کرے چاہے کسی نیک کام میں۔

مولانا تنہائی پسند تھے۔ تقوی طہارت، سادگی، اتباع سنت اور شریعت کی پابندی جیسے اوصاف کے مالک تھے۔ لمبا کرتہ، عمامہ، ہاتھ میں عصا گویا آپ کی پہچان تھی۔ بہت با رعب تھے۔ استغناء آپ کی طبیعت ثانیہ تھا۔ حق گوئی آپ کا شیوہ تھا۔ حق بات کہنے میں کسی کی پرواہ نہیں کرتے۔ مسجد و مدرسہ کے منتظمین بھی مولانا کے سامنے بے بس رہتے۔ ایک مرتبہ منتظمین مدرسہ نے افریقہ کی کمیٹی کے ذمہ داروں پر شکایتی خطوط لکھے جو سراسر مبنی بر کذب تھے، اور کوشش کی کہ مولانا کو مدرسہ سے خارج کر دیا جائے، مگر افریقہ کے ذمہ داروں کا خط منتظمین کے نام پہنچا کہ مولانا کوئی کام بھی نہ کرے تو بھی ان کی تنخواہ جاری رکھی جائے، اس جواب سے ارباب انتظام کی جو حالت ہوئی ہوگی وہ ظاہر ہے۔ زندگی کے ایام غربت میں گذارے مگر کسی کے سامنے جھکنا اور دست سوال دراز کرنا گوارہ نہ فرمایا۔

وفات

مولانا کی وفات عید الفطر کے دن - جسے حدیث پاک میں ''یوم الجائزہ ''انعام کا دن فرمایا - ہوئی۔ تاریخ وفات ۱؍شوال ۱۳۷۹ھ مطابق ۱۹؍مارچ ۱۹۶۰ء بروز منگل ہے۔ نماز جنازہ فخر گجرات حضرت مولانا علی محمد صاحب تراجوی رحمہ اللہ نے پڑھائی۔ لاجپور کے پرانے قبرستان میں مدفون ہیں۔

مولانا کی وفات پر ماہنامہ ''الاصلاح'' نے ان الفاظ میں اظہار افسوس کیا:

''لاجپور کے عالم باعمل مجلس خدام الدین کے ہمدرد جناب مولانا ابراہیم صاحب رحمہ

اللہ عید الفطر کے دن انتقال فرما گئے ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مرحوم حق تعالیٰ کے بہت ہی صابر وشاکر بندے تھے۔حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب مدظلہم کے داماد تھے۔رنگون میں آپ نے جو خاموش دینی خدمت کی وہ ہم سے چھپی نہیں ہے۔ہم مجلس کے سرپرست مولانا مرغوب احمد صاحب کے غم میں برابر کے شریک رہ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائیں، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائیں، اور پس ماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائیں، آمین۔

مولانا محمد میاں

مجلس علمی ڈابھیل اور واٹر فال اسلامی انسٹی ٹیوٹ افریقہ کے بانی، علامہ کشمیری کے عاشق زار تلمیذ و خادم خاص، علمی و دینی حلقوں کے خیر خواہ حضرت مولانا محمد ابن موسی میاں سملکی ثم افریقی کے مختصر حالات، اور ان کی وفات پر لکھے گئے اکابر امت کے مضامین کا مجموعہ۔

تحریر:

حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی.......		حضرت مولانا محمد یوسف بنوری.........
حضرت مولانا محمد منظور نعمانی............		حضرت مولانا محمد میاں دہلوی..........
حضرت مولانا مفتی عتیق الرحمٰن عثمانی....		حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ...
حضرت مولانا ازہر شاہ صاحب.........		حضرت مولانا فضل الرحمٰن اعظمی مدظلہ..

جامع و مرتب:

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

پیش لفظ

راقم الحروف نے ۱۴۱۵ھ میں مولانا محمد میاں صاحب کے حالات پر ایک مضمون لکھا تھا جو اس وقت مختلف رسائل میں شائع بھی ہوا۔ میں نے مضمون کی ایک کاپی حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ کی خدمت میں بھی ارسال کی کہ اسے پندرہ روزہ ''ندائے دارالعلوم'' وقف دیوبند میں شائع فرمادیں۔ اس پر موصوف کا یہ جواب آیا:

مکتوب حضرت مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ

محترمی سلام مسنون

مرسلہ مضمون پہونچا، پڑھ کر حاجی صاحب کی یاد تازہ ہوگئی، گجرات کی سرزمین میں اس طرح کی مثالی شخصیتیں بہت سی رہیں، لیکن ان پر لکھنے والا کوئی نہیں، چنانچہ یہ تاریخی اشخاص فراموشی کے دبیز غبار کے تحت چھپا کریں گے، آج تک کسی کو ان پھول کو بھی منظر عام پر لانے کی توفیق نہوئی' جو گجراتیوں نے غیر ممالک میں انجام دیئے۔ کتنی مساجد تیار کردیں، کتنے مدرسے بنادیئے، کتنے اسکول کھولے اور کس قدر علمی اداروں کی تعمیر وترقی میں گراں قدر حصہ لیا۔ درحقیقت یہ خود علماء گجرات کا قصور ہے کہ وہ اپنی زمین کے لئے کچھ نہ کرسکے۔ مضمون ضرور چھپے گا انشاءاللہ۔ سب کو سلام کہئے۔

انظر شاہ

اب بعض حضرات کے اصرار پر اپنے مضامین کو کتابی شکل میں ترتیب دینے کی نوبت آئی تو نظر اس مضمون پر بھی پڑی۔ اس درمیان میرے والد ماجد مدظلہ کی ایک پرانی کاپی دیکھنے کا اتفاق ہوا' اس میں مولانا مرحوم کی وفات پر مختلف بزرگوں کے تحریر فرمودہ مضامین یکجا مل گئے، تو خیال آیا کہ اپنے مضمون کے ساتھ ان تمام مضامین کو رسالہ کی شکل میں جمع

کردوں کہ مولانا کی مختصر سوانح تیار ہو جائے، اور ساتھ ساتھ اکابر کی قیمتی تحریرات بھی محفوظ ہو جائیں۔ کیا بعید ہے اللہ تعالی اکابر کی تحریرات کی برکت سے راقم کے مضمون کو بھی شرف قبولیت سے نواز دے۔

اللہ تعالی سے دعا ہے کہ اس رسالہ کو راقم و ناظرین کے لئے اکابر و بزرگوں کے نقش قدم پر چلنے کا ذریعہ بنائے اور اپنی اصلاح کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۲/ جمادی الاولی ۱۴۲۴ھ، مطابق ۳/ جولائی ۲۰۰۳ء

جمعرات

حضرت مولانا محمد میاں صاحب افریقی رحمہ اللہ

خاتم المحدثین حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کے عاشق زار تلمیذ رشید اور خادم خاص مولانا محمد میاں صاحب افریقی رحمہ اللہ بہ ہمہ صفت موصوف بزرگ تھے۔

ولادت

آپ کی ولادت جنوبی افریقہ میں ہوئی۔آپ کا اصل آبائی وطن سملکؔ (جوڈابھیل سے بالکل متصل ایک بستی ہے) تھا،مگر چند پشتوں سے آپ کے خاندان نے جنوبی افریقہ کے شہر جوہانسبرگؔ کو وطن ثانی بنا لیا تھا،وہیں غالباً:۱۳۲۲ھ مطابق ۱۹۰۴ء میں آپ کی ولادت ہوئی۔

والد ماجد

آپ کے والد ماجد جناب الحاج موسی میاں صاحب نیک طبیعت اور بہت ہی فیاض تھے۔اہل علم اور مدارس کی خیر خواہی میں اپنی مثال آپ تھے،خصوصا جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کی تمام ترقیات اور موجودہ تعلیمی مرکزیت کا اتنا خیال کیا کی مدرسہ آپ کا ہمیشہ رہین منت رہا اور ہے۔

حق تعالی نے آپ کو دنیاوی دولت کا وافر حصہ عطا فرمایا تھا،خاندانی طور پر زمین و جائداد کے تو مالک تھے ہی،مگر’’ السفر وسیلة الظفر ‘‘کے مصداق افریقہ میں دوکان٘ فارم٘ مکانات٘ فیکٹریاں اور کارخانے حتی کہ سونے کی کان تک کے مالک تھے۔

اہل علم کی قدر دانی کا یہ نتیجہ تھا کہ اللہ تعالی نے ولد صالح سے نوازا اور مولانا محمد میاں جیسا لائق فرزند عطا فرمایا۔

تعلیم وفراغت

والد محترم چونکہ دیندار تھے اس لئے باوجود مال ودولت کی فراوانی کے عام ارباب تمول کی طرح اپنے لخت جگر کو کالج اور یونیورسٹی کی مہلک تعلیم [1] کے بجائے دینی تعلیم کے حصول کے لئے ہندوستان بھیج دیا، یہاں آکر آپ نے پالنپور میں داخلہ لیا اور گجرات کے مشہور بزرگ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری رحمہ اللہ (م: ۱۳۸۵ھ مطابق ۱۹۶۶ء) کی خدمت بابرکت میں رہ کر تعلیم حاصل کی۔

پھر از ہر الہند دار العلوم دیوبند میں داخلہ لیا، اور دو سال رہ کر: ۱۳۴۴ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

دار العلوم میں آپ نے مشاہیر بزرگوں خصوصا حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ (م: ۱۳۵۲ھ ۱۹۳۳ء) اور عارف باللہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ (۱۳۴۷ھ ۱۹۲۸ء) وغیرہ حضرات سے اکتساب فیض کیا۔

نکاح

مولانا کا نکاح سملک میں شعبان ۱۳۴۶ھ میں ہوا۔ اس تقریب میں علامہ کشمیری، حضرت مفتی عزیز الرحمٰن صاحب، علامہ شبیر احمد عثمانی (م: ۱۳۶۹ھ ۱۹۴۹ء) مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب (م: ۱۳۸۲ھ ۱۹۶۲ء) جیسے اساطین علم تشریف لائے تھے۔

---

[1] ...... جو اسلامی اخلاق وعادات کے لئے سم قاتل ہے اور انسانی تہذیب وتمدن کو مونڈنے والی ہے حتی کہ عقائد صحیحہ میں بھی خلل انداز ہے جیسا کہ مرحوم اکبر الہ آبادی نے کہا ہے ؎

نظر ان کی رہی کالج میں بس علمی فوائد پر
گرا کے چپکے چپکے بجلیاں دینی عقائد پر

دینی خدمات

تعلیم سے فراغت پر جوہانسبرگ تشریف لے گئے اور اپنے وسیع ترین تجارتی کاروبار کے ساتھ بڑے پیمانے پر دینی خدمات بھی انجام دیتے رہے۔

اسلامی اور عصری علوم کی تعلیم واشاعت کے لئے واٹر فال اسلامی انسٹی ٹیوٹ قائم کیا، اس کے لئے عالیشان عمارت تعمیر کرائی، اور اس کے تمام مصارف اپنے پاس سے پورے کرتے تھے، عام مدارس کی طرح مفت تعلیم کے ساتھ طلبہ کے خورد ونوش کا انتظام بھی اپنے ہی ذمہ رکھا۔

مجلس علمی کی تاسیس

حضرت علامہ کشمیری کے زمانہ میں دارالعلوم میں بدقسمتی سے ایک شورش برپا ہوئی جس سے علماء دیوبند کا ایک قافلہ دیوبند کو خیرباد کہہ کر گجرات پہنچا اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں رونق افروز ہوا، ان نفوس قدسیہ کے یہاں آتے ہی علمی وتحقیقی ذوق اور علم کی اشاعت کا شوق بھی یہاں منتقل ہوا، چنانچہ علامہ کشمیری وعلامہ عثمانی کے زیر سرپرستی ایک مجلس علمی جامعہ کے احاطہ میں قائم کی گئی، جس کا مقصد یہ تھا کہ وہ کتب دینیہ جو ابھی تک منصۂ شہود پر نہیں آسکی ہیں یا گوشۂ خمول میں پڑی ہوئی ہیں ان کی اشاعت کی جائے۔ حسن اتفاق سے مالی تعاون کے لئے اللہ تعالی نے مولانا محمد میاں صاحب کو اس مجلس سے منسلک کردیا، بلکہ یہ مجلس اور ان کی ساری خدمات موصوف ہی کی سخاوت اور کشادہ دلی کا زندہ ثبوت ہیں۔ مجلس کے تمام تر مصارف کا بار آپ نے اپنے ذمہ رکھا۔ اس مجلس سے علمی دنیا کو جو فائدہ پہنچا وہ محتاج بیان نہیں۔ اس مجلس نے مختصر وقت میں ایسی عظیم الشان علمی خدمات انجام دیں کہ دنیا کہ اہم علمی اداروں میں اس کا شمار ہونے لگا۔ مجلس علمی کی مطبوعات کی فہرست

آخر میں آرہی ہے۔ان میں علامہ زیلعی رحمہ اللہ کی ”نصب الرایۃ علی تخریج الھدایۃ“ اور ”فیض الباری علی صحیح البخاری“ المسند للحمیدی“ سنن سعید بن منصور“ المصنف لعبد الرزاق“ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔اس کے علاوہ مجلس نے علامہ ظہیر احسن شوق نیموی رحمہ اللہ (م:۱۳۲۲ھ) کی ”آثار السنن“ پر علامہ کشمیری رحمہ اللہ کے دست خاص سے سے لکھے ہوئے حواشی اور بین السطور تعلیقات کی مائیکروفلم لے کر اہل علم کے لئے اس کے نسخے شائع کئے۔

حضرت شاہ صاحب سے عقیدت

آپ شاہ صاحب رحمہ اللہ کے خصوصی خادم بلکہ فدا کار عاشق تھے۔دارالعلوم دیوبند میں آتے ہی شاہ صاحب کے حلقۂ ارادت میں شامل ہو گئے،اگر یہ کہا جائے کہ آپ کو شاہ صاحب کے ساتھ شیفتگی کے درجہ کی عقیدت تھی تو بجا ہوگا،شاہ صاحب کے منشاء اور خواہش کو پورا کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔شاہ صاحب کا رنگ آپ پر ایسا غالب تھا کہ نشست و برخواست،چال ڈھال،بات چیت اور تمام طور وطریق میں ہو بہو اپنے استاذ کا نمونہ بن گئے تھے۔

مجلس علمی کی تاسیس کا ایک بڑا سبب یہ بھی تھا کہ اپنے استاذ کی تصانیف کو شائع کیا جائے،چنانچہ اس مجلس کے ذریعہ دیگر اہم کتب کے ساتھ علامہ کشمیری کی تالیفات کی خوب اشاعت ہوئی مثلاً ”فیض الباری“”مشکلات القرآن“”اکفار الملحدین“”نیل الفرقدین“”بسط الیدین“ ”عقیدۃ الاسلام“ ”التصریح بما تواتر فی نزول المسیح“ ”فصل الخطاب فی مسئلۃ ام الکتاب“”ضرب الخاتم علی حدوث العالم“”خاتم النبیین“وغیرہ۔

یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ شاہ صاحب کی تمام تصانیف کو محفوظ رکھنے کا آپ ہی ذریعہ بنے۔

شاہ صاحب کی تصانیف کی اشاعت کا آپ کو کتنا فکر رہتا اس کا اندازہ ایک گرامی نامہ سے کیا جاسکتا ہے جو آپ نے حضرت مولانا انظر شاہ صاحب کے نام تحریر فرمایا کہ:

''حیات انور کے پڑھنے سے یہ احساس بڑھ گیا کہ ہنوز حضرت کے مخطوطہ تبرکات مختلف جگہ ناقدری سے بکھرے ہوئے ضائع ہورہے ہیں، کیا اچھا ہوا گر آپ توجہ فرما کر خصوصا چھٹیوں کے ایام میں ان کو جمع و مرتب فرما کر ضایع ہونے سے بچالیں۔ اللہ تعالی نے آپ کو علمی استعداد سے نوازا ہے، آپ پر حق بھی ہے اور علمی مشغلوں سے یہ کام بہت مقدم و بہتر ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ''آثارالسنن'' کا ایک نسخہ حضرت کے پاس تھا جس پر حوالے اور مضامین تحریر فرمایا کرتے تھے وہ ضرور کہیں گھر میں ہوگا، اسی طرح اور کتابیں اور مسودے، مضامین، خطوط وغیرہ بھی کہیں دبے پڑے ہوں گے۔ حضرت کی اپنی بہت سی کتابیں تھیں، اور دارالعلوم کے کتب خانہ کی کتابیں بھی پاس ہوتی تھیں ان پر بھی بہت کچھ لکھا ہوا ملے گا۔ بہتر ہے کہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا سید محمد ادریس صاحب، مولانا سید احمد رضا سلمہم سے مشورہ لے کر اس کام کی طرف فوری توجہ فرمائی جائے، واللہ یکون فی العون، اگر کتابوں کی فہرست تیار ہوجائے تو ایک نقل یہاں بھی بھیجئے گا۔

(لالہ وگل ص۲۲۲)

شاہ صاحب کے علوم کو اردو میں منتقل کرنے کی موصوف کو بڑی فکر تھی، اس کے لئے بے چین رہتے کہ محبوب استاذ کے تمام علمی گوہر و جوہر اردو داں حضرات تک بھی پہنچ جائیں۔ ایک خط میں شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ کو شکایتی انداز میں تحریر فرماتے ہیں:

''شاہ برادران (مولانا انظر شاہ و مولانا ازہر شاہ) نے ادھر ادھر کے عنوانات پر بہت

کچھ لکھ ڈالا، لیکن اپنے والد مرحوم پر کچھ نہیں لکھا، حالانکہ ان کے علوم کو اردو میں منتقل کرنے کی بڑی ضرورت ہے۔ مجھے اس کا ہمیشہ دکھ وافسوس رہے گا‘‘۔(نقش دوام ص۶)

ہر عید الاضحیٰ کے موقع پر شاہ صاحب کے لئے ایک بکرے کی قربانی کرتے۔شاہ صاحب کی شدید ڈانٹ ڈپٹ کو بشاشت قلب سے برداشت کر لیتے۔دارالعلوم سے فراغت کے بعد آپ نے شاہ صاحب سے عقیدت کے بنا پر طویل رفاقت اختیار کی تو مولانا بدر عالم صاحب رحمہ اللہ کا بیان ہے کہ میری وساطت سے شاہ صاحب نے مولانا محمد میاں صاحب کو یہ پیغام بھیجا:

’’ان صاحب سے کہہ دیجئے کہ ہمارے پاس سے رخصت ہو جائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے ساتھ تعلق کو عام لوگ ان کے تمول کا نتیجہ گردان لیں‘‘۔

ایک مرتبہ شاہ صاحب کی صاحبزادی راشدہ خاتون بچپنے میں گڑیا کی شادی کا کھیل کھیل رہی تھی، مولانا محمد میاں صاحب نے رئیسانہ جہیز کی تیاری کی اور بازار سے کمخواب و اطلس اور کچھ بیش قیمت کپڑے خرید لائے، عصر کا وقت تھا شاہ صاحب وضو کے لئے باہر تشریف لائے، سوء اتفاق کہ معصومہ یہ تحفہ لئے سامنے سے گذری اشارہ سے بلا کر تحقیق حال کی، معصوم بچی نے پوری کارگذاری سنادی، شاہ صاحب نے شدید غصہ کا اظہار فرمایا اور یہ حکم دیا کہ:’’یہاں سے نکل جائے یہ صاحب اپنی ثروت سے ہمارا علم خریدنا چاہتے ہیں‘‘، مگر اس عقیدت مند شاگرد کی عقیدت مندی میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔

(نقش دوام ص۴۶)

حضرت شاہ صاحب کی ایسی خدمت کی شاید و باید، بلکہ شاہ صاحب کے وصال کے بعد ان کی اولاد کی بھی برابر خدمت کرتے رہے۔مولانا انظر شاہ صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''والد کی وفات کے بعد انہیں نے ہماری پرورش کی اور بعالم اسباب ہماری رگوں میں دوڑنے والا خون حاجی صاحب ہی کی دولت سیال ہے، گھر میں بیماری ہوتی یا غمی، شادی ہوتی یا کوئی تقریب علیحدہ سے اس کے اخراجات بھیجتے''۔

شاہ صاحب کی اہلیہ محترمہ نے حج کی تمنا ظاہر کی تو فرسٹ کلاس میں ان کے حج کا انتظام کیا۔

حضرت شاہ صاحب کو بھی آپ سے بڑی محبت تھی، استاذ شاگرد کا آپس کا تعلق دیدنی تھا، جب آپ افریقہ روانہ ہونے لگے تو شاہ صاحب نے بنفس نفیس مشایعت کے لئے دہلی تک کا سفر فرمایا، اسٹیسن پر دونوں ایک دوسرے سے با چشم نم نہیں بلکہ اشکبار آنکھوں کے ساتھ بغل گیر ہوئے۔

اخلاق وعادات اور کچھ متفرقات

مولانا محمد میاں صاحب دوراندیش اور پرہیز گار عالم تھے۔ ہندو پاک کے تمام دینی حلقوں سے خاص تعلق تھا۔ دولت مند ہونے کے باوجود مزاج اور رہن سہن میں انتہائی سادگی اور تواضع تھی، اور بہت سادہ زندگی بسر کرتے تھے، مگر امور خیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے اور نہایت فیاضی سے خرچ کرتے تھے۔ حضرت مولانا احمد سعید صاحب کی تفسیر ''کشف الرحمٰن'' کو پہلی مرتبہ طبع کرانے میں بھی آپ کی سخاوت وفیاضی کا بڑا دخل ہے۔

حضرت کے صاحبزادے مولانا محمد سعید صاحب تحریر فرماتے ہیں:

''خصوصا جمعیۃ العلماء ٹرانسوال جنوبی افریقہ کے اراکین وممبران کا ہم تہہ دل سے شکر گذار ہیں۔ مولانا مرحوم کے ترجمے اور تیسیر القرآن کے طبع کرانے کا جو بیڑا ہم نے اٹھایا تھا، اس اہم اور بڑے کام کی ابتدا کرانے میں جس قدر ہماری ہمت افزائی کی اور ہر قسم کی

مالی امداد میں پیش پیش رہے۔ کتابت بھی ان ہی حضرات کی اعانت کی منتظر تھی......مولانا موسی بھامجی ومولانا محمد بن موسی پٹیل ومولانا محمد بن موسی میاں.....نے بڑی فراخ دلی سے امداد میں حصہ لیا، اس کام کی عظمت کے پیش نظر امداد واعانت میں بڑی حوصلہ افزائی کی، میں ان کا شکر گذار ہوں''۔ (کشف الرحمٰن ص۴ ج۱)

عربی، فارسی، اردو کے علاوہ انگریزی اور فرانسیسی زبان سے بھی بڑی حد تک واقفیت تھی۔

طبیعت بڑی عجیب پائی تھی، ایک طرف داد و دہش محیر العقول، دوسری جانب کفایت شعاری بخل کی حد کو جا لیتی۔ ایک دھوبی ان کے کپڑے دھوتا کبھی کچھ مانگتا تو کرتہ، پائجامہ، چلغوزوں اور باداموں سے لبریز تھیلیاں بلکہ عید الاضحیٰ پر فربہ بکرا دے ڈالتے، کبھی حساب پر اترتے تو ایک ایک کپڑے کی دھلائی پوری کشمکش کے ساتھ دیتے۔ کبھی اسٹیشن پر قلی سامان اٹھانے کے لئے لمبی اجرت مانگتا تو بڑے بڑے بستر خود ہی سر پر اٹھا کر ایک پلیٹ فارم سے دوسرے پلیٹ فارم پر چلے جاتے، اور اسی وقت چائے مع فواکہات ڈبہ کے مسافروں کو بھی پلا دیتے۔ (نقش دوام ص۴۶)

بیعت

مولانا کو چونکہ شاہ صاحب کے ساتھ بے انتہاء عقیدت تھی، اس لئے زبانی گذارشات کے ساتھ ساتھ بارہا تحریرا بھی درخواست کی کہ مجھے بیعت فرمالیجئے، مگر شاہ صاحب نے قبول نہیں فرمایا، بالآخر مجبور ہو کر حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سے بیعت ہوئے۔

مرض ووفات

آخری عمر میں ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہو گئے، اور اس میں اتنی شدت ہوئی کہ آنکھ

کی بصارت تک زائل ہوگئی۔اس معذوری میں راقم کے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب نے ان کی خدمت میں متعدد گرامی نامے تحریر فرمائے، جن میں سے ایک گرامی نامہ یہاں نقل کرتا ہوں جس میں زائل شدہ بصارت کے عود کے لئے دعا اور دو قصے ہیں۔

مکتوب گرامی: حضرت مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری

محترم حضرت مولانا محمد میاں صاحب عود الله بصارتکم

السلام علیکم و رحمة الله و بر کاته

از طرف دعا گو و دعا جو ضعیف، نحیف، مریض مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ ولمشائخ الکرام۔

بعد سلام مسنون التماس یہ کہ جناب مولانا نواب صدیق حسن خان صاحب مرحوم بھوپالی نے صحیح صحیح تعویذات وعملیات کے متعلق کتاب ”کتاب التعویذات الداء و الدواء“ اردو میں لکھی ہیں، جس میں صحیح روایات سے بزرگان دین کے معمولات کا ایک خاصا ذخیرہ جمع کر دیا ہے، جس میں زائل شدہ بصارت کے عود کے لئے ایک دعا اور رد بصر کے واقعہ کی ایک حکایت نقل کی ہے۔عرصہ سے ارادہ تھا کہ یہ دعا آپ کو لکھوں، لیکن بیچ میں ضعف ونقاہت کی وجہ سے لکھنے سے قاصر رہا۔اب رد بصر کی دعا مع حکایت کے جناب عبد الاحد صاحب ابن جناب مولوی عبد الحفیظ صاحب سے لکھوا کر حامل عریضہ ہذا کے ہمراہ ارسال خدمت کر رہا ہوں۔وہ یہ ہے:

رد بصر کی دعا

بسم الله الرحمن الرحيم

اس کے لئے یہ آیت ﴿ اذھبوا بقمیصی ھذا فالقوہ علی وجہ ابی یأت بصیرا ﴾
ترجمہ:......اب تم میرا یہ کرتہ بھی لیتے جاؤ اور اس کو میرے باپ کے چہرے پر ڈال دو اس سے ان کی آنکھیں روشن ہو جاویں گی۔(پ۱۳؍سورۂ یوسف،آیت نمبر:۹۳)

﴿ فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید ﴾۔

ترجمہ:......سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ (غفلت کا) ہٹا دیا سو آج (تو) تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔(پ۲۶؍سورۂ ق،آیت نمبر:۲۲) لکھ کر صاحب رمد پر لٹکا وے نفع ہوگا۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے ایک شخص نے رمد کی شکایت کی اس کو یہ لکھ دیا:

بسم اللہ الرحمن الرحیم

﴿ فکشفنا عنک غطاءک فبصرک الیوم حدید ﴾۔

ترجمہ:......سو اب ہم نے تجھ پر سے تیرا پردہ (غفلت کا) ہٹا دیا سو آج (تو) تیری نگاہ بڑی تیز ہے۔(سورۂ قٓ،آیت نمبر:۲۲)

﴿ قل ھو للذین اٰمنو ھدیً و شفاء ﴾۔(پ:۲۵؍سورۂ حٰم السجدہ،آیت نمبر:۴۴)

ترجمہ:......آپ کہہ دیجئے کہ قرآن ایمان والوں کے لئے تو رہنما اور شفا ہے۔
اور کہہ دیا اس کو باندھ لے وہ شخص اچھا ہو گیا۔

دعا کی برکت سے حضرت عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کی بینائی کا لوٹ آنا

حکایت:......لیث بن سعد رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں نے عقبہ بن نافع رحمہ اللہ کو ضریر دیکھا پھر بصیر، میں نے پوچھا اللہ تعالیٰ نے تمہاری آنکھوں کو کس طرح پھیر دیا، کہا مجھ سے کسی نے خواب میں کہا: یہ دعا پڑھ ’’یا قریب یا مجیب یا سمیع الدعاء یالطیف لما یشاء رد علی بصری ‘‘میں نے کہا، تو اللہ تعالیٰ نے روشنی آنکھ کی پھیر دی۔

ف:......شرجی کہتے ہیں شیخ فریدالدین (جو بلاد ہند میں مشہور ہیں) سے روایت ہے کہ جو شخص ناخن ہردوابہام پرآیت﴿ فکشفنا عنک غطاء ک فبصرک الیوم حدید ﴾ سات بار پڑھ کر ہر بار حضرت ﷺ پر درود بھیج کرابہام پر پھونک کر دونوں آنکھوں پر پھیرے گا تو واسطے نوربصراور زوال ضرر کے نفع کرے گا انشاءاللہ تعالی۔

میں کہتا ہوں شیخ حسینی میرے والد کے مرید تھے، وہ ہمیشہ اس آیت کو واسطے ابقائے نور چشم کے پڑھا کرتے تھے،ان کی عمر طویل ہوئی مگرآنکھوں کی روشنی بدستور تھی، وللہ الحمد۔

اللہ تعالی نے آپ کی ظاہری بصارت زائل فرمادی ہے اس کی حکمت کو وہی جانتا ہے اللہ جواد وکریم کی ذات سے امید ہے کہ اللہ تعالی نے اس کے عوض میں آپ کو بصیرت قلبی سے نوازا ہوگا، خدا ہم چنیں کند۔" ادعو اللہ تعالی و ارجو من اللہ ان یتفضل علیکم بعود البصارۃ الظاھرۃ و بنعمۃ البصیرۃ القلبیہ بجودہ و کرمہ و بلطفہ الخفیہ"۔

مختصرا،فقط والسلام،از جانب:حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب

از:قلم بندہ عبدالاحد صوفی

مورخہ۱۳/رجب ۱۳۷۷ھ مطابق ۳/فروری ۱۹۵۸ء، بروز پیر

بالآخراسی مرض میں علم وعمل کا یہ مہر منیر اور علماء وصلحاء کی محبت وسعادتوں کا بدر کامل افریقہ کے مغرب میں ۲۱/ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ مطابق ۱۶/اپریل ۱۹۶۳ء کو بمقام جوہانسبرگ ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا،انا للہ و انا الیہ راجعون ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

مرحوم کی وفات کے بعد مولانا انظر شاہ صاحب مدظلہ نے خواب میں دیکھا کہ بہشت بریں میں ہیں اور فرمارہے ہیں کہ: یہاں میرے بہت سے بینک ہیں۔(نقش دوام ص ۴۶)

مولانا کی وفات پر جامعہ ڈابھیل کا اظہار افسوس

مولانا کی وفات پر جامعہ ڈابھیل کی روداد میں اس طرح اظہار افسوس کیا گیا:

’’اس سال کے اہم حادثات میں سب سے بڑا حادثہ مولانا محمد بن موسی میاں کا سانحۂ وفات ہے، جامعہ کے ساتھ مولانا مرحوم کا تعلق بہت پرانا تھا، مولانا کی مخلصانہ مدد اور خاص دیکھ بھال سے جامعہ کی ترقی میں کافی مدد ملتی تھی، مولانا اپنی مالی و علمی مدد سے ہمیشہ نوازتے رہے۔ مولانا ایک دوراندیش اور پرہیزگار عالم تھے۔ ہندوپاک کے تمام دینی حلقوں سے خاص تعلق تھا۔ مولانا کی وفات جامعہ ڈابھیل اور دوسرے بہت سے علمی اداروں کے لئے باعث رنج وغم ہے۔ مجلس علمی ڈابھیل و کراچی آپ ہی کی قائم کردہ ہے جس نے علامہ کشمیری نیز دوسرے علماء و محققین کی قابل قدر تصنیفات کو شائع کرکے عام کیا۔ آپ نے جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) میں ’’واٹرفال انسٹی ٹیوٹ‘‘ قائم کیا جس کا مقصد اسلامی اور عصری علوم کی تعلیم ہے۔ مرحوم کی خبر وفات سن کر جامعہ کے مدرسین، ملازمین اور طلبہ نے اپنے اس محسن کے ایصال ثواب کے لئے قرآن کریم ختم کیا اور دعا کی، اللہ تعالی آپ کی خدمات دینیہ قبول فرماکر اپنے خاص جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے‘‘۔

(تاریخ جامعہ ص ۱۵۰)

نوٹ:...... مولانا مرحوم پر لکھا گیا یہ مضمون ماہنامہ ’’اذان بلال‘‘ آگرہ شمارہ ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق اگست و ستمبر ۱۹۹۴ء۔ اور پندرہ روزہ ’’ندائے دارالعلوم‘‘ وقف دیوبند ۹ رتا ۲۴ رربیع الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۵ رستمبر تا ۱ راکتوبر ۱۹۹۴ء میں شائع ہوچکا ہے۔

مولانا الحاج محمد بن موسی میاں سملکی الافریقی

از: محدث عصر حضرت مولانا حبیب الرحمٰن اعظمی

تلمذ علی الشیخ الکشمیری ' و تخرج عنده ولازمه مدة ' واهتدی بهدیه ، اسس المجلس العلمی بدابهیل ، الذی انتقل بعد التقسیم الی کراتشی، وانفق اموالا طائلة لطبع نصب الرایة ' و فیض الباری و رسائل شیخه الکشمیری ومسند الحمیدی وعزم علی نشر مصنف عبد الرزاق ، ولمجلد الثالث من سنن سعید بن منصور ، وکان یبر کثیرا من العلماء ، وله صدقات جاریة ، توفی فی جوهانسبرگ من افریقیا الجنوبیة فی ۲۱/ ذی القعدة ، سنة ۱۳۸۲۔ کانت بینی و بینه مودة اکیدة۔

مولانا الحاج محمد بن موسی میاں سملکی افریقی حضرت انورشاہ کشمیری کے شاگرد تھے، انہیں کے پاس فراغت پائی اور مدت تک ان سے وابستہ رہے اوران کے نقش قدم پر چلتے رہے۔

ڈابھیل میں ''مجلس علمی'' قائم کی جو تقسیم کے بعد کراچی منتقل ہوگئی۔ ''نصب الرایۃ'' ''فیض الباری'' اپنے شیخ علامہ کشمیری کے رسائل اور'' مسند حمیدی'' کی طباعت میں کافی دولت خرچ کی ''مصنف عبدالرزاق'' اور''سنن سعید بن منصور'' کی تیسری جلد کی طباعت کا عزم کیا۔ بہت سے علماء کے ساتھ بھلائی کا برتاؤ کرتے تھے، یہ چیزیں ان کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔

جنوبی افریقہ کے شہر جوہانسبرگ میں ۲۱/ذی قعدہ۱۳۸۲ھ کو وفات پائی۔ ہمارے درمیان بڑی گہری دوستی تھی۔ (حیات ابوالمآثر ص۶۸۴)

مولانا کی وفات پر حضرت بنوری کا تأثر

مولانا کی وفات پر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری نے ماہنامہ ''بینات'' میں تحریر فرمایا:

''افسوس ہے کہ گذشتہ ماہ میں جناب مولوی محمد بن موسیٰ میاں صاحب سملکی سورتی افریقی بانی ''مجلس علمی'' نے جنوبی افریقہ میں انتقال فرمایا۔موصوف بڑے نیک دل صاحب خیر اور بہمہ صفت موصوف بزرگ تھے۔حق تعالیٰ نے جاہ ومال کے ساتھ علم وعمل کی دولت سے بھی مالا مال فرمایا تھا۔موصوف نے دارالعلوم دیوبند سے سند فراغت حاصل کی تھی۔حضرت امام العصر مولانا محمد انور شاہ صاحب کی خدمت بابرکت میں رہ کر دوبارہ دورۂ حدیث کیا تھا،ادب کی کتابیں بھی دوبارہ پڑھی تھیں۔

طالب علمی ہی کے زمانے سے اہل علم پر خرچ کرنے کی عادت تھی۔اپنے استاذ محترم حضرت کشمیری کی خدمت کی بھی خوب توفیق ملی۔دارالعلوم دیوبند کی اعانت خوب دل کھول کر کی،ہزار گنیاں دیتے رہتے تھے۔ڈابھیل کا مدرسہ تعلیم الدین بھی انہیں کی توجہ واعانت کا مرہون منت ہے۔''مجلس علمی'' کی تاسیس سے علمی دنیا کو جو فائدہ پہنچا،محتاج بیان نہیں۔پھر اس پر تواضع ومسکنت خداداد تھی،نمود وریا اور شہرت وناموری سے کوسوں دور رہتے تھے۔غرض اللہ نے دین ودنیا دونوں کی برکتوں سے نوازا تھا۔اولاد بھی صالح علم وعمل سے آراستہ ملی۔دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ آں مرحوم کے ساتھ عفو ودرگذر کا خصوصی معاملہ فرمائے،اور اپنے خاص قرب اور رحمت کاملہ سے ان کو نوازے آمین۔

(بینات محرم ۱۳۸۳ھ ص ۵)

حضرت بنوری رحمہ اللہ ایک اور جگہ مولانا کا تذکرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

اسی خاندان کے ایک فرد مولانا محمد بن موسیٰ میاں نے ''المجلس العلمی'' کی بنیاد

ڈالی، جس نے تیس چالیس سال کے عرصہ میں علم حدیث اور علوم نبوت کی قابل قدر خدمات انجام دیں۔ ''نصب الراية فی تخریج احادیث الهداية'' چار ضخیم جلدوں میں اور ''فیض الباری شرح صحیح البخاری'' چار ضخیم مجلدات میں اسی مجلس علمی کا کارنامہ ہے، اور حال ہی میں حدیث نبوی کی قدیم ترین علمی اور اعلی ترین کتاب امام حدیث عبد الرزاق ابن ہمام صغانی المتوفی: ۲۱۱ھ کی ''المصنف'' گیارہ ضخیم جلدوں میں چار لاکھ روپیہ کے کثیر صرف سے بیروت میں طبع کرائی۔ ع

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اس کتاب کے تعارف کے لئے انشاءاللہ مستقل مقالہ لکھا جائے گا۔ امام حدیث عبدالرزاق امام احمد بن حنبلکے شاگرد اور امام بخاری کے استاذ الاستاذ ہیں، رحمهم الله جميعا۔

یہ کتاب آج پہلی مرتبہ وفات مصنف کے تقریبا بارہ سو سال بعد زیور طبع سے آراستہ ہوئی۔ کاغذ اس کے لئے جس اعلی ترین معیار کا چاہا' بیروت میں نہیں ملا لندن سے خریدا گیا، آج تک اس معیاری طباعت و اعلی ترین کاغذ پر حدیث کی کوئی کتاب مصر و بیروت یا یورپ میں طبع نہیں ہوئی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

بہر حال اس باتوفیق خاندان نے دین کی بڑی قابل قدر خدمت کی اور ملوک وسلاطین جو کام انجام نہ دے سکے اس خاندان کے افراد نے انجام دیئے۔ حق تعالی ان خدمتوں کو قبول فرمائے اور ان کے لئے ذخیرۂ آخرت فرمائے۔

(ماہنامہ ''بینات'' کراچی صفر المظفر ۱۳۹۳ھ)

مولانا محمد ابن موسی میاں سورتی افریقی رحمہ اللہ

از: حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ

الحاج مولانا محمد میاں سورتی (مقیم جوہانسبرگ ٹرانسوال جنوبی افریقہ) کا نام نامی مجلس علمی (سملک وکراچی) کے بانی وسرپرست کی حیثیت سے (مسند حمیدی) کے تعارف کے سلسلہ میں ''الفرقان'' کے گذشتہ ہی شمارے میں ناظرین کرام نے پڑھا ہوگا، اس سے پہلے بھی دین اور علم دین کی بعض اہم خدمتوں کے سلسلہ میں ''الفرقان'' کے صفحات میں ان کا نام بارہا آیا ہے۔

۲۳ / اپریل کو جب کہ راقم سطور حجاز مقدس کے ارادہ سے بمبئی روانہ ہونے کے لئے تیار تھا بالکل اچانک مولانا محمد سعید صاحب (مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ضلع سورت) کا خط ملا، جس میں بہت مختصر الفاظ میں یہ انتہائی غمناک اطلاع درج تھی کہ ۱۶/ اپریل منگل کے دن حضرت مولانا محمد بن موسی میاں کا جوہانسبرگ میں انتقال ہوگیا۔ چونکہ اس سے پہلے علالت وغیرہ کی کوئی اطلاع نہیں تھی اور مولانا محمد سعید صاحب کے خط میں بہت ہی مختصر لفظوں میں انتقال کی اطلاع دی گئی تھی، اس لئے دل اگر چہ قدرتی طور پر متأثر ضرور ہوا، لیکن خبر کے بارہ میں پوری طرح اطمینان نہیں ہوا۔

۲۳ / اپریل کو لکھنؤ سے روانہ ہوکر ۲۵/ کو بمبئی پہنچنے کے بعد بعض ایسے حضرات سے دریافت کیا جن کے متعلق اندازہ تھا کہ اگر یہ سانحہ واقع ہو چکا ہے، تو ان کو ضرور اطلاع ہوگی، مگر اس وقت تک ان کو بھی خبر نہیں تھی، لیکن اگلے دن ۲۶/ اپریل کو ایک صاحب سے اور اس کے بعد اخبار منادی سورت سے اس خبر کی تصدیق ہوگئی۔ جو لوگ مولانا مرحوم کو

جانتے ہیں ان کے نزدیک اس سال کا یہ بڑا سانحہ ہے۔

اللھم اغفرہ وارفع درجتہ فی المھدیین واخلفہ فی عقبہ فی الغابرین واغفر لنا ولہ یا رب العالمین وافسح فی قبرہ و نور لہ فیہ۔

آج بمبئی سے روانہ ہوکر جدہ پہنچ گیا ہوں اور یہ سطریں لکھ رہا ہوں، ﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ کے اٹل قانون کے مطابق ہر زندہ ہستی کی آخری منزل موت ہی ہے، انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام بھی اس کلیہ سے مستثنیٰ نہیں ہیں، اس حیثیت سے کسی کی بھی موت غیر معمولی اور غیر متوقع حادثہ نہیں ہونی چاہئے۔

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے جن بندوں سے خیر اور نفع کے اہم اور وسیع سلسلے جاری کراتا ہے، ان کی موت قدرتی طور پر غیر معمولی محسوس کی جاتی ہے۔ مولانا محمد موسیٰ میاں بھی ان ہی بندوں میں سے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں خیر و نفع کی بہت سی وہ چیزیں جمع فرمادی تھیں جو شاذ و نادر ہی کہیں جمع ہوتی ہیں۔ اولاً وہ ایک وسیع النظر اور جید عالم تھے۔ استاذ نا استاذ العلماء حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند کے سعید ترین اور رشید ترین تلامذہ میں تھے۔

جس زمانہ میں ناچیز راقم سطور دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا تھا وہ بھی اسی زمانہ میں دارالعلوم کے طالب علم تھے۔ دورۂ حدیث انہوں نے ناچیز سے ایک سال پہلے پڑھا۔ طالب علمی اور نوجوانی کے اس زمانہ میں بھی صلاح ان کا شعار تھا۔ دارالعلوم کی اس رفاقت کے بعد پھر کبھی ملاقات کی نوبت نہیں آئی، لیکن دوسرے ذرائع سے حالات معلوم ہوتے رہے، اور خط و کتابت کا سلسلہ بھی کچھ قائم رہا' جو ادھر ۱۰/۱۵ سال سے بہت بڑھ گیا تھا۔

علم و فضل اور صلاح و تقوی کی عظیم نعمتوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے دولت دنیا بھی بھرپور

عطا کی تھی، اور دین علم دین کی راہ میں اللہ کی توفیق سے اس کو بھرپور ہی خرچ بھی کرتے تھے۔ ناچیز کا اندازہ ہے کہ ان کے مصارف خیر کی مقدار ہزاروں سے گذر کر لاکھوں تک پہنچی ہوگی۔

پھر ان مصارف کی انواع بہت مختلف تھیں۔ ''مجلس علمی'' کے تو گویا وہی بانی اور روح رواں تھے، اور انہیں کا سرمایہ اس کا اصل سرمایہ تھا۔ ''مجلس علمی'' کے کاموں کا ذکر کبھی کبھی ''الفرقان'' میں آتا رہا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور استاذ نا حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کشمیری کی نہایت نفع مند تصانیف کے علاوہ امام زیلعی کی ''نصب الرایۃ'' اور ''مسند حمیدی'' جو ہمارے ہاتھوں میں آچکی ہیں اور ''مصنف عبدالرزاق'' پر اس کی طرف سے جو کام ہو رہا ہے صرف یہی کام اچھے خاصے خزانے کو چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بعد بھی ''مجلس علمی'' کے ان کوموں کا سلسلہ جاری اور ان کے صاحبزادوں کو جو بفضلہٖ تعالیٰ ان کے علم اور دین کے بھی وارث ہیں اس خیر کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔

ضلع سورت اور اس کے اطراف میں دینی تعلیم کے مکاتیب کا ایک وسیع نظام ''انجمن خدام الدین'' کے عنوان سے جاری ہے اس کے بانی اور روح رواں بھی مولانا محمد بن موسیٰ میاں ہی تھے۔ یہ نظام اس قدر باقاعدہ اور مستحکم ہے کہ مختلف صوبوں اور علاقوں میں چلنے والی دینی تعلیم کی تحریکوں کو اس کے طریق کار اور دفتری نظام سے استفادہ کرنا چاہئے۔ اس تعلیم نظام پر بھی غالباً وہ ہزاروں ماہوار خرچ کرتے تھے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے طول وعرض میں پھیلے ہوئے ان سینکڑوں دینی مدارس اور دینی اداروں کی مستقل امداد فرماتے تھے جن کے متعلق اطمینان تھا کہ ان کا نظام اور کام قابل اعتماد ہاتھوں میں ہے۔ اس طرح مفید دینی تحریکوں کی بھی وسیع پیمانہ پر امداد فرماتے تھے۔ ان سب کے علاوہ جن

حضرات کے متعلق ان کو معلوم ہوتا تھا کہ وہ دین اور علم دین کی فلاں خدمت کررہے ہیں ان کو بڑے اکرام کے ساتھ مسلسل ہدیے بھیجتے تھے، اور ایسے بے تکلف دوستوں سے اس بارہ میں برابر معلومات حاصل کرتے رہتے تھے۔ کئی دفعہ ایسا ہوا کہ ان کے دریافت کرنے پر بعض حضرات کے بارہ میں راقم سطور نے ان کو لکھا کہ وہ دین کی فلاں خدمت میں مشغول ہیں اور ان کے یہ حالات ہیں، تو انہوں نے اس اطلاع پر دل کی گہرائی سے شکریہ ادا کیا، اور بہت ممنونیت کا اظہار فرمایا۔

اس ناچیز پر اللہ تعالی کا یہ فضل رہا کہ جن اکابر علماء کا زمانہ پایا اکثر و بیشتر ان کی زیارت بھی نصیب ہوئی، لیکن ایسا بندہ ایک ہی دیکھا جس میں اللہ تعالی نے یہ ساری چیزیں جمع فرما دی تھیں، اور اس کی ذات سے خیر کے اتنے سلسلے جاری تھے۔

اپنے استاذ حضرت مولانا محمد انور شاہ صاحب کشمیری سے ان کو عشق تھا، اور اس دور کے اکابر میں خاص عقیدت اور مناسبت حکیم الامت حضرت تھانوی سے تھی۔

ان کا انتقال ہمارے دینی حلقے اور اس دور کے دینی کاموں کے لئے بہت بڑا سانحہ ہے، اور ان کے گھر والوں کے علاوہ وہ سارے دینی ادارے اور دینی کام کرنے والے بھی تعزیت اور ہمدردی کے مستحق ہیں جن کی وہ اعانت اور سرپرستی فرماتے تھے۔

اس ناچیز کے لئے یہ حادثہ گویا ذاتی ہے۔ ناظرین کرام سے خصوصیت کے ساتھ استدعا ہے کہ مولانا مرحوم کے لئے مغفرت اور رحمت اور رفع درجات کی اور ان کے تمام متعلقین اور پسماندگاں کے لئے صبر و اجر کی اور ان کے خیر کے سارے کاموں کے لئے جاری اور باقی رہنے کی اہتمام سے دعا فرمائیں۔ جدہ ۲۷/اپریل ۱۹۶۲ء

(الفرقان لکھنؤ کا وفیات نمبر، اپریل، مئی، جون ۱۹۷۷ء ص ۱۳۱)

مولانا محمد بن موسیٰ میاں رحمہ اللہ

از: مولانا محمد میاں صاحب دہلوی رحمہ اللہ

اپنی زندگی کا یہ دور بھی عجیب ہے، آئے دن کسی دوست کا ماتم کرنا پڑتا ہے، زمانے نے ہمارے لئے اور ایک صف ماتم بچھادی، خبر آئی ہے کہ ۱۶/اپریل ۱۹۶۳ء کو جوہانسبرگ افریقہ کے مشہور صاحب خیر حضرت الحاج مولانا محمد بن موسیٰ میاں صرف دو منٹ دل کے معمولی درد میں مبتلا ہوکر ہمیشہ کے لئے آرام کی نیند سو گئے۔

مولانا محمد بن موسیٰ کون تھے؟ ہندوستان اور پاکستان کے علمی اور تعلیمی اداروں سے دریافت کیا جائے، جو جوہانسبرگ کے مسلم اسکول مسلم ہوسٹل اور ڈابھیل اور کراچی کی ''مجلس علمی'' سے تحقیق کیجئے؟ یہ ایک درویش صفت دولت مند تھے، عالم باعمل، پابند شریعت، متبع سنت جن کی جوانی کا دور جوانوں کے لئے سبق کہ دارالعلوم دیوبند میں داخل تھے تو ایک معمولی طالب علم کی طرح نہایت سادہ زندگی۔

غریبوں کے دوست، مفلسوں کے ہمدرد، اپنی ذات پر کم سے کم خرچ، لیکن امور خیر میں اس قدر فراخ حوصلہ کہ استاذ محترم حضرت علامہ کشمیری کے لئے مکان کی ضرورت محسوس کی تو جو رقم جیب خرچ کے لئے ان کے پاس تھی اس میں سے وہ حویلی تیار کردی جن کا خرچ اب سے تقریباً تیس سال پہلے دس ہزار روپیہ تھا۔

فارغ ہوئے تو ڈابھیل میں ''مجلس علمی'' قائم کی جس کے ذریعہ حضرت علامہ کشمیری کی ان تقریروں کا مجموعہ ''فیض الباری'' کے نام سے مصری ٹائپ کی بہترین طباعت کے ساتھ متعدد جلدوں میں شائع کیا گیا۔ اس مجلس کا اصل مقصد یہ تھا حضرت علامہ کشمیری کی

علمی تحقیقات شائع کرے، پھر اس سے آگے بڑھ کر حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور دیگر اکابر، محدثین کی نادر نایاب کتابیں بھی اس ادارہ سے شائع کیں اور کر رہا ہے جن کی مجموعی تعداد پچاس سے کم نہ ہوگی۔

آپ کا آبائی وطن سملک ضلع سورت (اب ضلع نوساری) ہے مگر چند پشتوں سے آپ جوہانسبرگ افریقہ میں وہاں کے بڑے تاجر کی حیثیت سے سکونت پذیر تھے جن کی دولت کا شمار کروڑوں کے ہندسوں میں ملتا ہے۔

مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب، حضرت مولانا بدر عالم صاحب مہاجر مدنی، حضرت مولانا عتیق الرحمٰن صاحب کے خاص دوستوں میں تھے۔

احقر کو یہ فخر حاصل ہے کہ جب احقر دورۂ حدیث پڑھ رہا تھا تو آپ بھی ''بخاری شریف'' کی سماعت کیا کرتے تھے۔

آپ صاحب عیال ہوئے تو اس دور کا خاص پہلو یہ ہے کہ آپ نے اپنے نونہالوں کو دنیوی اور کاروباری نظم کے ساتھ دینی علوم خصوصاً زبان عربی کی مہارت کے لئے پہلے حجاز مقدس بھیجا، پھر دارالعلوم دیوبند میں عام طلباء کے ساتھ داخل کر کے یہاں کی تعلیم کی تکمیل کروائی، ہر ایک بچہ ماشاء اللہ آپ کے نقش قدم پر ثابت قدم ہے۔ انگریزی، فرانسیسی، عربی فارسی اور علوم دینیہ کی تکمیل کے ساتھ شکل وصورت میں نہایت سادہ وضع کا طالب علم بااخلاق وباادب، مہذب اور شائستہ، منکسر المزاج، متواضع۔

ہمارے مخلص کرم فرما مولانا محمد نانا صاحب جوہانسبرگ سے اپنے مکتوب مؤرخہ ۱۷ر اپریل میں تحریر فرماتے ہیں:

''دارالعلوم کی زندگی سے تو آپ اور مجاہد ملت اور مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب

واقف ہوں گے، یہاں افریقہ میں آنے کے بعد بھی انہوں نے ملک وملت اور اسلام کی جو خدمت انجام دی وہ ایک درخشاں تاریخ ہے، اس کا مشہور نمونہ واٹر فال کا مشہور اسکول ہے جو بہترین کشادہ مقام پر ہے، جن کے ساتھ ایک وسیع بورڈنگ ہے، ایک پورا محلّہ اساتذہ کے لئے جن میں پندرہ مکان اساتذہ کے قیام کے لئے ہیں اور ہر ایک مکان کے ساتھ کشادہ دالان اور چمن ہیں۔ یہ تمام خرچ بلا کسی چندہ اور امداد کے اپنے پاس سے کیا، اس اسکول اور بورڈنگ کے جملہ مصارف کے وہ تنہا ذمہ دار تھے۔

مولانا صاحب چند سال سے ذیابیطس کے مریض تھے، ہر چند علاج کرایا فائدہ نہ ہوا، مرض کا اثر بصارت پر بھی پڑا، چند سال سے بصارت سے معذور ہو گئے تھے مگر مشاغل خیر میں فرق نہیں آیا تھا، علمی اور تعلیمی سلسلہ کی عظیم الشان خدمات کے ساتھ وعظ و پند، اصلاح نماز و روزہ، اتباع سنت، پابندیٔ شریعت، نوجوانوں کو اسلامی وضع قطع میں رہنے کی تلقین، ڈاڑھی کے متعلق تاکیدی ہدایات کا سلسلہ برابر جاری رہا، چونکہ خود بھی ان چیزوں کے پابندٗ عابد و زاہد شب بیدار تھے تو آپ کے ارشادات کا اثر پڑتا تھا۔

آپ جمعیۃ العلماء ٹرانسوال کے صدر تھے، جب سے بصارت جاتی رہی صدارت سے مستعفی ہو گئے تھے، مگر جمعیۃ العلماء کی خدمات میں برابر کے شریک اس کے معاملات میں بہترین مشیر اس کی ضرورتوں کے پناہگاہ تھے۔

آج کل بظاہر اچھے تھے کوئی خاص شکایت نہیں تھی، دو دن پہلے ایک صاحبزادے کو حج بیت اللہ شریف کے لئے رخصت کیا۔ منگل کے روز ایک معمولی مسہل لیا، پھر بھی طبیعت بظاہر ٹھیک تھی، مغرب کے بعد بچوں کے ساتھ شام کا کھانا کھایا، پھر عشاء کی نماز پڑھی، آرام کے لئے لیٹ گئے، تقریباً ساڑھے دس بجے شب کو معمولی سا درد دل میں محسوس ہوا

اور دومنٹ میں حرکت قلب بند ہوگئی، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اطراف و جوانب میں ٹیلفون کے ذریعہ اعزاء واقارب اور احباب کو خبر دی گئی۔ ہزاروں مسلمان نماز جنازہ میں شریک تھے۔ جنازہ سے فراغت کے بعد جمعیۃ العلماء کے اراکین کا جلسہ ہوا جس میں ایصال ثواب کیا گیا اور تعزیتی تجویز منظور کی گئی جس میں اس حادثہ پر دلی رنج والم کا اظہار کرتے ہوئے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت اور جملہ پسماندگان سے اظہار ہمدردی کیا گیا اور اعلان کردیا گیا کہ اتوار کو جمعیۃ العلماء کی طرف سے نیوٹاؤن کی مسجد میں جلسہ ہوگا، جس میں دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کیا جائے گا‘‘۔

ادارہ الجمعیۃ اور جمعیۃ العلماء ہند ناظرین سے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی استدعا کرتا ہے، اور جملہ پسماندگان سے دلی ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، بابت جون ۱۹۶۳ء)

مولانا محمد بن موسیٰ میاں سملکی رحمہ اللہ

از: مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی رحمہ اللہ

اس غیر متوقع اور وحشت ناک خبر نے دل و دماغ کو ہلا دیا کہ جوہانسبرگ میں قدیم اور مخلص ترین دوست مولانا الحاج محمد موسیٰ میاں سملکی اچانک رحلت فرما گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

مرحوم کے ساتھ جماعت کی شاندار بلکہ عدیم النظر روایات وابستہ تھیں۔ وہ ایک سادہ مزاج درویش صفت اور راسخ العقیدہ عالم دین اور رئیس کبیر تھے، جن کے دم قدم سے افریقہ حجاز، ہندوستان، اور پاکستان میں دین اور علم کی کتنی ہی خدمتیں انجام پا رہی تھیں۔

ان کی زندگی کا قالب عجیب وغریب تھا، اپنی ذات پر کم سے کم خرچ کرتے، تھے اور مذہب وملت کی ضرورتوں کے ہر گوشہ پر بے جھجک تلاش وجستجو میں رہتے تھے۔ مرحوم سے ہم لوگوں کے تعلقات کم وبیش چالیس سال سے تھے، اور ابتدا ہی سے ان تعلقات کا انداز کچھ ایسا ہو گیا تھا کہ بہت جلد نہایت عمیق روابط مہر ومحبت میں تبدیل ہو گئے۔ ابھی کل کی سی بات معلوم ہوتی ہے مرحوم پالنپور سے دارالعلوم دیوبند میں تحصیل علم کے لئے تشریف لائے تھے۔ یہ وہ وقت تھا کہ میں دارالعلوم سے نیا نیا فارغ ہوا تھا اور مستقل نشست و برخاست سورتی طلبہ کے علاوہ کسی کے یہاں نہیں تھی، اسی تقریب سے مرحوم سے پہلی ملاقات دارالعلوم کے احاطۂ باغ کے ایک کمرہ میں ہوئی، عمر مشکل سے ۲۰/۱۹ سال کی ہوگی مگر چہرہ پر ڈاڑھی خوب نمایاں تھی۔ مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری کی سخت وکرخت طبیعت سے نکل کر آئے تھے، اس لئے فطری سعادت مندی کے ساتھ اس طبیعت خاص کا بھی اثر ان پر

ظاہر تھا۔لکھ پتی ہونے کے باوجود سادہ وضع وقماش کے غریب طالب علم معلوم ہوتے تھے۔مولانا محمد اسماعیل کا چھوی مرحوم اور دیگر احباب کی وجہ سے چند ہی ہفتوں کے اندر ہم میں خوب بے تکلفی ہوگئی،اس سعادت پر مجھے ہمیشہ فخر رہے گا کہ سب سے پہلے میں ہی ان کوحضرۃ الاستاذ علامہ انورشاہ صاحب کی خدمت میں لے گیا۔حاجی صاحب ایک ہی ملاقات کے بعد حضرۃ الاستاذ کے حلقۂ خدام میں شامل ہوگئے،اور جیسے جیسے وقت گذرا، جذبۂ خدمت وعقیدت کا یہ رنگ پختہ ہی ہوتا چلا،گیا یہاں تک کہ سبقوں کے علاوہ اوقات کا بڑا حصہ حضرت مرحوم ہی کی خدمت میں گذرنے لگا۔تاسی باسوۃ الاستاذ کے ایسے نمونے کم ہی دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔کھانے پینے میں اٹھنے بیٹھنے میں چلنے پھرنے میں گفتگو اور بات چیت میں حضرۃ الاستاذ کے طور وطریق کی پیروی کرتے تھے۔

دیوبند کے محلّہ خانقاہ میں استاذ کا مکان جس شوق اور والہانہ جذبہ سے تعمیر کرایا،اس کی مثال بھی آنکھوں نے نہیں دیکھی،تعمیر کی ہر مد پر روپیہ پانی طرح بہاتے تھےاور خود اپنے سر پر اینٹیں اٹھا اٹھا کر لاتے تھے،اسی دوران میں دارالعلوم کی تاریخی تحریک شروع ہوگئی، پہلے ہم لوگ یعنی راقم الحروف،مولانا حفظ الرحمٰن مرحوم،مولانا بشیر احمد صاحب مرحوم،مولانا محمد بدر عالم صاحب مرحوم،مولانا محمد ادریس صاحب مرحوم،اکابر ثلاثہ حضرۃ الاستاذ مولانا محمد انورشاہ صاحب،حضرت والد ماجد مولانا عزیز الرحمٰن صاحب اور عم محترم حضرت مولانا شبیر احمد صاحب کی معیت میں حاجی صاحب مرحوم کی شادی میں شرکت کے لئے سملک ڈابھیل گئے،اور وہ مدرسہ بھی دیکھا جس میں ہمارا پورا قافلہ اقامت گزیں ہونے ہی والا تھا، پھر چند مہینوں کے بعد ہم سب اس مدرسہ میں جس کا نام اب جامعہ اسلامیہ ڈابھیل ہوگیا تھا منتقل ہوگئے، یہ تاریخی واقعہ ہے کہ حضرات اکابر کا ورودِ ڈابھیل مرحوم حاجی

صاحب ہی کے تعلق خاص کا نتیجہ تھا۔

حاجی صاحب کے والد ماجد حاجی موسیٰ میاں صاحب مرحوم اور مولانا محمد اسماعیل گارڈی صاحب کے والد ماجد حاجی ابراہیم گارڈی صاحب مرحوم سالہا سال تک جامعہ ڈابھیل کی ایک ایک ہزار روپے ماہانہ سے اعانت کرتے رہے، اور اس مستقل اعانت کے علاوہ بھی ہزاروں پاؤنڈ کی مدد کی۔

۱۳۵۲ھ میں حضرت شاہ صاحب کی وفات ہوئی تو ان کے متعلقین کی ایسی سرپرستی کی کہ شاگرد ہونے کا حق ادا کر دیا، آخر دم تک مستقل ماہانہ خدمت کرتے رہے، اور حضرت کے متعلقین کی ہر ضرورت انتہائی خلوص وعقیدت سے پوری کی۔ خود میرے ساتھ بھی خلوص وشفقت کا برتاو آخر وقت تک قائم رہا۔ دارالعلوم دیوبند اور جمعیۃ العلماء کی بھی مستقل خدمت کرتے تھے۔ مجلس علمی ڈابھیل، مجلس علمی کراچی اور ٹرانسوال اسلامی انسٹوٹ جوہانسبرگ مرحوم کے جذبۂ خیر کی مستقل یادگار ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان کی اہلیہ اور بچوں اور بھائیوں کو توفیق صبر ورضا سے نوازے۔ مولانا محمد میاں آج اس دنیا میں نہیں ہیں، مگر ان کے کارنامے ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

میں دارالعلوم دیوبند، جمعیہ العلماء اور ندوۃ المصنفین تمام ہمدردوں سے خاص طور پر مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہوں۔

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند جون ۱۹۶۳ء)

الحاج مولانا محمد میاں افریقی رحمہ اللہ

از: مولانا سید انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ

تقریباً چالیس سال کا عرصہ گذرتا ہے کہ گجرات کا ایک نوجوان طالب علم خوبرو، جوان رعنا، چوڑا چکلہ سینہ، کتابی چہرہ، بڑی بڑی آنکھیں، گنجان ابرو، رئیس زادہ، لیکن عادات و خصائل میں فقر پسند، دل کا غنی، دماغ کا بادشاہ، ایمان راسخ اور عمل صالح کی دولت لئے ہوئے دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوا۔

نو وارد نے دارالعلوم کے اساطین علم وکمال پر نظر ڈالی اور فطری کشش کی بنا پر اس کی نظر اس صدی کے ایک جلیل القدر علامہ، یادگار سلف، آیت من آیات اللہ سیدنا الامام مولانا انور شاہ کشمیری مرحوم پر جا ٹھہری۔ حضرت کا مثالی علم وفضل، زہد وتقوی جاذب شخصیت لوگوں کو اپنی طرف کھینچتی، لیکن مطالعہ کے انہماک اور درس وتدریس کے مشاغل نے ان کی شخصیت کے حدود اربعہ میں ایسے خاردار تار کھینچ دیئے تھے جس کی وجہ سے ان سے قریب ہونا ناممکن ہو گیا تھا۔ پھر فطری استغناء کی بنا پر اس کی کیا گنجائش تھی کہ گجرات کا ایک رئیس اور متمول شخص صرف اپنے مال ومنال کی وجہ سے قریب ہو سکے، لیکن قدرت کے طے شدہ فیصلوں کو کون بدل سکتا ہے'' الارواح جنود مجندة '' کا مظاہرہ اس کائنات کی کھلی چھاتی پر ہمیشہ اس طرح ہوتا رہا کہ مشرق ومغرب کے فاصلے، جنوب وشمال کی حد بندیاں، کالے گورے کی تمیز، عربی وعجمی کا امتیاز، اس میں کبھی بھی حائل نہ ہوسکا۔

بہر حال اس نوجوان نے بارگاہ انوری میں شوق ورغبت کے ساتھ قدم رکھا اور عجیب بات ہے کہ پہلے ہی لمحہ میں اپنی گوناگوں فطری صلاحیتوں سے شاہ صاحب مرحوم کے

خصوصی التفات کو حاصل کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ چالیس سال قبل کا تعلق شاہ صاحب مرحوم کی زندگی میں جس طرح قائم تھا، آج نصف صدی گذرنے کے باوجود شاہ صاحب مرحوم کی اولاد اور متعلقین سے اسی طرح قائم ہے، حالانکہ طوفان برق و باراں نے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیا، چٹانوں نے اپنی جگہ چھوڑ دی، سمندروں کی روانی خدا جانے کتنی بار رکی' رک کر بڑھی اور سیلاب کی شکل میں اسکول کو اجاڑتی ہوئی، عمارتوں کو گراتی ہوئی آگے نکل گئی۔ نئی عمارتیں بوسیدہ ہوگئیں، پرانے محلات کھنڈرات کی شکل میں منتقل ہوگئے۔ غرضیکہ کائنات کے گوشہ گوشہ میں تغیر وتبدل کے نشان ابھرے اور اپنے پیچھے آثار چھوڑتے ہوئے نکل گئے۔

لیکن گجرات کے اس نوجوان کا تعلق چالیس سال کے طویل عرصہ میں بھی اسی طرح جوان ویسا ہی شاداب وتازہ اور رنگین نظر آتا ہے' جس پر زمانہ کے انقلابات کا کوئی اثر نہیں، حوادث وتغیر کا کوئی تأثر نہیں، وہ اب ہندوستان سے بہت دور صحرائے افریقہ میں ہے لیکن اس کے دل کی دھڑکنیں مرحوم شاہ صاحب کے نام پر شروع ہوتی ہیں اور ان کے اہل و عیال کے غم ودلسوزی میں بڑھ جاتی ہیں۔ مسلمانوں کے زبوں حال طبقہ میں آج اس کا شمار ایک بڑے رئیس' زبردست متمول انسان کی حیثیت سے ہے، لیکن اس کی سعادت، نجابت کریم النفسی، غربت پسندی میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا، اس کے لئے آج بھی سب سے بڑا امتیاز یہ ہے کہ وہ دامان انوری کا ایک خوشہ چیں اور بارگاہ انور کا ایک ادنی خادم ہے' جو اپنی پوری سعادت کے ساتھ دین دنیا کا حامل، آخرت کے توشہ نجات کی علامت، کامرانی کا نشان اپنے استاذ کا تعلق سمجھتا ہے، یہ کون ہے؟ قلم نے جس کے متعلق بہت کچھ لکھنے کے باوجود فیصلہ کیا ہے کہ نہ اس کا مکمل تعارف اور نہ اس کی اولوالعزمیوں کی صحیح تصویر کھینچی

جاسکی۔ یہ شخصیت مولانا محمد میاں ابن موسی میاں سملکی مقیم حال افریقہ کی ہے۔ان کے متعلق مختصر یہ کہ مرحوم حضرت شاہ صاحب کا جب سانحہ پیش آیا ان کی ساری اولاد کم عمر اور پرورش وتربیت کی محتاج تھی اور دولت جو کشمیر کے ایک عالم نے چھوڑی تھی اس کی تفصیل یہ ہے کہ غسل کے لئے جب لباس اتارا جارہا تھا تو دو روپۓ چاندی کے کھدر کی بنڈی کی جیب سے نکلے تھے، اس کے علاوہ نہ کوئی سرمایہ تھا نہ دولت متاع تھی، نہ مال وزر، زمین کے قطعات تھے نہ سامان واشیاء کے انبار، اس بے کسی بے سروسامانی کے عالم میں ایک بیوہ اور پانچ بچوں کو بے بسی کے منھ میں ڈال کر اس خاکدان ارضی سے کشمیر کا یہ عظیم انسان اٹھا، اور اگر غور سے کام لیا جائے تو یہی ہونا بھی چاہئے تھا، اگر فاطمہ رضی اللہ عنہا کے والد ماجد روحی فداہ ﷺ اس کائنات سے اس طرح تشریف لے جاسکتے ہیں کہ نہ اثاثہ نہ ترکہ نہ دولت کے انبار اور نہ گرانمایہ اشیاء کے ذخیرے، تو بلاشبہ علماء کے خیل میں اس شخص کو محمد رسول اللہ ﷺ کی نیابت وخلافت کا کوئی حق نہیں ہے، جس نے اپنے پیچھے متاع دنیوی کے ذخیرے چھوڑے ہیں۔

بہرحال مجھ کو تو یہ کہنا تھا کہ حضرت مرحوم شاہ صاحب کے سانحہ وفات کے بعد مسبب الاسباب کی چارہ سازیوں کے قربان کہ بے کسی و بے بسی میں راحت وآرام کی جو سبیل پیدا فرمادی خدائے کائنات کے بعد اپنی زندگی کی پوری عمارت میں صرف دو ہی ہاتھ نظر آتے ہیں ایک والدہ صاحبہ محترمہ اور دوسرے انہیں حاجی محمد میاں صاحب کی شخصیت' جن کی عنایت اور جن کے تعاون نے قدم قدم پر ساتھ دیا اور زندگی کی ہر ضرورت میں اپنی شاندار روایت کے ساتھ سامنے آئی۔

سوچنے اور غور کرنے کے باوجود زندگی کے تمام نشیب وفراز مراحل میں ایک موقع بھی

ایسا یاد نہیں آتا کہ اس مخیرّ انسان کی عنایت سے ہم محروم رہے ہوں،شادی وغمی،خوشی و ناخوشی، بیماری وصحت،ضرورت اور بے ضرورت جب کبھی بھی نظر اٹھی تو مولانا محمد میاں کی چشم برراہ تھی کہ گویا ہمارے ہی چشم ابرو کے انتظار میں ایک بامروت انسان کی جیب میں یہ دولت عارضی لمحات گزار رہی تھی۔اور پھر یہ داد و دہش کا معاملہ صرف ہمارے ہی ساتھ نہیں تھا، بلکہ ان تمام لوگوں پر جودوکرم کی یہ بارش ہوتی رہی جن کے متعلق ذرا بھی یہ معلوم ہوگیا کہ یہ شاہ صاحب سے تعلق رکھنے والے یا ان کے پسماندگاں سے روابط رکھتے ہیں۔

حضرت مولانا محمد اعزاز علی صاحب نے راقم الحروف کو درس دیا،معاوضہ حاجی صاحب کی جیب سے ادا ہوتا۔اور تو اور پچھلے سال ہی صرف اس تمہید کے ساتھ اپنے محلّہ کی شکستہ مسجد کی تعمیر کی طرف توجہ دلائی کہ یہ وہی مسجد ہے جس میں شاہ صاحب پنج گانہ نماز ادا فرماتے تھے،عریضہ کے تحریر کی دیر تھی کہ پانچ سو کی خطیر رقم اس کام کے لئے بھی مل گئی۔ دیوبند میں انوریہ لائبریری مرحوم حضرت شاہ صاحب سے ایک انتساب رکھتی ہے، یہی انتساب وتعلق حاجی محمد میاں صاحب کے لئے کشش وجاذبیت کا باعث ہے،سال کے کسی نہ کسی حصہ میں اتنی امداد اس دارالمطالعہ کی ضرور ہوجاتی ہے جس سے اس کا وجود قائم رہے،

ان تمام احسانات کی حسن سلوک میں سب سے زیادہ نمایاں خدمت اور جلی عنوان سے لکھی جانے والی کوشش جو حاجی صاحب کی ہے یہ ہے کہ آپ نے علامہ کشمیری کے علوم و معلومات کو منظر عام پر لانے کی جدو جہد اس طرح کی کہ اس میں اپنا تن، من، دھن سب کچھ لگا دیا۔میں نے جیسا کہ عرض کیا کہ والد محترم حضرت شاہ صاحب جن حالات میں چھوڑ کر رہ گذر راہ عالم جاودانی ہوئے تھے،ان کٹھن حالات اور پرآشوب لمحات میں کیا امکان تھا کہ ان کے علوم کے خزانوں کو جن کو وہ کاغذ کے انبار میں چھپا کر چلدیئے تھے،

چھاپ کر دنیا کے سامنے ہم پیش کر سکیں، لیکن دامان انوری کے اس قابل فخر تلمیذ نے مرحوم استاذ کے ایک ایک لفظ کو اس طرح ڈھونڈا' جس طرح خرمن کے انبار سے دانہ دانہ چن کر کھڑے کئے جاتے ہیں۔ایک پوری مجلس علماء قائم کی، فضلاء اور علماء کو جمع کیا اور حضرت شاہ صاحب کے نوادرات کو کتابت وطباعت کے اعلی معیار کے ساتھ شائع کیا، اور اس طرح آج دنیا کو حضرت شاہ صاحب مرحوم کے با کمال شخصیت سے براہ راست واقف ہونے کا موقع بہم پہنچایا۔''مشکلات القرآن'' ''فیض الباری'' اور مختلف مسائل پر مرحوم کے قلم سے لکھی ہوئی تالیفات اگر آج سامنے نہ ہوتیں تو بلا شبہ حضرت شاہ صاحب کی محیر العقول شخصیت کے بہت سے گوشے چھپ کر رہ جاتے، اور مستقبل کے مؤرخ کو اس پیکر علم وکمال کے زاوئے ٹھیک کرنے میں بڑی دشواری پیش آتی۔

آج ''فیض الباری'' کو دیکھنے کے بعد ایک صاحب بصیرت فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس صدی کے اوائل میں کشمیر کی مردم خیز زمین سے ایسا با کمال انسان پیدا ہوا تھا جس کی حدیث کے تمام گوشوں پر نظر' ابن تیمیہ ابن حجر ابن عبدالبر سے کم نہ تھی۔دقت نظری میں اس کا وجود ابن دقیق العید کا نظیر تھا، اور ادب میں ابوالعلامعری کی حذاقت حاصل تھی۔پھر وہ حدیث کے غوامض میں ایک ایسا نقطۂ نظر رکھتا تھا کہ جس کی مثال اگلے اور پچھلوں میں نایاب ہے۔مشہور ہے کہ فقہ شافعی کی تائید بیہقی سے ہوئی، لیکن مستقبل کا دیانتدار مؤرخ اپنے قلم سے لکھے گا کہ حنفیہ کی نصرت انور شاہ کی وجود گرامی کا مرہون منت ہے۔

اسی طرح ''مشکلات القرآن'' پر ایک صاحب نظر' نظر ڈالنے کے بعد بآسانی فیصلہ کر سکتا ہے کہ اس کتاب کے مؤلف کو قرآنی علوم میں وہی درک حاصل ہے جو رازی وآلوسی ابن حجر وابن کثیر کا مخصوص حصہ ہے۔اگر ان تالیفات اور دوسری تصانیف کو مولانا محمد میاں

کی جدو جہد منظر عام پر لانے کا اہتمام نہ کرتی تو بلا خوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ حضرت شاہ صاحب کے نادر علوم کا بڑا حصہ عام نظروں سے چھپ کر رہ جاتا اور یقیناً شاہ صاحب کو سمجھنے اور پڑھنے کا موقع ہرگز نہ ملتا۔ ان تمام کوششوں کے نتیجہ میں جو شاہ صاحب مرحوم کی تالیفات کے سلسلہ میں مولانا ممدوح نے کی ہیں یقیناً، وہ علمی دنیا کے ایک زبردست محسن ہیں، اور مستحق ہیں کہ پوری دنیا ان کو ان کے تابناک کارناموں پر خراج تحسین ادا کرے۔

حضرت شاہ صاحب سے ہٹ کر ہندو پاکستان کا کوئی ایسا ممتاز عالم نہیں جو ان کے جود وکرم کے دستر خوان سے زلہ ربائی نہ کرتا ہو، کسی عالم کی جیب ایسی نہیں جو ان کی دادودہش سے بوجھل نہ ہو۔ سینکڑوں مصنفین ہیں جن کی تالیفات سامنے نہ آسکتیں اگر وہ امداد نہ کرتے، اور علوم کے بے بہا بہت سے ایسے خزانے تھے جو مدفون ہی رہ جاتے اگر حاجی صاحب کا سرمایہ حرکت میں نہ آتا، اس لئے بھی علمی دنیا پر ان کے احسانات کا ایک ایسا بوجھ ہے، جن کی گرانباری سے تمام ہی علم دوست افراد ورجال کی گردنیں دبی ہوئی ہیں۔

لیکن اس سلسلہ کی ابھی کچھ خدمات باقی ہیں، اور خدا کرے کہ حاجی صاحب موصوف ہی کی زندگی میں اور انہی کے اہتمام وانتظام سے یہ کام پایۂ تکمیل تک پہنچ جائے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ علامہ کشمیری مرحوم کی تالیفات ایجاز واختصار، تبحر اور جامعیت کی وجہ سے تقریباً ناقابل حل ہیں، اردوداں طبقہ تو درکنار اچھے اچھے فضلاء اور علماء بھی ان کو حل نہ کر سکے۔ شاہ صاحب مرحوم کی تدریس کی طرح ان کی تصانیف کے بھی صحیح مخاطب فی الواقع بڑے ذی استعداد اور صاحب رسوخ علماء ہی ہیں۔ اس وجہ سے بڑی ضرورت اس بات کی ہے کہ مستعد اہل علم جو مرحوم ہی کے علم شناس تلامذہ میں سے ہوں، یکجا ہو کر ان کی تمام تصانیف کو اردو میں سہل انداز وعصری لب ولہجہ میں منتقل کر دیں۔ اس سے مرحوم کی

نادر تالیفات کی افادیت بھی وسیع تر ہوجائے گی، اور اردو داں طبقہ کو بھی آپ کے بے پایاں علم وکمال سے تھوڑا بہت تعارف ہوجائے گا' خصوصا ''فیض الباری'' اور ''مشکلات القرآن'' کا اردو ترجمہ اور تسہیل اگر ہوجائے تو بھی آئندہ کے لئے حضرت شاہ صاحب کے علوم و معارف محفوظ ہوجائیں گے۔اسی طرح ''مشکلات القرآن'' کی جلد ثانی اور ''آثارالسنن'' کا حاشیہ جو حضرت علامہ کشمیری کے قلم کا شاہکار ہے شائع ہوجانا چاہئے۔علم دوست حلقے الحاج مولانا محمد میاں صاحب سے بجا طور پر اس کی توقع رکھتے ہیں کہ یہ اہم امور جو مرحوم سیدنا الامام کی علمی زندگی اور ان کے کارناموں کی حفاظت کے اسباب ہیں' جلد از جلد تکمیل کی حدود میں داخل ہوسکیں گے۔اگر یہ کام اور اہم خدمت مولانا موصوف نے اپنے ذوق وشوق سے انجام دئے تو علم پروری اور استاذ نوازی اور مآثر استاذ کی حفاظت کے دروبست کی تاریخ میں ان کا نام نامی ہمیشہ کے لئے محفوظ رہے گا والامر بید الله۔

بہرحال یہ تو ایک ضمنی بات تھی جو نوک قلم پر بے اختیار آگئی، ورنہ کچھ باتیں میں مولانا ممدوح کے اسی تعلق کے سلسلہ میں عرض کررہا تھا' جو ان کو اپنے استاذ مرحوم سے رہا کیا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ رحمہ اللہ (مرشد حضرت مجدد الف ثانی) کے بارہ میں مشہور ہے کہ ان کا ایک نان بائی خواجہ صاحب کی توجہات خصوصی کے نتیجہ میں شکل وصورت اور خدو خال میں بھی خواجہ صاحب سے اس درجہ مشابہ ہوگیا تھا کہ ایک آدمی کو دونوں میں امتیاز کرکے خواجہ صاحب پر انگلی رکھنا اور ان کے مثنی کو ان سے جدا کرنا دشوار تھا۔یہ واقعہ صحیح ہو یا غلط، لیکن اس کے امکانی پہلو سے کم از کم مجھ کو انکار نہیں ہے۔

۱۹۴۷ء کے بعد جب بمبئی میں جمیعۃ العلماء کا اجلاس ہورہا تھا' تو اس میں مولانا محمد

میاں صاحب نے شرکت فرمائی تھی، ان کو دیکھ کر جناب مولانا قاری محمد طیب صاحب نے بے اختیار فرمایا تھا کہ: اب حاجی صاحب میں اور مرحوم حضرت شاہ صاحب میں معنوی مشابہت کے ساتھ ظاہری مشابہت بھی اس درجہ پیدا ہوگئی کہ حاجی صاحب شاہ صاحب کا عکس نظر آتے ہیں۔

پچھلے دنوں ان کی ایک تصویر ان کے صاحبزادے کے پاس دیکھ کر بہت سے لوگوں کو شبہ ہوا کہ یہ حضرت مرحوم کا عکس تو نہیں؟ گہرے تعلق اور قلبی ارادات کی پرچھائیاں باطن سے پھوٹ کر اگر جسم کے ظاہری حدود پر آجائیں تو اس میں استعباد کیا ہے؟

مدت ہوئی کہ ذیابیطس کے مرض میں مبتلا ہیں، اور افسوس ہے کہ اسی مرض کے نتیجہ میں بصارت سے محروم ہوگئے، لیکن دل کی آنکھیں بدستور روشن ہیں، بلکہ ان کی بصیرت و بینائی اور بڑھ گئی، دلی روشنی کے ساتھ قلب منور بڑی دولت ہے، جس سے بحمداللہ مولانا ممدوح کا دامن لبریز ہے۔

شباب کے ابتدائی دور میں شگفتگی، بذلہ سنجی، دوست نوازی، مجلس طرازی ان کے اوصاف خصوصی تھے، اب بڑھاپے میں سنجیدگی اور متانت، وقار و وجاہت نے ان کی زندگی کے بہت سے گوشوں میں اپنا عمل دخل کرلیا ہے۔

دوست نوازی اب ہے لیکن اس کی صورت اب بدل گئی یعنی وہ اس کی تلاش میں رہتے ہیں کہ احباء کی امداد کس طرح سے کی جائے، اور ان کی ضروریات کو لطیف انداز میں پورا کرنے کا موقع کیونکر حاصل ہو۔ سخاوت دریادلی تک پہنچ گئی اور فیاضی نے سمندر کی روانی کو شرمندہ کردیا۔

کہا جاتا ہے کہ اگر حضرت مولانا انور شاہ صاحب اس آخری صدی میں اپنی عبقریت

کے ساتھ ہندوستان میں پیدا نہ ہوتے تو عربوں کے حافظے، عجمیوں کی ذکاوت، یونان کے فلسفہ اور کشمیر کی ذہانت کو باور کرنا مشکل ہوتا اور بالیقین محدثین کے محیر العقول حافظہ کی داستانیں طبع زاد افسانے معلوم ہوتے، لیکن شاہ صاحب کو دیکھنے کے بعد اب ان حقائق کو تسلیم کرنے میں کوئی اشکال نہیں ہوتا۔ اسی طرح میرا اپنا خیال ہے کہ اگر اس دور میں مولانا الحاج محمد میاں سملکی کا وجود باوجود اپنی نظر سے نہ دیکھ لیا ہوتا تو حاتم کی سخاوت کی داستانیں اور معن بن زائدہ کی فیاضی کے افسانے' افسانے ہی معلوم ہوتے۔ پس استاذ اور شاگرد دونوں اپنے اپنے دائرہ میں ایک انوکھا نمونہ اور موجودہ دور میں انفرادیت کے حامل ہیں۔

راقم الحروف غرض و اغراض کی جکڑ بندیوں سے دور رہنا چاہتا ہے، نہ یہ قصیدہ منثور اور نہ حسن طلب کا کوئی نرالا انداز۔ صرف ان کی معارف پروری اور علماء نوازی کے تقاضے دل پر بہت دنوں سے محسوس کر رہا تھا، بارہا ان تقاضوں سے صرف نظر کی، لیکن اب قلم نے مجبور ہو کر جو کچھ لکھا خدا بہتر جانتا ہے کہ وہ ہر طمع اور آز کی آلائشوں سے پاک ہے۔

علمی حلقوں کو موصوف کی صحت عمر اور زندگانی کی دعا کرنی چاہئے کہ ان کی علمی خدمات کا صلہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے۔ ع

تم سلامت رہو ہزار برس

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند، جون ۱۹۵۹ء)

الحاج مولانا محمد میاں سملکی رحمہ اللہ

الحاج مولانا محمد میاں سملکی رحمہ اللہ سملک جوڈابھیل سے بالکل متصل بستی ہے، وہیں کے باشندے تھے۔ خاندانی طور پر زمین و جائداد کے مالک۔ ان کے والد آج سے ایک صدی قبل افریقہ منتقل ہوگئے، پھر خدا تعالی نے وہ دولت عطا فرمائی کہ دوکان، فرم، مکانات، فیکٹریاں بلکہ سونے کی کان تک کے مالک رہے۔

مولانا محمد میاں دارالعلوم پڑھنے کے لئے آئے اور دو شخصیتوں کے عاشق زار بن کر رہ گئے، ایک والد مرحوم اور دوسرے حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب۔

ان کی غیر معمولی ثروت و دولت کی وجہ سے والد ماجد کو ایک حد تک ان سے بعد تھا، ادھر یہ عاشق سوختہ جگر، برائے تقریب عم محترم مولانا سیف اللہ شاہ صاحب سے تعلق کی پینگیں بڑھائیں، چچا ان کے رفیق درس اور والد کے ساتھ کمرہ میں رہتے۔ اس تمہید کے بعد والد مرحوم سے قریب ہوئے اور اس قدر قریب کہ دونوں کا تعلق دیدنی تھا، افریقہ روانہ ہونے لگے تو مشایعت کے لئے والد نے دہلی تک سفر کیا، اسٹیشن پر دونوں ایک دوسرے سے باچشم نم نہیں، بلکہ اشکبار آنکھوں کے ساتھ بغل گیر ہوئے۔ حاجی صاحب افریقہ پہنچے لیکن استاذ کی یاد نے بے قرار رکھا اور پھر بعجلت واپس ہندوستان آگئے۔

طبیعت عجیب پائی تھی دھوپی ان کے کپڑے دھوتا کبھی کچھ مانگتا تو نئے ڈھاکہ کی چکن کا کرتہ، چھالٹی کا پائجامہ، چلغوزوں و بادام سے لبریز تھیلیاں، بلکہ عیدالاضحیٰ پر فربہ بکرا دے ڈالتے، کبھی حساب پر اترتے تو ایک ایک کپڑے کی دھلائی پوری کشمکش کے ساتھ دیتے۔ اسٹیشن پر قلی سامان اٹھانے کے لئے لمبی اجرت مانگتا تو بڑے بڑے بستر خود ہی سر پر اٹھا کر ایک پلیٹ فارم سے دوسرے پلیٹ فارم پر چلے جاتے اور اسی وقت چائے مع فواکہات

ڈبہ کے مسافروں کو بھی پلا دیتے۔ والد مرحوم کی شدید ڈانٹ ڈپٹ کو لقمۂ حلال سمجھ کر بہ بشاشت قلب ہضم کر جاتے۔ میری ہمشیرہ راشدہ خاتون نے بچپن میں گڑیا کی شادی کی تو حاجی صاحب نے رئیسانہ جہیز کی تیاری کی۔ بازار سے کمخواب واطلس اور بنارس کی مشہور پوت گزوں کپڑا خرید کر لائے، سوء اتفاق کہ معصوم بہن اس جہیز کو لے کر گھر میں داخل ہو رہی تھی تو والد ماجد عصر کی نماز کے لئے وضو فرما رہے تھے نظر پڑ گئی، بچی سے سوال کیا، انہوں نے گبھرا کر سب کچھ بتا دیا، اسی وقت حاجی صاحب کو حکم ہوا کہ: یہاں سے نکل جائیں، یہ صاحب اپنی ثروت سے ہمارا علم خرید نا چاہتے ہیں۔

مولانا بدر عالم صاحب نے مجھ سے فرمایا کہ بارہا ان کی معرفت حضرت شاہ صاحب نے حاجی صاحب کو پیغام پہنچایا کہ آپ ہمارے پاس سے چلے جائیں، کہیں لوگوں کا یہ خیال نہ ہو کہ ہم نے آپ کو آپ کے تمول کی وجہ سے اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔

والد کی وفات کے بعد انہوں نے ہی ہماری پرورش کی، اور بعالم اسباب ہمارے رگوں میں دوڑنے والا خون حاجی صاحب کی دولت سیال ہے۔ گھر میں بیماری ہوتی یا کوئی تقریب، علیحدہ سے اس کے اخراجات بھیجتے۔ ہر عیدالاضحیٰ کے موقع پر والد مرحوم کے لئے ایک بکرے کی قربانی کرتے، یہ معمول ان کی اولاد نے بھی محفوظ رکھا۔

مجلس علمی ڈابھیل کو قائم کیا تا کہ اس سے اپنے محبوب استاذ کی تصانیف شائع کی جائیں اور بلاشبہ شاہ صاحب کی تصانیف کو محفوظ کر گئے۔

مجھے اور میرے برادر اکبر مولانا ازہر شاہ صاحب قیصر کو خطوط لکھتے تو ان میں توبیخ تہدید، شفقت آمیز تنبیہ وانتباہ ہوتا، بری باتوں پر ڈانٹتے، کوئی اچھی خبر پہنچتی تو بڑے بھائی کے انداز میں انعام دیتے۔ خوب یاد ہے کہ میرا سب سے پہلا مضمون شائع ہوا تو ایک سو

چھ روپے کا منی آرڈر بطور انعام ان کی جانب سے موصول ہوا۔ والدہ مرحومہ نے حج کی تمنا ظاہر کی تو دو سوالات قائم کئے: اول یہ کہ آپ تمام عبادات کا اہتمام کرتیں ہیں؟ دوسرے یہ کہ اگر حج کا شوق دامنگیر ہے تو کتنی رقم پس انداز کی ہے؟ اس کے باوجود فرسٹ کلاس سے ان کے حج کا انتظام کیا۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کے لئے برادر اکبر نے کسی پریشانی میں سفارش کی تو صاف انکار کر دیا کہ وہ پارلیمنٹ کے ممبر ہو چکے ہیں، اب ان کی مالی امداد جائز نہیں۔ خود کو دولت پر من جانب اللہ نگراں باور کرتے۔ غیر مناسب جگہ کسی خرچ کے لئے تیار نہ ہوتے۔ ہم کوئی واقعی مصرف لکھ دیتے تو اس کا تکفل فرماتے ہوئے ہمیں بھی انعام سے سرفراز فرماتے کہ تم نے ایک حقیقی مصرف کی نشاندہی کی۔

وفات ہوئی تو اسی ظلوم وجہول نے خواب میں دیکھا کہ بہشت بریں میں ہیں اور فرمارہے ہیں کہ: یہاں میرے بہت سے بینک ہیں۔ ساٹھ اور ستر کے درمیان ذیابیطس میں مبتلا ہو کر بینائی سے معذور ہوئے، پھر جان، جانِ آفریں کے سپرد کی۔ استاذ شاگرد کے مخلصانہ تعلق کی یہ زرین داستان اور پوری تاریخ میں یہ بے نظیر شخصیت انشاء اللہ محفوظ رہے گی۔ برد اللہ مضجعہ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الجمعہ ۴؍ جمادی الاول ۱۳۷۱ھ ا؍ فروری ۱۹۵۲ء

برادر محترم زیدت معالیکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

الحمد للہ یہاں امن و عافیت ہے، امید و دعا ہے کہ آپ سب بخیر و عافیت ہوں۔ آپ کے گرامی نامہ سے محترمہ والدہ صاحبہ کے خواب کی بشارت مسرت بخش ہوئی، فللہ الحمد

جزاکم اللہ۔آپ نے اطلاع فرما کر ممنون کیا۔امید کہ اب بہن راشدہ سلمہا اور اہلیہ برادر حافظ محمد ازہر شاہ سلمہ صحت یاب ہو گئے ہوں گے،عافاکم اللہ و حفظکم جمیعا۔

گذشتہ جمعہ کو بھائی حافظ ازہر شاہ سلمہ کے پتہ پر سولہ پاؤنڈ کا منی آرڈر بھیجا ہے جو انشاءاللہ وصول ہو گیا ہوگا۔اس میں چار پاؤنڈ بھائی محمد ازہر شاہ صاحب کے لئے اور چار پاؤنڈ آپ کے لئے ہے، بقیہ آٹھ پاؤنڈ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی مدظلہ کی خدمت میں ہدیہ پیش فرمادیں۔مولانا مدظلہ کے علمی مضامین رسالہ دارالعلوم ،الفرقان، برہان وغیرہ میں شوق سے پڑھتا ہوں۔اللہ تعالی نے ان مضامین سے بہت فائدہ بخشا ہے۔ شکریہ وسلام وادعیہ خالصہ کے ساتھ یہ مبلغ پیش فرمادیں۔مولانا کا پورا پتہ انگریزی میں لکھ بھیجیں ولکم جزیل شکری۔بھائی ازہر شاہ قیصر سلمہ کو یہ عریضہ دے کران سے میرے لئے اس کام کی امداد لیں،مولانا صاحب مدظلہ سے ان کے تعلقات ہیں۔

ازیں پیش حضرت والدہ صاحبہ کا عنایت نامہ صادر ہوا تھا،گھر میں سے میری والدہ صاحبہ، والدہ عبداللہ سلمہا سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔اب الحمدللہ سب اچھے ہیں۔

بھائی حافظ ازہر سلمہ، ماموں صاحب، بہن راشدہ سلمہا و مولانا سید محمد ادریس صاحب کی خدمت میں سلام مسنون۔بواپسی اپنے تعلیمی حالات کی اطلاع فرمائیے گا۔

والسلام واللہ یسلمکم

احقر محمد ابن موسی میاں عفا اللہ عنہما

عزیز محترم بارک اللہ لکم..... وجمع بینکما خیر

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

امید و دعا کہ اس عریضہ کے پہنچنے سے پہلے آپ کی شادی خانہ آبادی بخیر وخوبی و برکت

ہوچکی ہوگی۔ اللہ جل ذکرہ ہرطرح کامیاب وبابرکت فرماوے، اللهم اجعلها قرة العيون وراحة القلوب واخرج منكما ذرية مباركة طيبة۔

گذشتہ ہفتہ میں سولہ پاؤنڈ کا منی آرڈر روانہ ہوا ہے، وصول وقبول فرما کر نوازیں، نصف ولیمہ کے لئے ہے، اور نصف دلہن کے لئے ہدیہ شادی مبارک ہے، سلام مسنون تہنیت و تبریک کے ساتھ پہنچادیں۔ ولكم جزيل شكری۔

محترمہ والدہ صاحبہ، بھائی حافظ محمد ازہر صاحب، ماموں جی صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

والسلام، والله يبارك فيكم

احقر محمد ابن موسیٰ میاں عفا اللہ عنہما

الاثنین ۴ / رجب ۱۳۷۴ھ

مخلص ومحبّ محترم دامت مکارمکم

السلام عليكم و رحمة الله و بركاته

محترمہ والدہ صاحب سلمہا اور آپ کے گرامی نامہ سے خیر وعافیت معلوم ہوکر اطمینان ہوا، فلله الحمد۔

آپ حضرات نے عزیزان موسیٰ میاں وآمنہ سلمہا کے ساتھ جو محبت وشفقت فرمائی، اس کے لئے ہم سب شکر گذار ہیں، يجزيكم الله خيرا و يزيدكم فضله۔ الحمدللہ یہاں خیر وعافیت ہے۔

''حیات انور'' کے پڑھنے سے یہ احساس بڑھ گیا کہ ہنوز حضرت کے مخطوطہ تبرکات مختلف جگہ ناقدری سے بکھرے ہوئے ضائع ہورہے ہیں، کیا اچھا ہوا اگر آپ توجہ فرماکر

خصوصا چھٹیوں کے ایام میں ان کو جمع و مرتب فرما کر ضائع ہونے سے بچالیں۔ اللہ تعالی نے آپ کو علمی استعداد سے نوازا ہے، آپ پر حق بھی ہے، اور علمی مشغلوں سے یہ کام بہت مقدم و بہتر ہے۔ مجھے معلوم ہے کہ ''آثار السنن'' کا ایک نسخہ حضرت کے پاس تھا جس پر حوالے اور مضامین تحریر فرمایا کرتے تھے، وہ ضرور کہیں گھر میں ہوگا۔ اسی طرح اور کتابیں اور مسودے، مضامین، خطوط وغیرہ بھی کہیں دبے پڑے ہوں گے۔ حضرت کی اپنی بہت سی کتابیں تھیں، اور دارالعلوم کے کتب خانہ کی کتابیں بھی پاس ہوتی تھیں، ان پر بھی بہت کچھ لکھا ہوا ملے گا۔ بہتر ہے کہ حضرت مولانا اعزاز علی صاحب، مولانا سید محمد ادریس صاحب، مولانا سید احمد رضا سلمہم سے مشورہ لے کر اس کام کی طرف فوری توجہ فرمائی جائے، واللہ یکون فی العون۔ اگر کتابوں کی فہرست تیار ہوجائے تو ایک نقل یہاں بھی بھیجئے گا۔

مؤرخہ ۲۲؍فروری کو آٹھ پاؤنڈ کا منی آرڈر آپ کے لئے ہدیہ روانہ ہوا ہے، وصول و قبول فرما کر نوازیں، ولکم الفضل والمنۃ۔

محترم بھائی حافظ محمد ازہر شاہ صاحب سلمہ کے لفافوں سے ان کی اپنی علالت اور اب اخیری مکتوب میں مکرمہ اماں جی صاحبہ سلمہا کی ناسازگی طبیعت کے احوال معلوم ہوکر پریشانی ہوئی، امید و دعا اس عریضہ کے پہنچنے تک دونوں مخدوموں کی صحت اچھی ہوگئی ہوگی۔

یہاں سے محترمہ والدہ صاحبہ، اہلیہ و مریم سلمہا اماں جی صاحبہ مخدومہ کی خدمت میں سلام لکھواتے ہیں۔ بچوں کے لئے پیار و دعا، والسلام۔

الحمدللہ حضرۃ الاستاذ کی یاد بہت تازہ ہے، لیکن ان کی کوئی تصویر میرے پاس نہیں۔

احقر: محمد ابن موسی میاں عفا اللہ عنہما

الحاج مولانا محمد ابن موسی میاں رحمہ اللہ

از: مولانا سید محمد ازہر شاہ صاحب قیصر رحمہ اللہ

علمی اور دینی دنیا میں یہ خبر بہت رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ الحاج مولانا محمد ابن موسی میاں جو اپنی خصوصیات علمی، مکارم اخلاق اور فضائل عمل کے لحاظ سے جنوبی افریقہ میں ایک مثالی زندگی رکھتے تھے: ۱۷/ذیقعدہ ۱۳۸۲ھ کو انتقال فرما گئے۔

مولانا مرحوم دارالعلوم کے فاضل قدیم اور امام العصر مولانا سید انور شاہ کشمیری کے تلمیذ خاص تھے۔ زمانۂ طالب علمی ہی سے آپ کو اپنے استاذ محترم مرحوم سے ربط خاص تھا' جو اخیر عمر تک قائم رہا۔ آپ نے اپنے استاذ مرحوم کی تصانیف کو چھاپنے اور شائع کرنے میں بہت بڑی جد وجہد کی اور استاذ کے ایماء اور اشارہ پر قدیم مصنفین ومفکرین امت کی نایاب تصانیف کو بھی مستند علماء سے ایڈٹ کرا کر بصرف کثیر شائع کیا۔ چنانچہ استاذ مرحوم کے ''حاشیہ آثار سنن''، ''مسند حمیدی''، ''مصنف عبد الرزاق''، ''مصنف ابن شیبہ'' یہ وہ لمبی چوڑی کتابیں ہیں جنہوں نے مولانا مرحوم کی توجہ سے نئی زندگی پائی۔

مولانا ایک کروڑ پتی خاندان کے فرد ہونے کے باوجود ٹھوس علمی مذاق اور اپنی ذاتی زندگی میں درویشی اور فقیری کی شان رکھتے تھے۔ علوم دینی کی اشاعت مدارس وطلبہ کی امداد اور غریبوں کی خدمت میں لاکھوں روپے صرف کئے۔ سخاوت اور فیاضی کا یہ عالم تھا کہ کوئی ضرورت مند ان کی امداد سے محروم نہیں رہا، اور وضع داری کی یہ کیفیت کہ جس کسی شخص سے ایک دفع تعلق قائم ہو گیا اسے عمر بھر قائم رکھا، اور حالات کے اتار چڑھاؤ کے باوجود ان کی وضعداری میں فرق نہ آیا۔ ڈھونڈ ڈھونڈ کر علماء صلحاء کی خدمت فرماتے تھے، اور اس خاموشی کے ساتھ کہ ایک ہاتھ کے سوا دوسرے کو خبر نہیں ہوتی تھی۔ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، مجلس علمی

کراچی اور واٹر فال انسٹی ٹیوٹ جوہانسبرگ تو آپ کی وہ علمی دینی یادگار ہیں جن کی بنیادوں کو مستحکم کرنے میں مولانا مرحوم نے اپنا بہترین حصۂ عمر اور لاکھوں کا مالی سرمایہ صرف کیا، لیکن ویسے بھی ہندوستان اور حجاز مقدس کے سبھی علمی و دینی اداروں کو آپ کی بڑی امداد تھی۔ بہترین علمی استعداد کے مالک تھے، باوجود یہ کہ درس وتدریس کا شغل نہیں تھا، مگر چونکہ مطالعہ علمی کے شائق تھے اس لئے ہمیشہ ان کا علم تازہ رہا۔

اپنے استاذ حضرت مولانا سید انور شاہ صاحب کی شخصیت اور ان کے علوم اور ان کے خاندان اور افراد بیت کے زندگی کے ہر دور و مرحلہ میں خیر خواہ اور خیر اندیش تھے۔

مولانا مرحوم سالہا سال سے ذیابیطس میں مبتلا تھے جس نے پورے جسم کو کھوکھلا کر دیا تھا، مگر یہ توفیق الٰہی کی بات ہے کہ اتنے شدید مرض اور کمزوری کے باوجود آپ کے دینی و علمی مشاغل میں کوئی فرق نہیں آتا تھا۔ نمازوں اور روزوں کا آپ کو بہت اہتمام تھا اور آخری وقت تک نماز پابندی سے ادا فرماتے رہے۔

ان کا انتقال پوری علمی اور دینی دنیا کے لئے بڑا حادثہ ہے۔ حق تعالیٰ مولانا مرحوم کی نیکیوں کو قبول فرماویں، اور انہیں اعلیٰ علیین میں جگہ دیں، ان کے صاحبزادگان اور اہل خاندان کو صبر جمیل اور مولانا مرحوم کے امور خیر کو جاری رکھنے کی توفیق دیں۔

مجلس علمی کے ذریعہ جو کام ہو رہے ہیں ہم ان کے صاحبزادگان کو خصوصی طور پر ان کی طرف توجہ دلائیں گے، یہ علمی اور تصنیفی کام مولانا مرحوم کے برادران مکرم اور صاحبزادگان کی خاص توجہ سے پورے ہونے چاہئیں۔ مولانا محمد میاں کی زندگی کا سب سے بڑا امتیاز ان کا علمی شغف تھا، خدا کرے کہ ان کے پسماندگان مولانا مرحوم کے اس شغف کو باقی رکھ سکیں۔ (ماہنامہ دارالعلوم دیوبند جون ۶۳ء)

مولانا محمد ابن موسی میاں رحمہ اللہ کے لئے ایصال ثواب

دارالعلوم دیوبند میں ختم قرآن

دیوبند۲۰/اپریل۔ پرسوں جوہانسبرگ (جنوبی افریقہ) کے ایک برقیہ سے دارالعلوم کے فاضل قدیم، جنوبی افریقہ کے مشہور عالم اور دینی اداروں کے قابل فخر محسن الحاج مولانا محمد ابن موسی میاں کے انتقال کی اطلاع آئی، اس غمناک اطلاع سے دارالعلوم کے پورے حلقہ نے شدید رنج وغم محسوس کیا۔

مرحوم نہ صرف دارالعلوم بلکہ ہندو پاک کے تمام دینی اداروں سے خاص تعلق رکھتے تھے، اور ان کے جود وسخا سے بہت سے دینی کاموں کو مدد ملتی تھی۔ آج علی الصباح احاطۂ دارالعلوم میں مولانا مرحوم کے ایصال ثواب کے لئے قرآن شریف کا ختم پڑھا گیا، اور جملہ اساتذہ وطلبہ نے مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔

حضرت مہتمم صاحب مدظلہ نے اپنے ایک برقیہ میں مولانا مرحوم کے صاحبزادگان اور اہل خاندان سے اپنے دلی رنج وغم اور اس حادثہ پر اپنی ہمدردی کا اظہار فرمایا۔

(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند جون ۶۳ء)

مجلس علمی ڈابھیل

از: حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ

مولانا کے تذکرہ میں بار بار ''مجلس علمی'' کا نام آیا ہے اس لئے مناسب سمجھا کہ مجلس کا مختصر تعارف اور اس کی مطبوعات کی فہرست میرے استاذ حضرت مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ کی مرتب کردہ ''تاریخ جامعہ'' سے نقل کردوں۔ وھو ہذا:

''علماء دیوبند کا قافلہ جب ڈابھیل پہنچا تو اس کے ساتھ علمی و تحقیقی ذوق، علم کی اشاعت کا شوق بھی یہاں منتقل ہوا، چنانچہ علامہ کشمیری اور مولانا شبیر احمد صاحب عثانی کے زیر سرپرستی ایک ''مجلس علمی'' جامعہ کے احاطہ میں قائم ہوئی، جس کے ارکان پیشتر جامعہ کے اساتذہ ہی تھے۔

جمادی الاولی ۱۳۵۰ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۱ء میں مجلس وجود میں آئی۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ وہ کتب دینیہ جواب تک منصۂ شہود پر نہیں آسکی ہیں یا گوشۂ خمول میں پڑی ہوئی ہیں ان کی اشاعت کی جائے، حسن اتفاق سے مالی تعاون کے لئے اللہ تعالی نے مولانا محمد بن موسی میاں سملکی ثم افریقی کو اس مجلس سے منسلک کردیا، بلکہ یہ مجلس اور اس کی ساری خدمات آں موصوف ہی کی سخاوت اور کشادہ دلی کا زندہ ثبوت ہیں۔

آپ نے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لے کر علامہ کشمیری وغیرہ سے تلمذ کا شرف حاصل کیا، پھر شاہ صاحب کی خدمت کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنالیا، اس قافلہ علمی کے یہاں لانے میں آپ اور آپ کے والد صاحب کا بڑا حصہ رہا ہے' جیسا کہ تاریخ کے ابتدائی احوال سے معلوم ہوا۔

مولانا محمد میاں صاحب کو شاہ صاحب سے شیفتگی کے درجہ کی عقیدت تھی۔ شاہ صاحب

کے منشاء اور خواہش کو پورا کرنا اپنے لئے سعادت سمجھتے تھے۔ آخر تک شاہ صاحب کی ایسی خدمت کی کہ شاید و باید، بلکہ شاہ صاحب کے وصال کے بعد ان کی اولاد کی خدمت بھی برابر کرتے رہے۔

اس لئے یہ کہنا غلط نہیں ہوگا کہ ''مجلس علمی'' شاہ صاحب کے ہی علمی آثر کی ایک تابندہ یادگار ہے۔ اس مجلس کے ذریعہ دیگر اہم تصنیفات کے ساتھ علامہ کشمیری کی تالیفات کی خوب اشاعت ہوئی۔ اس کا دفتر جامعہ کے احاطہ میں قائم تھا، علامہ کشمیری کے داماد مولانا سید احمد رضا بجنوری مدظلہ اس کے ناظم تھے، مولانا محمد یوسف بنوری بھی تدریس کے ساتھ مجلس علمی کا کام کرتے تھے۔ شوال میں یہ دونوں حضرات مجلس علمی کی طرف سے حج کرتے ہوئے قاہرہ پہنچے جہاں ایک سال سے زیادہ قیام رہا...... ''فیض الباری'' اور ''نصب الرایۃ'' کی طباعت کا کام انجام پایا۔ ۱۳۵۶ھ میں مولانا محمد یوسف کاملپوری یہاں مجلس علمی کے رکن کی حیثیت سے قیام پذیر تھے۔ سن ۵۲ھ اور ۵۴ھ میں مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی نے مجلس علمی کے لئے علامہ کشمیری کی تقاریر بخاری کو بہت ہی جانشانی سے مرتب کیا۔ آخر میں محدث جلیل مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کی تصحیح و تعلیق سے ''مسند حمیدی'' دو جلدوں میں اور ''مصنف عبد الرزاق'' گیارہ جلدوں میں اور ''سنن سعید بن منصور'' کا کچھ حصہ دو جلدوں میں شائع کر کے مجلس علمی ڈابھیل نے علامہ کشمیری کی دیرینہ دلی تمنا پوری کردی، مجلس نے عظیم الشان خدمت انجام دی اور دنیا کے اہم علمی اداروں میں اپنا مقام پیدا کرلیا۔ مجلس علمی ڈابھیل کی مطبوعات کی ایک فہرست پیش خدمت ہے۔

نوٹ:...... ان مطبوعات کا مختصر تعارف دیکھنا ہوتو ''تاریخ جامعہ ڈابھیل'' ص ۲۳۵ کا مطالعہ کیجئے۔

فہرست مطبوعات ’’مجلس علمی ڈابھیل‘‘

۱	نصب الرایة..	۲	فیض الباری.....................
۳	مشکلات ا لقرآن.............................	۴	اکفار الملحدین..................
۵	نیل الفرقدین.................................	۶	بسط الیدین......................
۷	عقیدة الاسلام.................................	۸	تحیة الاسلام....................
۹	التصریح بما تواتر فی نزول المسیح.......	۱۰	کشف الستر محشی......
۱۱	فصل الخطاب فی مسئلة ام الکتاب.......	۱۲	خاتم النبیین.......................
۱۳	ضرب الخاتم علی حدوث العالم............	۱۴	العرف الشذی..................
۱۵	مرقاة الطارم لحدوث العالم................	۱۶	الروح فی القرآن............
۱۷	نفحة العنبر من ھدی الشیخ الانور.........	۱۸	خوارق عادات................
۱۹	بغیة الاریب فی مسائل القبلة والمحاریب.	۲۰	معارف مدنیہ.....................
۲۱	نور البصرفی سیرة خیر البشر..............	۲۲	حق الیقین........................
۲۳	خزائن الاسرار.................................	۲۴	زاد الفقیر.........................
۲۵	البدور البازغه..................................	۲۶	الخیر الکثیر.....................
۲۷	ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء...............	۲۸	التفھیمات الالٰھیه..........
۲۹	سنن سعید بن منصور........................	۳۰	المسند للحمیدی.........
۳۱	المصنف لعبد الرزاق.........................		

صاحب مرغوب

الفتاوی

گجرات کے مشہور بزرگ اور عالم، رنگون برما کے سابق مفتیٔ اعظم حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری رحمہ اللہ کا مختصر تذکرہ وتعارف۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

بسم الله الرحمن الرحیم

الحمد لله رب العالمین ' والصلوة والسلام علی سید المرسلین ، اما بعد

ولادت

آپ کی ولادت ۳ر ذیقعدہ ۱۳۰۰ھ مطابق ۱۳ر ستمبر ۱۸۸۳ء بروز جمعرات بوقت صبح صادق لاجپور میں ہوئی۔

لاجپور

لاجپور ضلع سورت کا ایک ممتاز علمی و تاریخی قصبہ ہے۔ شہر سورت سے جانب جنوب تقریباً دس میل پر یہ قصبہ واقع ہے۔ الحمدللہ اس قصبہ میں اہل علم وارباب فتوی کی ایک بڑی جماعت پیدا ہوئی۔ کسی زمانہ میں نواب سچین (بروزن امین) کا یہ دارالاقامہ رہا۔ راقم نے ''تاریخ لاجپور'' کے نام سے اس کی تفصیلی تاریخ مرتب کی ہے۔

اسم گرامی

آپ کا نام ''احمد میاں'' رکھا گیا، مگر آپ کی شہرت بجائے اصلی نام کے تاریخی نام ''مرغوب احمد'' سے ہوئی۔ آپ کا تاریخی نام مولانا عبدالحمید صاحب بھوپالی رحمہ اللہ نے سن: ۱۳۰۰ھ کے عدد سے نکالا ہے۔

والدین

آپ کا سلسلۂ نسب یہ ہے: مفتی مرغوب احمد بن سلیمان بن یوسف۔ آپ کے آباء و اجداد کے حالات نہ مل سکے۔ آپ کی والدہ محترمہ حضرت شاہ سلیمان صاحب صوفی رحمہ اللہ سے بیعت تھیں۔

بچپن

مولانا کے بچپن کے حالات باوجود کوشش کے دستیاب نہ ہوئے، ہاں اتنا معلوم ہوا کہ آپ کو صغرسنی ہی سے عارف کامل حضرت شاہ سلیمان صاحب صوفی رحمہ اللہ کی تربیت و صحبت کا موقع ملا۔ حضرت کی دعا کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالی نے آپ کو علم وعمل کے بلند مقام پر فائز فرمایا۔

تعلیم

ابتدائی تعلیم اپنے وطن کے مدرسہ اسلامیہ میں حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں اردو اسکول لاجپور میں داخلہ لیا۔ اردو اور گجراتی کی تعلیم اسکول میں پانچ سال تک حاصل کی۔ مدرسہ میں ناظرۂ قرآن مجید کا سلسلہ جاری تھا۔ حافظ احمد صاحب لاجپوری سے ناظرہ ختم کر کے حفظ قرآن کی ابتدا کی اور پانچ پارے مکمل کر لئے، اس کے بعد شہر سورت میں حافظ محمد عمر فاضل صاحب کی خدمت میں رہ کر مزید چھ پارے حفظ کئے، اس طرح گیارہ پارے حفظ کرنے کے بعد صحت کی کمزوری کے باعث حفظ قرآن کا سلسلہ ملتوی کر دیا۔

سورت سے واپس آ کر حضرت صوفی صاحب سے ''آمدن سی لفظی'' اور ''مصدر فیوض'' پڑھی، پھر حضرت کے صاحب زادے حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری (موصوف جید الاستعداد اور متبحر عالم تھے) سے کریما، پندنامہ، قواعد فارسی اور ''گلستاں'' و ''بوستاں'' پڑھیں۔

فارسی تعلیم سے فراغت پر حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری رحمہ اللہ ہی سے عربی تعلیم کی ابتدا فرمائی اور سن ۱۵ھ سے ۱۸ھ تک چار سال مسلسل محنت اور مشفق استاذ کی توجہ سے صرف، نحو، فقہ، اصول فقہ، حدیث میں ''مشکوۃ شریف'' اور منطق میں ''صغری''

سے لے کر ’’شرح تہذیب‘‘ تک کی کتابیں پڑھ لیں۔

سن ۱۹ھ کے اوائل میں مدرسہ جامع العلوم کانپور میں داخلہ لیا اور پونے دو سال قیام فرمایا۔ شعبان ۲۰ھ میں کانپور میں بہت زوروں کا طاعون شروع ہوا اور مدرسہ بند ہو گیا، اس لئے آپ دہلی آ گئے اور رمضان بھی دہلی میں گذارا۔

شوال میں ازہر الہند دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا۔ حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ نے شرح جامی، شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی، شرح وقایہ، اور ’’نورالانوار‘‘ کا امتحان لیا۔ علمی قابلیت بہت عمدہ تھی، درس نظامی ابتداہی سے محنت وتوجہ سے پڑھا تھا کامیاب ہوئے۔ دیوبند میں ’’جلالین‘‘ حضرت مولانا حکیم محمد حسن صاحب سے، ’’مختصر المعانی‘‘ حضرت مولانا غلام رسول صاحب سے، ’’مشکوۃ شریف‘‘ حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب سے اور ’’ملا حسن‘‘ ’’میبذی‘‘ اور ’’مقامات حریری‘‘ مختلف اساتذہ سے پڑھنی شروع کی، مگر دیوبند میں آپ زیادہ قیام نہ فرما سکے اور بوجہ خرابیِ صحت جلد ہی دیوبند چھوڑنا پڑا اور اس خیال سے کہ امروہہ میں حضرت مولانا سید احمد حسن صاحب امروہی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضری دے امروہہ جانے کے لئے دہلی آئے۔

مدرسہ عبدالرب دہلی میں بعض احباب طلب علم میں مشغول تھے ان کی ملاقات کی نیت سے مدرسہ میں پہونچے اور کچھ دن قیام فرمایا تو دہلی کی علمی فضا پسند آئی اور حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ سے متاثر ہوئے اس لئے قیامِ دہلی کو ترجیح دی اور یہی داخلہ لے لیا۔

کانپور اور دہلی میں پانچ سالہ قیام میں: شرح تہذیب، قطبی، میر قطبی، شرح جامی، نور الانوار، مختصر المعانی، مطول، میبذی، جلالین شریف، ہدایہ آخرین، حسامی، توضیح وتلویح، ملا

حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، زوائد ثلاثہ، شرح عقائد نسفی، خیالی حاشیہ عبد الحکیم، تصریح شرح چغمینی، خلاصۃ الحساب، سراجی مع شریفیہ، رسالہ اقلیدس، بیضاوی شریف تا سورۂ بقرہ اور ''صدرا شمس بازغہ'' کا کچھ حصہ اور صحاح ستہ متعدد اساتذہ سے پڑھیں۔

دہلی کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد شفیع صاحب (داماد حضرت شیخ الہند) حضرت مولانا عبد الرب صاحب مرحوم کے اسماء مل سکے۔

بخاری شریف حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے عاشق زار تلمیذ حضرت مولانا عبد العلی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ سے پڑھی، اور ۱۳۲۳ھ میں سند فراغت حاصل کی۔ زبدۃ العارفین حضرت شاہ ابو الخیر صاحب مجددی دہلوی رحمہ اللہ کے دست بابرکت سے سند حدیث حاصل کی۔

سالانہ جلسہ میں حضرت مولانا عبد العلی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ کے حکم پر مجمع عام میں تقریر کا موقع بھی آپ کو ملا۔

فراغت کے بعد فن تجوید کے حصول کے لئے حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب الہ آبادی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے، مگر ہفتہ بھی نہ گذرا کہ برادر معظم کا طلبی کا تار موصول ہوا، اس لئے بادل ناخواستہ تعلیمی سلسلہ منقطع فرما کر لاجپور تشریف لے آئے۔

بھوپال کا سفر اور علامہ شیخ حسین یمنی سے استفادہ

۱۳۲۴ھ میں ایک مخلص محبّ کی شادی کی تقریب میں بھوپال جانا ہوا، وہاں علامہ شیخ حسین بن محسن الیمانی رحمہ اللہ- جن کا تبحر علم حدیث، علو اسناد اور فاضلانہ درس علماء وطلباء کے لئے جاذب توجہ بن رہا تھا- سے علمی استفادہ کیا۔ حضرت مفتی صاحب نے بھوپال کا ذکر خوب کیا ہے، رقمطراز ہیں:

''۲۴ھ میں ایک محبّ مخلص کی شادی میں بھوپال جانا ہوا۔ بھوپال میں ہر علم وفن کے جامع علماء کی موجودگی میں شہر بہت ہی بابرکت نظر آیا۔ حضرت علامہ شیخ حسین صاحب یمنی محدث وقاضی شہر بھوپال کی خدمت میں چند مرتبہ حاضر ہوا اور مختلف ومتعدد علمی باتیں آپ سے دریافت کرتا رہا۔ فقیر جب حاضر ہوا اس وقت حضرت کی عمر ۹۷/سال کی تھی۔ کسی سائل کے علمی سوال کا جواب منٹوں میں صفحہ بھر کر تحریر فرما دیتے تھے، رحمة الله عليه۔

رفقاء درس

حضرت مولانا احمد حسن صاحب سملکی بانی جامعہ ڈابھیل، حضرت مولانا احمد بزرگ صاحب سملکی، حضرت مولانا محمد بن یوسف صاحب لاجپوری، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، حضرت مولانا محمد نذیر صاحب پالنپوری رحمہم اللہ وغیرہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اساتذۂ باکمال

آپ کے اساتذہ کے اسماء درج ذیل ہیں:

حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی	حضرت مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی.
حضرت مولانا غلام رسول ہزاروی....	حضرت مولانا حافظ محمد احمد صاحب......
حضرت شاہ سلیمان صوفی لاجپوری....	حضرت مولانا احمد میاں لاجپوری........
حضرت مولانا حکیم محمد حسن دیوبندی..	حضرت مولانا عبدالرب صاحب دہلوی.
حضرت مولانا عبدالرحمٰن الہ آبادی....	علامہ شیخ حسین ابن محمد محسن انصاری یمنی
جناب حافظ احمد صاحب لاجپوری....	جناب حافظ محمد فاضل صاحب سورتی.....

نوٹ:...... حضرت کے اساتذہ ورفقاء درس کا مختصر تذکرہ راقم نے حضرت کی سوانح حیات ''تذکرۃ المرغوب'' میں کیا ہے۔ دیکھئے! ''ذکر صالحین'' جلد نمبر:۳۔

تدریسی خدمات اور تلامذہ

حضرت مفتی صاحب نے تدریسی خدمت صرف رنگون میں انجام دی۔ ۱۹۱۵ء میں مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون میں تقریباً چار سال تک تدریسی مشغلہ رہا۔ درجات علیا کی کتب کے علاوہ چند مہینہ ''بخاری شریف'' کا درس بھی دیا۔

حضرت سے جن حضرات کو شرف تلمذ حاصل ہوا، ان میں مفتیٔ گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب دابھیلی، حضرت مولانا بشیر اللہ صاحب رنگونی، سابق شیخ الحدیث دار العلوم تانبوے، رنگون، حضرت مولانا نور اللہ صاحب رنگونی مدظلہ شیخ الحدیث دار العلوم تانبوے رنگون، حضرت مولانا مفتی سعادت حسین صاحب بنگالی رحمہم اللہ بطور خاص قابل ذکر ہیں۔

اوصاف وکمالات

علمی قابلیت

حضرت مفتی صاحب کی علمی قابلیت بہت عمدہ تھی۔ جید الاستعداد تھے۔ طالب علمی کے زمانہ سے تقریر کی بھی خوب مشق تھی، یہی وجہ ہے کہ سالانہ جلسہ میں اہل مدرسہ نے آپ کو تقریر کا موقع دیا۔ مدرسہ کی روداد میں آپ کا تعارف ان الفاظ میں کیا گیا:

''مولوی مرغوب احمد سورتی: یہ فہمیدہ شخص ہیں، لاجپور ضلع سورت کے رہنے والے ہیں اور وعظ بہت اچھا کہتے ہیں اور علمی لیاقت بھی بہت اچھی ہے۔ امید ہے کہ لاجپور میں مدرس ہو جاویں۔ مستعد اور نہایت لائق شخص ہیں''۔

مولانا سید ازہر شاہ قیصر کشمیریؒ رقمطراز ہیں:

''دینی علوم میں آپ کی بڑی اچھی دستگاہ تھی، خصوصاً حدیث وفقہ میں آپ کی استعداد

مسلم تھی''۔

آپ کی علمی صلاحیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ ہندوستان کے نامور شیخ حضرت شاہ ابوالخیر صاحب مجددی دہلوی رحمہ اللہ کو کسی خاص علمی کام کے لئے ایک عالم کی ضرورت تھی، حضرت نے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب رحمہ اللہ کے مشورہ سے آپ کو طلب فرمایا، چنانچہ آپ حضرت دہلوی کی خدمت میں حاضر ہوئے، مفوضہ خدمت انجام دی اور خوب خوب دعائیں لیں۔

حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ نے راقم کے نانا مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاجپوری سے فرمایا کہ: میں ''التوضیح والتلویح'' کو سمجھ نہ سکا، پھر رنگون میں مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ سے پڑھی تب سمجھ میں آئی۔ عجیب صاحب علم آدمی تھے۔ مفتیٔ گجرات کی شہادت سے آپ کی علمی قابلیت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

فقہی حذاقت

اللہ تعالی نے مفتی صاحب کو گوناگوں خصوصیات سے نوازا تھا ان میں ایک خصوصیت تفقہ فی الدین بھی تھی۔ جس کے شاہد آپ کے وہ فتاوی ہیں جو آپ نے رنگون میں خدمت دارالافتاء کے موقع پر تحریر فرمائیں تھے۔

دینی علوم میں دستگاہ کے ساتھ ساتھ فقہ وفتوی پر آپ کی نظر بہت گہری تھی۔ آپ کے فتاوی مدلل اور فقہی بصیرت کے حامل ہوتے تھے۔

مفتیٔ اعظم برما کے عہدہ پر

یوں تو حضرت کو فتوی نویسی کی مشق جامع العلوم کانپور میں طالب علمی کے زمانہ سے ہوگئی تھی، مگر باقاعدہ افتاء کی خدمت کا موقع ۱۹۱۶ء سے مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون میں ملا

اور تدریس کے ساتھ افتاء کی خدمت آپ کے ذمہ رہی۔اس طرح الحمداللہ رنگون (برما) کے سب سے پہلے مفتی ہونے کا شرف حق تعالی نے آپ کو بخشا۔

مدرسہ معلمیہ میں داالافتاء کا ایک شعبہ قائم ہو چکا تھا،مگر پورے ملک کے حالات کے پیش نظر ایک مستقل داالافتاء کی ضرورت تھی۔اس ضرورت کا احساس صاحب فکر عالم دین حضرت مولانا حکیم ابراہیم صاحب راندیری کو ہوا،چنانچہ موصوف نے ۱۹۱۸ء میں سورتی جامع مسجد میں داالافتاء قائم فرمایا،اس میں مختلف حضرات نے افتاء کی خدمت انجام دی۔

۱۹۳۶ء میں مفتی مرغوب احمد صاحب باقاعدہ دارالافتاء کے صدر مفتی بنائے گئے اور مفتیٔ اعظم برما کے منصب جلیلہ پر فائز ہوئے ،۴۱ء کی جنگ جاپان تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

مولانا کا ذوق مطالعہ

آپ کا علمی ذوق بہت عمدہ تھا۔اخیر تک مطالعہ کے بہت شائق رہے۔تدریس کے انقطاع کے باوجود اس ذوق میں کمی نہیں آئی۔اخیری عمر میں کئی سال صاحب فراش رہے، لیکن ذوق مطالعہ بیمار نہیں ہوا۔

آپ کے وسعت مطالعہ کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ سحبان الہند حضرت مولانا احمد سعید صاحب رحمہ اللہ احادیث قدسیہ پر ایک کتاب تصنیف فرمانے کا ارادہ رکھتے تھے اور ایسی کتاب کی جستجو فرمارہے تھے جو احادیث قدسیہ پر مشتمل ہو۔موصوف نے اپنے ارادہ کا اظہار حضرت مفتی صاحب سے رنگون کے سفر میں کیا،مفتی صاحب نے مولانا کی توجہ ’’الاتحاف السنیه بالاحادیث القدسیه ‘‘ کی طرف دلائی۔یہ کتاب علامہ محمد مدنی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے اور احادیث قدسیہ کے سلسلہ میں جامع اور مکمل ہے۔

مولانا احمد سعید صاحب رحمہ اللہ نے اسے اور دیگر کتب احادیث کو سامنے رکھ کر ''خدا کی باتیں'' کے نام سے ایک مفید کتاب مرتب فرمائی۔ اس کی تمہید میں آپ نے مفتی مرغوب احمد صاحب کا تذکرہ کیا ہے۔

حضرت مفتی صاحب کے مختصر معمولات جو مل سکے ان سے پتہ چلتا ہے کہ آپ تقریباً صبح نو بجے سے دو پہر بارہ بجے تک اور ظہر کے بعد سے عصر کے قریب آدھ گھنٹہ قبل تک مطالعہ میں مصروف رہتے تھے۔

یوں تو ہر فن کی کتابوں کا مطالعہ فرماتے، مگر تصوف کی کتابوں کے متعلق منادی صاحب کے نام ایک گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

''ایسی کتابیں (تصوف کی) میرے زیر مطالعہ رہیں اور رہتی ہیں اور انشاء اللہ بشرط صحت وقوت مرتے دم تک مطالعہ میں رہیں گی، چند دن مستعار بھیج رہا ہوں''۔

کتابوں کی حفاظت

یہاں اس بات کا اظہار بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مفتی صاحب کو اپنی کتابوں کی بڑی فکر رہتی، گو عاریۃً متعلقین واحباب کو بغرض مطالعہ مرحمت فرماتے، مگر واپسی تک برابر خیال رہتا کہ کتاب واپس آئی یا نہیں۔

ایک صاحب قیام رنگون کے دوران کتاب مستعار لے گئے، پھر وہ اپنے وطن موریس چلے گئے اس لئے کتاب واپس نہ آسکی۔

اس واقعہ کے کئی سال بعد حضرت مولانا عبدالحئی بسم اللہ صاحب سفر موریس کے وقت وداعی ملاقات کے لئے حاضر ہوئے تو ان سے فرمایا کہ فلاں صاحب میری کتاب لے گئے ہیں اس کی تحقیق کرنا، اور واپسی کی فکر فرمانا۔

عربی ادب میں مفتی صاحب کی مہارت

مفتی صاحب کوعربی ادب میں مہارت تامہ حاصل تھی۔تقریروتحریرمیں سلاست وروانی تھی۔میں نے اپنے بڑوں سے بارہا سنا کہ علماءڈابھیل خصوصاً علامہ شبیراحمد عثمانی،علامہ محمد یوسف بنوری جب لاجپورتشریف لاتے اورمفتی صاحب سے ملاقات فرماتے تو عامۃً ان حضرات کی گفتگوعربی ہی میں ہوتی،اور بلاتأمل گھنٹوں یہ سلسلہ جاری رہتا۔

عربی تحریرمیں جاذبیت تھی۔عبارت مقفّی سے اس طرح مزین فرماتے کہ قاری تأثر لئے بغیرنہ رہتا۔بطورنمونہ''روضۃ الادب'' پرتحریرفرمودہ تقریظ نظرناظرین کرتاہوں:

قال الفاضل الاديب مولانا مرغوب احمد اللاجفورى السورتى

انى رأيت فى هذه الايام رسالة تسمى " بروضة الادب فى تسهيل كلام العرب " للعالم اللبيب مولانا مشتاق احمد اعلاه الصمد ، فطالعتها و تصفحتها و امعنت النظر فيها ، فوجدتها روضة فيها الحياض وحوزة فيها الرياض، مشتملة على الفوائد العديدة ومحتوية على الفرائد اللغوية ، جامعة للفوائد الادبية ، كافية للقواعد النحوية ، ولعمرى هذه رسالة عجيبة مفيدة ، لطيفة نفيسة ، مزيدة عليّة ، طريفة ظريفة ، بديعة تحتوى على اساليب مفيدة ، جميلة تشتمل على الفوائد العجيبة ، ولقد صُنِّفت لغرض صحيح وامر نجيح ، وهو ان يسهّل الطالبين مبانى القرآن المجيد ، ييسر على الراغبين معانى الفرقان الحميد ، فحرية ان تقرأ فى الدرجات الابتدائية وجديرة بان تدخل فى المكاتب والدروس النظامية ، وقد اتفقت على استحسانها آراء العلماء الكرام والفضلاء العظام من المدرسين والمؤدبين وذوى الاحلام والعلمين المفتيين الفخام ، فبشرى لكم ايها الطلاب

وطوبى لكم يا اولى الالباب بادروا الى اشتراء هذا الكتاب وشمّروا الجدّ الى تحصيل هذا العجب العجاب ، الذى بذل المؤلف فى ترتيبه و تهذيبه غاية الجهد وقاسى فى تاليفه وتصنيفه نهاية الكد ، فارجو من الله تعالى اى يجعل سعيه مشكورا وعمله مقبولا ، آمين ۔

جزاه الله فى الدارين خيرا وقاه الله فى الكونين ضيرا

حضرت مفتی صاحب اور اشعار

انسان کے فضائل وکمالات کا ایک حصہ شعر وشاعری بھی ہے۔اس سے ذوق سلیم کا پتہ چلتا ہے۔حضرت مفتی صاحب کی تحریرات میں موقع بموقع مناسب انداز سے اردو، فارسی اورعربی کے اشعار بکثرت موجود ہیں۔

خود مفتی صاحب کے بھی چند اشعار ملے جن سے آپ کے ذوق سلیم اورشعر وشاعری سے فطری لگاؤ کا اندازہ ہوتا ہے۔یہاں حضرت مفتی صاحب کے چند اشعار نقل کئے جاتے ہیں ۔

زہے معدن علم و ذہن و ذکا چو مولائے ما حضرت احمد میاں
کتابے نوشتہ عجیب و غریب کہ جملہ مطالب بہ برہان وعیاں
چو موسوم شد با ذخیرۂ علوم دریں سر زمیں و بعالم میاں
پئے سال ہجری و تاریخ طبع مرا فکر بسیار بود ہر زماں
ندا آمد از غیب مرغوب را کہ سر مایۂ غیب سالش بداں

۱۳۲۸ ھ

یہ قطعہ ”ذخیرۃ العلوم“ مصنفہ حضرت مولانا احمد میاں صاحب لاجپوری کے سال طبع پر کہا

گیا تھا۔

حضرت مولانا موصوف نے ایک اور تصنیف ''هدية الجليس'' کے سال طبع پر ذیل کا قطعہ تحریر فرمایا:۔

زہے معدن علم احمد میاں بمعقول و منقول عالمی مراتب
خبے منبع فضل و جامع خصائل علو عقل ذی رائی والا مناقب
کتابے نوشتہ عجب خوب و خوشتر بہ رائے رزیں و بہ افکار صائب
شدہ چاپ ایں دفتر علم و حکمت جدا از نقائص بری از عوائب
بہ ہاتف سن طبع مرغوب پرسیہ ز رضوان ندا شد بلا ریب رائب
کہ سال طبع ہست چشمۂ شریعت زتصنیف اوستاذی والا مناقب
الٰہی ازیں چشمۂ سیراب گردن ہمہ خلق عالم تو عالم مغائب

اپنی معرکۃ الآراء تصنیف ''سفينة النجات فی ذکر مناقب السادات'' کے آخر میں یہ دو اشعار تحریر فرمائے ہیں۔

دارم گنہے ز قطرۂ باراں بیش وزشرم گنہ فگندہ ام پیش
ناگاہ ندا شد کہ مترس اے مرغوب ما در خور کنیم تو در خور پیش

تواضع

مولانا خود بزرگ تھے۔ بزرگوں کے صحبت یافتہ تھے۔ پوری زندگی دینی خدمت میں گذری، مگر تواضع کا حال یہ تھا کہ زمانۂ مرض میں سید منادی صاحب کے نام گرامی نامہ میں تحریر فرماتے ہیں:

'' فقیر کا دور اخیر ہے جو وقت گذر رہا ہے غنیمت ہے، لیکن غفلت میں گذر رہا

ہے۔ضعف وناتوانائی نے بے کار کردیا ہے، کسی کام کا نہیں رہا، نہ دین کا نہ دنیا کا۔عارف اکبرالہ آبادی کے اس شعر کا صحیح مصداق ہوں ؂

زندہ رہا تو کچھ کر نہ سکا اور بیمار پڑا تو مر نہ سکا

اصاغر کی حوصلہ افزائی

اصاغر کی حوصلہ افزائی میں مفتی صاحب بالکل اس شعر کے مصداق تھے ؂

ہم نے ہر ادنی کو اعلی کر دیا خاکساری اپنی کام آئی بہت

نوجوان علماء میں سے کسی کی تقریر سنتے تو اسے خوب دعائیں دیتے ،تعریفی کلمات فرماتے۔اخبار و رسائل کے مدیر کو عمدہ اداریہ لکھنے پر یا بہترین موضوع کی اشاعت پر مبارکبادی دیتے۔مدرسہ کے مہتمم کو مدرسہ کی عمدہ کارگذاری پر خطوط لکھتے اور ان کی حوصلہ افزائی فرماتے۔

اپنے اسلاف واہل علم کی قدردانی اور ان سے شفقت وتعلق

آپ کے کمالات میں ایک نمایاں وصف اہل علم کی قدردانی اور مشائخ کے ساتھ وفا شعاری کا بھی تھا۔اپنے اساتذہ اور ذی علم رفقاء کے علمی وعملی حالات کی اشاعت اور علمی دنیا میں ان کے تعارف کا جذبہ دل میں لگا رہتا تھا،اسی لئے آپ نے اپنے رفقاء واساتذہ وبعض مشائخ کے حالات تحریر فرمائے۔

اپنے مشفق استاذ حضرت مولانا احمد میاں صاحب رحمہ اللہ کی تصنیفات کی نہ صرف حفاظت فرمائی بلکہ زیادہ سے زیادہ مقدار میں اس کی اشاعت کے لئے بے چین تھے، چنانچہ آپ نے مرحوم استاذ کی تصنیفات ’’فاتحۃ العلوم، ہدیۃ الجلیس ، ذخیرۃ العلوم اور حضرت صوفی صاحب کی ’’فوائد الصوفیہ‘‘ کو بڑے اہتمام سے شائع کیا۔

حضرت استاذ مرحوم کی کتابوں کا اشاعت کا زمانہ تھا کہ اپنے استاذ مرحوم کی خواب میں زیارت ہوئی۔اس واقعہ کی تفصیل مفتی صاحب کی قلم سے پڑھئے،تحریرفرماتے ہیں:

''اللہ جل شانہ نے محض اپنے فضل وکرم سے بندہ مرغوب احمد لاجپوری کے قلب پر خاص شہر دہلی مدرسہ عبدالرب صاحب مرحوم میں ایک دل خوش کن غیبی بشارت ظاہر فرمائی جسے بطور تحدیث نعمت ظاہر کرنے کی جرأت کرتا ہوں۔

اثناءزمانہ طبع میں استاذی المرحوم جناب مولوی احمد میاں صاحب عالم رویا میں تشریف لائے۔آپ نہایت بشاش وشاداں وفرحاں تھے اور نہایت بے تکلفی سے مثل ان دوصادق الودود دوستوں کے جو ایک دوسرے کی گردن میں ہاتھ دیئے ہوئے چلتے ہیں میری گردن میں ہاتھ دے کر تھوڑی دیر خراماں خراماں چلے اور یہ فرمایا کہ دوست تم نے مجھے زندہ کردیا،انتہی۔

مفتی صاحب اہل علم کے ساتھ شفقت ومحبت کا وہ معاملہ فرماتے کہ ایک مرتبہ مولانا سے ملنے والا آپ کا گرویدہ ہوجاتا۔تعزیتی مکتوبات میں کئی حضرات نے آپ کی شفقت کا ذکرفرمایا ہے۔

اہل علم کی قدر دانی کا ایک واقعہ

حضرت مفتی صاحب کے دل میں اہل علم کا کیا مقام تھا مندرجہ ذیل واقعہ سے اس کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے:

مفتی صاحب کے رفیق درس گجرات علاقہ پالنپور کے عارف باللہ اور صاحب نسبت بزرگ حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری مفتی صاحب کی دعوت پر لاجپور تشریف لائے،جب کھانے کا وقت ہوا دسترخوان پر حضرت مولانا نذیر احمد صاحب جس پیالہ میں

کھانا کھا رہے تھے جب اس میں تھوڑا سا سالن بچا تو مفتی صاحب نے بڑی تیزی سے ہاتھ بڑھا کر پیالہ کھینچا کہ فوراً مولانا نے پیالہ کو پکڑ لیا دونوں بزرگوں میں کھینچا تانی ہوئی، آخر بڑی تیزی سے مفتی صاحب نے اس پیالہ کو لے کر جو کھانا بچا تھا وہ جلدی سے صاف فرمالیا اور ساتھ ہی آنکھ نمناک ہوگئی اور فرمایا کہاں ہمارے جیسے کو حضرت کا جھوٹا نصیب ہو یہ تو اتفاقی بات ہے کہ میں نے گستاخی کرکے لے لیا۔(ملخصاً از سوانح نذیری)

اکرام ضیف......صلہ رحمی......سخاوت وفیاضی

حضرت مفتی صاحب انتہائی مہمان نواز واقع ہوئے تھے۔علماء کرام اور مدارس سے متعلق جو کوئی بھی لاجپور آجائے وہ مفتی صاحب ہی کا مہمان ہوتا۔آپ پوری بشاشت سے ان کی تواضع فرماتے۔

صلہ رحمی کا آپ کو بڑا اہتمام تھا۔اہل حاجت کی مدد خوب فرماتے،خصوصاً اعزہ کی امداد کرنا تو اپنا فرض سمجھتے۔اکثر صبح ناشتہ کے بعد دوست واحباب ورشتہ داروں کی خبر گیری کے لئے تشریف لے جاتے۔

آپ کی سخاوت وفیاضی ضرب المثل تھی۔دست مبارک بہت کشادہ تھا۔علماء ومدارس کے سفراء کی بھی خوب مدد فرماتے اور دوسروں کو بھی امداد کی ترغیب دیتے۔

مزاح وخوش مزاجی

آپ بڑے ظریف اور خوش مزاج تھے۔آپ کے رفیق درس حضرت مولانا محمد نذیر صاحب پالنپوری رحمہ اللہ ایک زمانہ کے بعد آپ سے ملے تو آپ کی خوش مزاجی کو دیکھ کر فرمایا:’’آپ تو اب بھی ویسے ہی ہو‘‘

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی رحمہ اللہ نے یہ واقعہ سنایا کہ:حضرت مولانا

مفتی مرغوب احمد صاحب بہت خوش مزاج تھے، چونکہ مفتی صاحب نے بڑی عمر میں شادی کی تھی، اس پر ایک صاحب نے مفتی صاحب سے پوچھا کہ حضرت اتنے بڑھاپے میں آپ نے شادی کی؟ تو برجستہ فرمایا کہ:

﴿ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ﴾ اسحاق کا انتظار کر رہا ہوں۔ مطلب یہ تھا کہ مفتی صاحب کے ایک صاحبزادے اسماعیل تھے، اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدا کا شکر ادا کرتے ہوئے دو صاحبزادوں کا ذکر فرمایا ہے، میں بھی سنت ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے اسحاق کا منتظر ہوں۔ انتہی۔

حضرت مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب کی تحریر میں اس قدر روانی تھی کہ ہر آدمی اسے سمجھ نہیں سکتا۔ مفتی مرغوب احمد صاحب ان سے مزاحا فرماتے کہ: مفتی صاحب! آپ جب کوئی فتوی تحریر فرما کر ارسال فرمائیں تو دوسرے دن سائل کی جگہ پر خود تشریف لے جائیں تاکہ ان کو پڑھ کر سناویں و سمجھاویں کہ جواب یہ ہے ورنہ آپ کی تحریر کون سمجھے گا۔

بیعت وخلافت

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور حضرت مولانا محمد نعیم صاحب لکھنوی فرنگی محلی رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت مولانا اعظم حسین صاحب صدیقی مہاجر مدنی رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہو کر بیعت ہوئے اور دو ماہ مستقل قیام فرمایا۔ اوراد و وظائف کی تعلیم کے ساتھ مراقبہ ومحاسبہ کی تعلیم بھی حاصل کی اور بڑی سخت شرطوں کے ساتھ ہفتہ بھر کا چلہ کروایا۔

موصوف کی وفات کے بعد حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے۔ حضرت کی وفات کے بعد حضرت شاہ غلام محمد مجددی رحمہ اللہ سے جو سلسلۂ

نقشبندیہ کے ایک عارف اور اہل دل بزرگوں میں تھے رجوع فرمایا۔ شیخ نے آپ پر خصوصی توجہ فرمائی، چونکہ آپ کو خواب میں حضرت ﷺ کی بارگاہ سے اس کا حکم مل چکا تھا۔

شیخ کو آپ ﷺ کا حکم کہ مرغوب احمد کی تربیت کرو

حضرت شیخ غلام محمد مجددی نے اپنے ایک مرید سے فرمایا: آج مجھے نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی اور فرمایا کہ ان دو حضرات پر خصوصی توجہ دو اور ان کی تربیت کرو۔ ایک حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی اور دوسرے مفتی صاحب۔ اس خواب کے بعد شیخ نے ان دونوں حضرات پر خصوصی توجہ دی اور دونوں کو خلافت مرحمت فرمائی۔

سفر حج

آپ نے ایک ہی سفر حج فرمایا، مگر اس سفر کے کوئی حالات و واقعات مل نہ سکے۔

رویائے صادقہ

مفتی صاحب کو طالب علمی کے زمانہ ہی سے انبیاء علیہم السلام سے قلبی تعلق اور سید الانبیاء ﷺ سے فرط محبت و اتباع سنت کی وجہ سے متعدد مرتبہ نبی پاک ﷺ و دیگر انبیاء علیہم السلام کی زیارت نصیب ہوئی۔ مفتی صاحب نے اپنی بیاض میں ان تمام خوابوں کو ''تحدیث نعمت'' کے عنوان سے تحریر فرمایا اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

رویت آقا ﷺ

(۱)......شروع جوانی میں طالب علمی کے زمانہ میں لاجپور جامع مسجد سے باہر شمالی جانب چاندراتیا بڑ کے قریب میدان میں حضرت سید الاولین والآخرین ﷺ کو گھوڑے پر سوار، عمامہ زیب سر، خوبرو و شکیل جوان کی صورت میں دیکھا، **فالحمد للہ علی ذلک۔**

رویت آقائے دو جہاں ﷺ

سلام علی انوار طلعتک اللّتی اعیش بھا شکراً وافنی بھا وجدا

(۲)......خداوند رحیم وکریم کا لاکھ لاکھ شکر کہ اس عاصی کو مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون میں مؤرخہ ۱۷/ماہ صفر ۱۳۴۵ھ مطابق ۲۷/اگست ۱۹۲۶ء شب جمعہ بوقت اذان صبح حضور رحمۃ للعالمین سیدنا ومولانا محمد ﷺ کی زیارت منامی نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ مسجد نبوی کے صحن میں تشریف فرما ہیں، یہ عاصی حضور ﷺ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے، اتنے میں ایک شخص جانب قبلہ سے آیا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مدینہ شریف کی آبادی کے باہر ایک جذامی بیمار پڑا ہوا ہے۔ حضور ﷺ بیمار کے پاس چلیں (اس عرض پر میرا ذہن ان متعدد اور مختلف احادیث کے معانی کی طرف متوجہ ہوا کہ:

(ا)......فرّ من المجذوم کما تفرّ من الاسد۔

(ب)......لا عدوی ولا طیرۃ فی الاسلام۔

(ج)......حضور ﷺ نے ایک ہی کعب اور پیالہ میں جذامی کے ساتھ کھانا تناول فرمایا۔

اور خیال گذرا کہ ان متضاد اقوال اور افعال کو ذہن میں رکھتے ہوئے یہ شخص آپ ﷺ کو آزمارہا ہے کہ جذامی کے پاس آپ ﷺ تشریف لے جاتے ہیں یا نہیں، لیکن حضور ﷺ ایک صحابیؓ کے ہمراہ جنگل کی طرف تشریف لے گئے، فقیر بھی حضور ﷺ کے پیچھے پیچھے گیا۔ حضور ﷺ بیمار کے قریب پہنچیں تاہم وہ بیٹھا رہا۔ کشیدہ قامت، بھاری بدن، سادہ فوجی وردی میں بیٹھا ہوا آپ ﷺ کو دیکھتا رہا۔ آپ ﷺ نے سلام کے بعد مصافحہ کیا تو مریض نے آپ ﷺ کے دست مبارک کا پہونچا پکڑ لیا، آپ ﷺ نے اس کے ہاتھ سے پہونچا چھڑانے کی غرض سے دو مرتبہ ''اَمْھِلْ اَمْھِلْ'' فرما کر سختی سے

ہاتھ چھڑا لیا، فقط۔

نوٹ:......اس خواب کی عمدہ تعبیر حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی رحمہ اللہ نے تحریر فرمائی، مگر اس کی اشاعت سے منع فرمایا ہے۔ مرغوب احمد

آپ ﷺ کو جامع مسجد لاجپور میں نماز پڑھتے دیکھنا

سلامی یا نسیم الصبح قد بلغ   الی من قر فی صدری هواه

فجسمی ظاهرا منه بعید   بعین باطن قلبی یراه

(۳)...... الشکر لله والمنة لله کہ اس نے محض اپنے فضل وکرم سے اس عاصی کو لازوال نعمت سے نوازا، فالحمد لله حمداً کثیرا۔

۲۱/ربیع الآخر ۱۳۵۰ھ مطابق ۵/ستمبر ۱۹۳۱ء بروز شنبہ بوقت صبح صادق آقائے نامدار محبوب رب العالمین حضرت سیدنا وشفیعنا ومولانا محمد ﷺ وعلی الہ واصحابہ اجمعین کو لاجپور کی جامع مسجد کے برآمدے میں سنگ مرمر کے مصلی پر داہنی جانب دوگانہ ادا فرماتے ہوئے اس عاصی نے دیکھا، فالحمد لله علی ذلک۔

اس واقعہ سے دل کو طمانیت ہوئی کہ انشاء اللہ عنداللہ یہ مسجد مقبول ہے، ورنہ غیر مقبول مسجد ضرار کے بارے میں ﴿ لا تَقُمْ فِيهِ اَبَداً ﴾ وارد ہے اور مقبول مسجد قبا کے بارے میں ﴿ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ﴾ کا ارشاد ہے۔ [۱]

[۱]......خلاصہ اس قصہ کا یہ ہے کہ شہر مدینہ کے قریب ایک محلّہ ہے۔ قبا اس کا نام ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو اول اس محلّہ میں قیام فرمایا، پھر شہر میں تشریف لے گئے۔ قبا کے قیام میں جس جگہ آپ ﷺ نے نماز پڑھی وہاں اس محلّہ کے مؤمنین مخلصین نے ایک مسجد بنالی اور اس میں نماز پڑھا کرتے تھے۔ منافقین میں باہم یہ صلاح ٹھہری کہ ایک مکان مسجد کے نام جداگانہ بنایا جاوے، اس میں سب جمع ہو کر اسلام کی ضرر رسانی کے مشورے کیا کریں، غرض مسجد کی شکل پر وہ

حضرت ﷺ کی زیارت اور آپ کو سحری کھلانا

(۴)......الحمد للہ ثم الحمد للہ و الشکر للہ کہ ۱۵؍رمضان المبارک ۱۳۶۸ھ مطابق ۱۳؍جولائی ۱۹۴۹ء بعد صبح صادق بروز چہار شنبہ کمترین خلائق مرغوب احمد لاجپوری غفرلہ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام کو روحی فداہ حضرت سید الاولین والآخرین ﷺ کی زیارت منامی وشرف ہم کلامی اور حضور ﷺ کو سحری کھلانے کی سعادت غریب خانہ پر نصیب ہوئی۔ حضور ﷺ کی خدمت میں سحری کے کھانے میں کھچڑی اور شوربہ پیش کیا اور آپ ﷺ نے تناول فرمانا شروع کیا، کمترین نے ایک شخص کے ساتھ ایک چمچہ گھی بھیج دیا اور دوسرا چمچہ گھی سے بھرا ہوا خود لئے ہوئے خدمت اقدس میں حاضر ہوکر پیش کیا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا! کیا لائے؟ فقیر نے مؤدبانہ عرض کیا کہ حضور (ﷺ) یہ خالص عمدہ گھی ہے، کھچڑی میں ملا لیجئے آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اچھا اور گھی خاطر قبول فرما کر کھانے میں ملا کر تناول فرمایا، والحمد للہ علی ذلک و صلی اللہ علی النبی و الہ وسلم۔

حضرت ﷺ وحضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زیارت

سلام علی انوار طلعتک اللتی   اعیش بھا شکرا وافنی بھا وجدا

(۵)......عنایت ربانی جل علی شانہ کس زبان سے ادا کروں وتوجہ والطاف نبوی ﷺ پر

مکان تیار ہوا تو آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر درخواست کی گئی کہ آپ وہاں چل کر نماز پڑھ لیجئے تو وہاں جماعت ہونے لگے، آپ ﷺ نے وعدہ فرمالیا کہ تبوک سے واپس آکر اس میں نماز پڑھوں گا۔ اللہ تعالی نے ان آیات میں آپ ﷺ کو حقیقت حال کی اطلاع کردی اور وہاں نماز پڑھنے کی غرض سے جانے سے منع فرمادیا، چنانچہ آپ ﷺ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھیج کر اس کو آگ لگوادی اور منہدم کرادیا۔ اس مسجد کا لقب مسجد ضرار مشہور ہے، بوجہ اس کے سبب ضرر تھا۔

(فوائد از: حضرت تھانوی رحمہ اللہ)

کس طرح جان قربان کروں کہ بندہ روسیاہ مرغوب احمد نے یکم ذیقعدہ ۱۳۵۵ھ مطابق ۸ر جنوری ۱۹۳۷ء شب جمعہ بوقت صبح ساڑھے چار بجے زیارت وصحبت وہم کلامی وہم نشینی سرکار دو عالم نور مجسم ﷺ سے رب العزت نے اپنے فضل وکرم خاص سے (بزمانہ خدمت دارالافتاء سورتی جامع مسجد رنگون) نوازا۔

کیفیت یہ تھی ایک تخت پر قبلہ رو حضور ﷺ تشریف فرما ہیں اور غلام بھی داہنی جانب تخت کے ایک کونہ پر بیٹھا ہوا ہے۔ حضور ﷺ اور غلام دونوں پیر لٹکائے ہوئے بیٹھے ہیں۔ حضور ﷺ کی بائیں جانب تقریباً پچیس قدم کے فاصلہ پر قبلہ رو کعبۃ اللہ شریف کی عمارت دومنزلہ کھڑی ہے۔ عمارت کے بالائی حصہ میں لوہے کی ایک بڑی چمنی وسط کعبہ میں مرکوز ہے۔ کعبۃ اللہ کے بیرونی حصہ سے حضرت سیدنا عباس رضی اللہ عنہ عم رسول پاک ﷺ کعبہ کی عمارت پر چڑھ رہے ہیں اور رسی پکڑ کر لٹکتے ہوئے زور دے کر چڑھنے میں اتنا زور پڑتا ہے کہ کعبۃ اللہ شریف کا بالائی حصہ مشرق کی جانب جھک گیا ہے۔ حضور ﷺ نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے بزور لٹکتے ہوئے چڑھنے کو ملاحظہ فرما کر غلام سے فرمایا کہ عباس بہت تکلیف سے چڑھ رہے ہیں، میں یہ سمجھا کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی امداد کرنے کا اشارہ ہے۔ بندہ فوراً اٹھ کر حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی مدد کو چلا۔ کعبۃ اللہ کے دروازہ میں داخل ہونے کے بعد حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے قریب پہونچنا چاہتا تھا کہ آنکھ کھل گئی۔ حضور ﷺ سے کچھ مکالمہ کا شرف بھی حاصل ہوا، لیکن کچھ بھی یاد نہ رہا، **فالحمد لله على ذلک، فداک ابی و امی یا رسول الله (صلی الله علیه وسلم)۔**

حضرت محمد، حضرت عیسی، حضرت موسی علیہم السلام کی زیارت

(۶)......۱۸ر جمادی الاولی ۱۳۷۴ھ شب شنبہ کو اللہ کے فضل وکرم سے حضور آقائے نامدار

ﷺ اور حضرت سیدنا موسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام اور سیدنا حضرت عیسی علیہ الصلوۃ والسلام ہرسہ اولوالعزم رسل کی زیارت منامی کا شرف اس روسیاہ کونصیب ہوا۔

مجھے خواب میں ایسا معلوم ہوا کہ ہرسہ پیغمبرانِ عظام صلوۃ اللہ علیھم جناب مولوی محمد یوسف صاحب نبیرۂ حضرت شاہ صوفی سلیمان صاحب قدس سرہ کے مہمان ہیں، الحمد للہ علی ذلک۔

حضرت عیسی علیہ السلام کی زیارت

(۷)......مؤرخہ ۴؍ جمادی الاولی ۱۳۷۳ھ مطابق ۹؍فروری ۱۹۵۴ء بوقت شب حضرت سیدنا عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کی زیارت علماء کے ایک مجمع کے ساتھ نصیب ہوئی، گویا علماء کی ایک خاصی جماعت لاجپور آئی ہے ان کے قیام کے لئے کہ کسی مکان میں ٹھہرایا جاوے یا جامع مسجد میں اس میں اختلاف ہوا، میری رائی مسجد میں ٹھہرانے کی تھی۔حضرت عیسی علیہ السلام کے ایماء وارشاد سے علماء کی جماعت کو جامع مسجد میں ٹھہرایا گیا۔حضرت عیسی علیہ السلام نہایت شکیل ،وجیہہ،خوبرو،سرخ وسفید چہرہ ،بدن سڈول نہ ہلکا نہ بھاری،قدمتوسط عمرتیں، چالیس سال کے اندر معلوم ہوتی تھی،الحمد للہ علی ذلک۔

رویت حضرت ابراہیم علیہ السلام

(۸)...... جمادی الاولی ۱۳۲۳ھ کی آخری تاریخوں میں عاصی راقم الحروف مرغوب احمد غفر اللہ لہ ولوالدیہ ولمشائخہ الکرام کو دہلی مدرسہ عبدالرب مرحوم میں عالم رویا میں حضرت خلیل اللہ سیدنا ابراہیم صلوات اللہ علیہ وعلی جمیع الانبیاء والمرسلین کی زیارت نصیب ہوئی۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام کی مدرسہ میں تشریف آوری کی اطلاع ہوتے ہی فقیر

نے عالم شوق میں مدرسہ کے طلبہ کو یہ کہتے ہوئے بیدار کیا کہ بزرگان دین کی ملاقات سے ہمیں کس قدر مسرت ہوتی ہے، آپ تو خلیل اللہ ہیں، جلدی دوڑ کر شرف زیارت حاصل کرو، چنانچہ طلبہ حاضر خدمت ہو گئے۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ السلام شمالی جانب صحن مسجد میں مولانا محمد شفیع صاحب کی درسگاہ کے حجرے کے سامنے قبلہ رو دوزانو تشریف فرما تھے اور مواجہہ میں حضرت علیہ السلام کے حضرت مولانا عبدالعلی صاحب محدث وصدر مدرس وناظم مدرسہ نہایت ادب سے بیٹھے تھے۔ دیگر مدرسین وطلبہ اطراف میں نہایت ادب سے بیٹھے ہوئے زیارت سے مشرف ہو رہے تھے۔

حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کا حلیہ مبارک آج پچاس سال کے بعد بھی ذہن میں محفوظ ہے۔ میانہ قامت، لیکن قریب کشیدہ قامت کے، رنگت نہایت سرخ وسفید، جسم اطہر نہ ہلکا نہ بھاری، لیکن بھرا ہوا، سیاہ جبہ وعمامہ باندھے ہوئے۔

میری خوشی کا جو اس وقت عالم تھا اس کے اظہار سے قاصر ہوں۔ حضرت مولانا عبد العلی صاحب نے نہایت ادب سے عافیت مزاج اقدس دریافت کرنے کے بعد تشریف آوری کا سبب دریافت کیا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ: میں مولوی رشید احمد (گنگوہی) کو لینے آیا ہوں۔ (اسی ماہ میں مؤرخہ ۸/ جمعہ کو حضرت مولانا کا انتقال ہو گیا تھا یہ واقعہ انتقال کے کچھ روز بعد کا ہے)

اس کے بعد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا عبدالعلی صاحب سے فرمایا کہ مولوی صاحب! مجھے آپ کے نوجوان صاحبزادے عبدالجلیل کے انتقال کی خبر ہوئی تھی، مرحوم بہت آرام سے ہیں آپ صبر کیجئے۔

اس کے بعد حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے فرمایا کہ میں مدرسہ امینیہ دیکھنا چاہتا ہوں، چنانچہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام کے ہمراہ طلبہ کی ایک جماعت کے ساتھ فقیر بھی سنہری مسجد میں گیا۔ مدرسہ کی سیڑھی کے سامنے اوپر میں مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ کا حجرہ تھا۔ سیڑھی چڑھ کر اوپر تشریف لے گئے، پھر واپس اترے۔ ہم نیچے کھڑے تھے۔ حضرت کا حجرہ کی سیڑھی سے اترنے کا سماں اب تک میری نظروں میں گھوم رہا ہے۔

حضرت علیہ السلام کی شکل وشباہت، قد وقامت اور خوبصورتی کی مثال ومشابہت میں اگر ناقص تشبیہ کسی کے ساتھ دے سکوں تو مولانا عبدالحق صاحب حقانی مرحوم اور میرے والد مرحوم کو دے سکتا ہوں، الحمد للہ والشکر للہ۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری مرتبہ زیارت

(۹)......الحمد للہ والشکر للہ آج شب یک شنبہ بوقت دوساعت ۲۳/شعبان المعظم ۱۳۷۴ھ مطابق ۱۷/اپریل ۱۹۵۵ء اس روسیاہ سراپا عصیان کو عالم رویا میں حضرت سیدنا ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا وعلیہ الصلوۃ و السلام بعدد معلوم لہ کی زیارت منامی نصیب ہوئی۔

حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام گویا کسی شہر میں جامع مسجد کے قریب ایک حجرہ میں تشریف فرما ہیں اور متصل ایک دوسرے کمرے میں کتب خانہ ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کتب خانہ سے ایک مجلد کتاب اٹھائی جس میں دو کتابیں تھیں، ایک کتاب کے ساتھ دوسری کتاب تھی وہ خطبات جمعہ کا مجموعہ تھا، اس مجموعۂ خطب میں وہ خطبہ نظر انور سے گذرا جو حضرت مولانا حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ خطبہ جمعہ پڑھا کرتے ہیں۔ جامع مسجد میں بوجہ جمعہ مصلیوں کا بڑا مجمع ہے، مصلیوں نے فقیر سے فرمائش کی کہ تم حضرت

خلیل اللہ علیہ السلام سے سفارش کرو کہ حضرت خلیل اللہ علیہ السلام حضرت مدنی رحمہ اللہ کو جمعہ پڑھانے کا ارشاد فرمائیں ،فقیر نے جرأت کر کے عرض کیا تو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام نے مولانا مدنی رحمہ اللہ کو جمعہ پڑھانے کا حکم فرمایا۔مولانا مدنی رحمہ اللہ نے خطبہ پڑھا اور نماز جمعہ پرھائی۔حضرت ابراہیم علیہ السلام نے مولانا کی اقتدا میں نماز جمعہ ادا فرمائی۔فقیر بھی مقتدیوں میں شامل تھا،فالحمد لله علی ذلک حمدا کثیرا ۔حضرت ابراہیم علیہ السلام ضعیف العمر تھے۔ریش مبارک سفید تھی۔

حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت

(۱۰)......حضرت جبرئیل علیہ السلام کی زیارت نصیب ہوئی،الحمد لله علی ذلک۔

اتباع سنت

حضرت کو طالب علمی کے زمانہ ہی سے اتباع سنت کا التزام تھا۔چھوٹی چھوٹی سنتوں پر بھی پابندی سے عمل فرماتے ۔اتباع سنت کی وجہ سے وہ اذکار جو احادیث میں وارد ہوئے ہیں ان کا خوب اہتمام فرماتے ،مثلاً حدیث پاک میں ہے فجر اور مغرب کے بعد قعدہ کی ہیئت پر بیٹھے ہوئے جو شخص '' لا اله الا الله وحده لا شریک له ' له الملک وله الحمد بیده الخیر ' یحیی و یمیت وھو علی کل شئی قدیر '' دس مرتبہ پڑھے تو ہر مرتبہ پڑھنے پر اس کے لئے دس نیکیاں لکھی جاتی ہیں ،دس گناہ مٹائے جاتے ہیں اور دس درجات بلند کئے جاتے ہیں اور یہ کلمات اس کے لئے ہر بری چیز سے امان اور شیطان مردود سے پناہ بنتے ہیں اور سوائے شرک کے کوئی گناہ اس کو ہلاک نہیں کرے گا اور عمل کے اعتبار سے وہ شخص تمام لوگوں سے افضل ہوگا،البتہ وہ شخص جو اس سے افضل کلمات کہے۔

(مشکوۃ ص۹۰،باب الذکر بعد الصلوۃ)

ذکر اللہ کا اہتمام

حضرت مفتی صاحب کو ذکر کا خوب اہتمام تھا۔مطالعہ وغیرہ سے جو وقت فارغ ہوتا ہاتھ میں تسبیح ضرور ہوتی اور زبان یادالٰہی میں مشغول رہتی۔بقول مولانا اسماعیل حاجی واڑی صاحب لاجپوری مدظلہ کے کہ میں نے اپنے بزرگوں میں جنہیں ذاکر وشاغل یعنی ہر وقت یادالٰہی میں مصروف دیکھا ان میں مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کا کوئی ثانی نہیں، ذکر اللہ میں درود شریف بہت کثرت سے پڑھا کرتے تھے۔

نماز با جماعت کا اہتمام

مفتی صاحب جماعت کی نماز کا بے حد اہتمام فرماتے۔صحت تک جماعت کے پابند رہے۔حالت مرض میں جب مسجد کی حاضری سے معذور ہوگئے تو اس پر اظہار افسوس فرمایا کرتے تھے۔علماء سے دعا کی درخواست فرماتے۔چند گرامی نامے کے اقتباسات نقل کرتا ہوں:

''مسجد کی حاضری اور مجالس خیر کی حاضری سے محروم ہو گیا ہوں''

''فقیر کے مرض میں گونہ افاقہ ہے،اللہ تعالی سے دعا ہے کہ رمضان شریف میں مسجد کی حاضری نصیب فرمائے،آمین۔دعا کرتا ہوں اور دعا کا طالب ہوں''

''اللہ تعالی اپنے فضل سے اس قدر افاقہ جلدی نصیب فرمائے کہ فقیر مسجد میں حاضری دے سکے''۔

قیلولہ

آپ کے معمولات میں یہ بھی تھا کہ دوپہر بارہ بجے کھانا تناول فرما کر اتباع سنت

میں قیلولہ کرتے اور ظہر تک آرام فرماتے۔

قیام لیل

آپ تہجد کے بڑے پابند تھے۔صبح صادق سے ایک گھنٹہ پہلے بیدار ہو جاتے اور تہجد و دعا کا اہتمام فرماتے۔

نماز اشراق

آپ کا معمول تھا کہ فجر کے بعد اپنے معمولات تلاوت ،حزب الاعظم کی منزل وغیرہ سے فراغت پر اشراق ادا فرماتے۔

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر

مفتی صاحب کو اللہ تعالی نے داعیانہ اور مبلغانہ صفت سے نوازا تھا۔امت کی اصلاح کا درد وغم عطا فرمایا تھا۔

بوقت ضرورت’’ افضل الجهاد من قال كلمة حق عند سلطان جائر ‘‘پر بھی عمل فرمایا۔نمونہ کے طور پر ایک واقعہ کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے:

حق گوئی کا ایک واقعہ

راقم کے نانا مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری نے بیان فرمایا کہ: رنگون میں آپ مفتیٔ اعظم کے عہدہ پر فائز تھے۔ایک مرتبہ حکومت نے تحریک چلائی کہ حج کی فلم بنائی جائے اور تمام مسلمانوں کی اس میں شرکت لازم قرار دی جائے۔مفتی صاحب کو جب اس بات کا علم ہوا تو اپنے چند معتمد تلامذہ کو لے کر پارلیمنٹ میں تشریف لے گئے اور مختصر جامع احتجاجی تقریر فرمائی اور اس میں یہ جملہ فرمایا:

’’اگر ارباب حکومت نے ہمارے احتجاج کو نظر انداز کیا تو حکومت کو نقصان برداشت کرنا ہوگا یا مرغوب احمد مع اپنے رفقاء کے دنیا سے ختم ہو جائے گا‘‘۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

عام حالات میں نرمی، شفقت اور حکمت سے اصلاح فرماتے۔ چند واقعات لکھتا ہوں:

(۱)......ایک مرتبہ جامع مسجد لاجپور میں آپ تشریف فرما تھے ایک صاحب کو کھانسی آئی اور تھوکنے کی ضرورت پڑی وہ صاحب قبلہ کی دیوار کی طرف بڑھے، آپ نے حکمت و نرمی سے سمجھایا کہ قبلہ کی طرف تھوکنا منع ہے۔

(۲)......ایک صاحب وجاہت شخص آپ کی خدمت میں آئے، جب چائی پیش کی گئی تو ان صاحب نے بائیں ہاتھ سے پینی شروع کی، آپ نے بڑی شفقت سے چائی کا پیالہ ان سے لے کر داہنے ہاتھ میں دیا اور فرمایا یہ سنت طریقہ ہے۔

(۳)...... ایک مرتبہ ٹھیک دو پہر کے وقت گرمی اپنی شباب پر تھی اور جنازہ لایا گیا، صفیں سیدھی کی جارہی تھیں کہ اچانک کچھ حضرات نے شور وغل کر دیا، صف جلدی بناؤ، گرمی اور دھوپ تیز ہے۔ حضرت امامت کی جگہ کھڑے تھے، حاضرین کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا: میرے بھائیوں! اس وقت ہمارا کیا حال ہوگا جب آفتاب ایک بالشت کی مقدار اونچا ہوگا اور ہر شخص بقدر اعمال پسینہ میں غرق ہوگا یہ وقت ہمارے لئے درس عبرت ہے۔

(۴)...... ایک مرتبہ رات کو مسجد میں لالٹین بجھ گئی، اندھیری رات تھی مسجد میں تاریکی چھا گئی، مفتی صاحب نے فوراً لوگوں کو مخاطب کر کے فرمایا: میرے دوستوں! غور کرو اس فانی و عارضی اندھیری سے آدمی خوف و وحشت محسوس کرتا ہے قبر میں کیا حال ہوگا، جہاں

کوئی روشنی کا انتظام نہ ہوگا بجز اعمال صالحہ کے، لہذا اعمال صالحہ کا اہتمام کرو کہ قبر کو روشن کردے۔

(۵)......ایک مرتبہ جنازہ اس حال میں لایا گیا کہ پورا پھول سے بھرا ہوا تھا، حضرت سے نماز جنازہ کی درخواست کی گئی کہ اکثر اطراف میں نماز جنازہ کے وقت نظر آپ پر ہی پڑتی اسی لئے اہل علم میں آپ ''امامِ میت'' سے مشہور تھے۔ آپ آگے بڑھے اور پھول کے ہار کو جنازہ پر سے لے کر اپنے گلے میں ڈال لیا اور نماز پڑھائی پھر فرمایا: دوستوں! پھول کا ہار زندوں پر سجھتا ہے نہ کہ مردوں پر اور آپ اس زندہ کو چھوڑ کر مردہ کو پہناتے ہو۔ اس حکمت سے الحمدللہ وہ بدعت مٹ گئی۔

متفرق واقعات

رقت قلبی

مفتی صاحب بڑے رقیق القلب واقع ہوئے تھے۔ تلاوت کلام پاک کے وقت آیت تعذیب پر اکثر گریہ طاری ہوجاتا۔

ایک مرتبہ نماز فجر کے وقت امام صاحب کی عدم موجودگی میں مولانا عبد القدوس صاحب اوران کے والد محترم حضرت مولانا محمد بن یوسف صاحب وغیرہ موجود تھے، چونکہ مفتی صاحب قرآن پاک ایک خاص لہجہ میں بڑے درد سے پڑھتے تھے۔ مولانا محمد یوسف صاحب نے آپ سے درخواست کی کہ حضرت نماز پڑھادیجئے! آپ نے نماز پڑھائی اور سورۂ نبا پڑھی، جب آیت شریفہ﴿ اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَاداً ﴾ بے شک دوزخ ایک گھاٹ کی جگہ ہے) پر پہنچے تو گریہ وبکا کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ مصلی حضرات بھی اس سے متأثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

ایسا ہی ایک واقعہ حضرت مولانا حکیم عبدالحئی صاحب کی وفات پر پیش آیا، موصوف کی وفات شب جمعہ میں ہوئی، اس دن فجر کی نماز مفتی صاحب نے پڑھائی اور اس میں ﴿یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا اسْتَعِیْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوۃ﴾ تلاوت فرماتے ہوئے جب ﴿ اَلَّذِیْنَ اِذَا اَصَابَتْھُمْ مُصِیْبَۃٌ ﴾ پر پہونچے تو گریہ طاری ہو گیا حتی کہ مرحوم کے والد محترم بھی اس وقت اپنے پر قابو نہ پا سکے اور آنکھیں آنسو بھر لائیں۔ راوی کا بیان ہے کہ مفتی صاحب اکثر موقع ومحل کی رعایت سے آیات کا انتخاب فرماتے۔

ایک حکیمانہ فیصلہ

لاجپور نئی مسجد کے امام تھے حضرت حافظ محمد صاحب۔ (آپ عارف باللہ اور بڑے اولیاء اللہ میں سے تھے) کبرسنی کی وجہ سے قرآن مجید بعجلت پڑھنا دشوار تھا، مگر تلاوت بہت عمدہ آواز و لہجہ سے فرماتے۔ رمضان میں تراویح خود پڑھاتے تھے۔ ایک مرتبہ چند حضرات نے یہ نازیبا حرکت کی کہ ایک حافظ صاحب کو سورت سے بغیر آپ کی اطلاع کے بلا لیا، رمضان کی پہلی شب میں موصوف تراویح کے لئے آگے بڑھے، ان حضرات نے اپنے مدعو حافظ صاحب کو آگے کرنا چاہا، مگر مصلیوں کی اکثریت اس پر آمادہ نہ ہوئی اس لئے تراویح تو امام صاحب ہی نے پڑھائی۔

مخالفین نے عین اسی وقت صحن مسجد میں دوسری جماعت کی۔ تراویح کے بعد چہ میگوئیاں ہوئیں۔ صبح والیٔ سچین نواب صاحب تک واقعہ کی اطلاع پہونچی۔ نواب صاحب نے ایک فوجی افسر مع دو رفقاء کے حالات کی تحقیق وتفتیش کے لئے لاجپور بھیجے۔ لاجپور کے پٹیل صاحب کے یہاں افسر نے دونوں فریق کو جمع کیا۔ گاؤں کے لوگ بھی کثیر تعداد میں جمع ہو گئے۔ افسر نے اتفاق اور اتحاد کی نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ صلح کی چند صورتیں

ہیں،کسی پر دونوں فریق رضامند ہوجائے مثلاً دونوں حافظ صاحبان دس دس رکعتیں پڑھادیں یا ایک دن ایک صاحب دوسرے دن دوسرے صاحب پڑھائے یا نصف رمضان ایک صاحب بقیہ نصف رمضان دوسرے صاحب کی باری بنادی جائے ۔عجیب بات کہ فریقین کسی پر رضامند نہ ہوئے تو افسر نے غصہ میں آکر کہا کہ اگر تم کسی صورت پر رضامند نہیں ہوتے ہو تو کل مسجد کو تالا لگا تا ہوں،خبر دار کوئی اسے کھول کر دیکھے قید کر دیا جائے گا۔

جب بات یہاں تک پہنچی تو مجمع میں سے دو صاحب مفتی صاحب کے پاس آئے اور افسر کا فیصلہ سنایا،مفتی صاحب کو رات کے واقعہ کی اطلاع تھی مگر افسر کی آمد کی اطلاع نہ تھی، چنانچہ حسب معمول عصا لیا اور تشریف لائے مجمع کی نظر دور سے حضرت پر پڑی ،مفتی صاحب کو دیکھتے ہی مجمع پر عجیب انداز میں فیصلہ کی آس وامید بندھی۔مفتی صاحب قریب تشریف لائے ۔سلام کیا،مجمع وافسر نے جواب دیا۔افسر نے آپ کو اپنے قریب بٹھایا اور تفصیل سنائی۔

حضرت نے یہ تفصیل سنی تو جذبات اور پوری قوت کے ساتھ قوم کو مخاطب ہو کر فرمایا جس کا خلاصہ یہ ہے:

’’حضرات! رمضان کا مبارک مہینہ جس میں جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں،نفس کشی کے لئے روزہ مقرر کیا گیا،شیطان بند کر دیئے گئے ،تو کیا آج ہم خود شیطان بن جائیں گے،اگر ہمارے اس کرتوت سے مسجد کو تالا لگ گیا تو ہمارا کیا حشر ہوگا؟ کہیں سنا کہ مسجد کو مسلمانوں نے آپس میں لڑ کر تالا لگایا ہو،رمضان کے اس مبارک مہینے میں بجائے رحمت کے غضب الٰہی کے نزول کا ذریعہ بنو گے۔

پھر فرمایا: ان صورتوں میں سے کسی پر اتفاق کرتے ہو یا نہیں؟ پورے مجمع پر سکتہ طاری تھا، کسی کو کچھ بولنے کی جرأت نہ ہوئی، پھر فرمایا آپ حضرات راضی ہو تو میں ایک صلح کی صورت بتلاؤں؟ اس پر افسر نے فوراً کہا حضرت آپ جو فیصلہ فرمائیں گے وہ نافذ کر دیا جائے گا، نواب صاحب کے سامنے میں اسے پیش کر دوں گا۔ مفتی صاحب نے کچھ لمحات کے لئے سر جھکایا اور فرمایا: حضرات غور سے سنو! نہ حضرت حافظ صاحب تراویح پڑھائیں گے، گر چہ یہ ہمارے بزرگ ہیں، پیش امام ہیں، متقی و مخلص ہیں، میں حضرت سے بہت مؤدبانہ درخواست کرتا ہوں کہ حضرت مجھے معاف فرمائیں اور نہ یہ نو وارد حافظ صاحب تراویح پڑھائیں گے اور آواز دی کہ کہاں ہیں مولوی محمد سعید صوفی؟ آیئے! وہ قریب حاضر ہوئے تو فرمایا: آج سے آپ الم تر سے تراویح پڑھائیں گے۔

پھر فرمایا: حاضرین میں جانتا ہوں کہ مولانا حافظ نہیں ہے، مگر تراویح میں ختم قرآن سنت ہے اور اختلاف وفتنہ کا دفعیہ واجب ہے اور واجب کا درجہ سنت سے بڑھا ہوا ہے۔

اس فیصلہ پر سب متفق ہو گئے اور اللہ تعالی نے آپ کی برکت سے اختلاف ختم کر دیا۔

راوئ واقعہ مولانا عبدالقدوس صاحب فرماتے ہیں کہ پورے گاؤں میں یہ چرچا ہو گیا کہ اگر مفتی صاحب نہ ہوتے تو مسجد کو تالا لگ جاتا۔

مولانا موصوف نے یہ بھی فرمایا کہ آپ کا یہ فیصلہ آپ کی اعلی فراست کا شاہد ہے، اگر آپ امام صاحب کے حق میں فیصلہ فرماتے جیسا کہ ان کا حق تھا تو لوگ کہتے اپنے خسر کی طرفداری کر گئے۔ (امام صاحب مفتی صاحب کے خسر تھے)

مفتی صاحب کے خلاف مقدمہ

لاجپور جامع مسجد کے قریب ایک نابینا ضعیفہ رہتی تھی، اس کے پاس ایک رہائشی مکان

اور کچھ زیورات وغیرہ تھے، اس نے مفتی صاحب سے عرض کیا کہ میرا یہ مکان مسجد کے لئے وقف ہے میرے مرنے کے بعد اسے مسجد کی ملکیت میں کردیں اور یہ زیورات آپ کے پاس امانت ہیں، اس معاملہ کو تحریری طور پر بھی لکھ دیا گیا۔

کچھ حاسدین نے ایک اور عورت کو بھڑکا کر یہ مقدمہ دائر کردیا کہ ضعیفہ کے زیورات پر مفتی صاحب نے ناجائز قبضہ کرلیا ہے، چنانچہ دوسرے روز سورت سے چند افسران مفتی صاحبؒ کی خدمت میں آئے۔ میرے والد صاحب مدظلہ کا بیان ہے کہ میں ان کو دیکھ کر ڈر گیا، جلدی سے حضرت کو اطلاع دی، حضرت غسل فرمارہے تھے۔ آپ نے فرمایا ان کو بلا کر گھر میں بٹھاؤ۔ آپ غسل سے فراغت پر ململ کا کرتہ زیب تن کئے ہوئے ایک خاص شان سے تشریف لائے، نہ چہرے پر کوئی خوف وحراس نہ گھبراہٹ۔ افسران سے بات کی ان کے سوال پر وہ تحریر دکھلائی جو ضعیفہ نے معاملہ میں تحریری طور پر دی تھی اور زیورات بھی دکھائے، ساتھ ہی ضعیفہ سے ملاقات کرادی۔ ضعیفہ نے مفتی صاحب کی زبانی واقعہ سنا تو ایک چیخ ماری اور کہا کہ افسوس حاسدین پر ایسے فرشتہ صفت انسان کو بھی نہ چھوڑا، پھر اس عورت نے افسران کو بیان دیا کہ یہ میرے بزرگ ہیں میں ان کو امانت دار اور نیک ومتقی مانتی ہوں، اور میں نے ہی یہ زیورات ان کے پاس امانت رکھیں ہیں۔ افسران مفتی صاحب کی ملاقات اور ضعیفہ کے بیان سے سمجھ گئے کہ یہ آپ کے خلاف مکرو پروپیگنڈہ ہے اور انہوں نے اس بات کا اقرار بھی کیا کہ یہ صورت کسی خائن کی نہیں ہوسکتی'' لیس ھذا وجہ کذاب''۔

بہر حال کچھ عرصہ مقدمہ کے بعد مفتی صاحب کے حق میں فیصلہ ہوا۔ فیصلہ کے دن جج نے مخالفین سے کہا میں ان کی صورت دیکھ کر ہی سمجھ گیا تھا کہ یہ آدمی بے قصور ہیں اور ان

مخالفین کو ڈانٹا کہ آج کے بعد ایسی حرکت نہ کرنا ورنہ برباد ہو جاؤ گے۔

دینی خدمات

صدقۂ جاریہ

ایک حدیث میں یہ مضمون آیا ہے کہ انسان کی وفات سے اس کے اعمال کا سلسلہ ختم ہو جاتا ہے، مگر تین چیزوں کا ثواب جاری رہتا ہے۔ ایک صدقۂ جاریہ۔ دوسرا وہ علم جس سے فائدہ اٹھایا جائے۔ تیسرا نیک اولاد۔

الحمدللہ حق تعالی نے یہ تینوں نعمتیں آپ کو عطا فرمائی تھیں۔ مرحوم نے اپنے پیچھے لاجپور کی جامع مسجد اور مفید تالیفات اور ولد صالح میں راقم کے والد ماجد کو چھوڑا جو الحمدللہ ''الولد سر لابیه'' کے صحیح مصداق ہیں، صدقۂ جاریہ چھوڑے ہیں۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کسی عربی شاعر کا یہ شعر مفتی صاحب کے حال کی صحیح ترجمانی کررہا ہے۔

موت التقی حیاة لا نفاذ لها قد مات قوم وهم فی الناس احیاء

کسی نے اردو میں اس کا ترجمہ کیا ہے۔

شہیدانِ محبت کو کبھی مرتے نہیں دیکھا
حیات جاودانی ملتی ہے ان کو تو فنا ہو کر

جامع مسجد لاجپور

لاجپور کی جامع مسجد پرانی اور خستہ حال ہو چکی تھی۔ حضرت نے کچھ احباب کے تعاون سے اسے از سر نو تعمیر کرائی۔ گیارہ سال کے عرصہ میں شاندار وسیع مسجد تیار ہوگئی، تو قبولیت کی فکر دامنگیر ہوئی، حق تعالی نے ایک خواب کے ذریعہ اس کی قبولیت کا اطمینان دلایا۔ وہ

خواب رویائے صادقہ کے ذیل میں گذر چکا ہے۔

مسجد کی تعمیر کے بعد ایک بڑی عیدگاہ کی ضرورت محسوس کی تو اپنی زمین وقف فرمائی اور مالی تعاون بھی فرمایا، الحمدللہ آپ کی محنت سے وہ بھی تیار ہوگئی۔

مدرسہ اسلامیہ لاجپور کی تجدید فرمائی، کچھ سال مدرسہ چلا، مگر حالات سے اس میں تعطل پیدا ہوگیا۔

جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کا اہتمام

گجرات کی عظیم دینی درسگاہ جامعہ اسلامیہ ڈابھیل کو کچھ حضرات نے دنیوی تربیت گاہ بنانے کا منصوبہ بنایا۔اس نازک موقع پر دردمند حضرات کی ایک جماعت نے مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی کو مدعو کیا۔آپ تشریف لائے اور مدارس کی اہمیت پر پُر جوش تقریر فرمائی ۔حضرت کی محنت اور وعظ ونصیحت کارگر ثابت ہوئی اور وہ منصوبہ ختم ہوگیا۔

اب اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی گئی کہ فوری طور پر ایک قابل شخصیت کا تقرر منصب اہتمام کے لئے کیا جائے، چنانچہ سب کی نظر انتخاب مفتی صاحب پر پڑی اور آپ سے درخواست کی گئی، آپ نے باوجود ضعف ونقاہت کے عارضی طور پر اس ذمہ داری کو قبول فرمایا اور ۱۳۷۴ھ میں ماہ جمادی الاولی سے شعبان تک چار مہینے صدر مہتمم کی حیثیت سے جامعہ کی خدمت انجام دی۔

قیام رنگون اور وہاں دینی خدمات

مفتی صاحب ۱۹۱۵ء کے اخیر میں حضرت مولانا براہیم صاحب راندیری کی دعوت پر رنگون تشریف لے گئے۔

وہاں مدرسہ تعلیم الدین معلمیہ رنگون میں استاذ و مہتمم کی حیثیت سے خدمت انجام دیتے رہے، ساتھ ساتھ دارالافتاء کی ذمہ داری بھی آپ پر تھی۔

وعظ و تقریر کے ذریعہ بھی آپ نے وہاں معاشرہ کی اصلاح میں خوب کام کیا۔

تصنیفات

چار مفید تصنیفات چھوڑیں:

(۱)......سادات کے مناقب وفضائل میں ''سفینۃ النجات فی ذکر مناقب السادات''۔

(۲)......عقائد میں ''توحید الاسلام''۔

(۳)......بچوں کے لئے فقہ شافعی میں ''تعلیم الاسلام'' کے طرز پر ''ارکان اسلام''۔

(۴)......حدیث میں ''جمع الاربعین فی تعلیم الدین''۔

ان تصنیفات کا مفصل تعارف اور منتخب اقتباسات دیکھنا ہو تو ''تذکرۃ المرغوب'' کا مطالعہ فرمائیں۔

نو مشائخ کے حالات

ان تصنیفات کے علاوہ ماہنامہ دارالعلوم دیوبند میں نو مشائخ کے مفصل حالات مرتب فرما کر شائع فرمائے۔ جن کے اسماء یہ ہیں:

	اسماء	ماہنامہ	مہینہ	ہجری	مہینہ	عیسوی
۱	شیخ فقیہ مخدوم علی بن احمد مہائمی۔	البلاغ، بمبئی			دسمبر	۱۹۵۷
۲	محدث عظیم علامہ محمد طاہر پٹنی...	دارالعلوم دیوبند	ذی الحجہ	۱۳۷۲		
۳	مولانا صوفی احمد میاں لاجپوری	,,	ربیع الاول			
۴	مولانا قاری اسمٰعیل راندیری..	,,	رمضان	۱۳۷۳		

۵	مولانا عبدالحئ صاحب کفلیتوی	,,	ذی الحجہ	۱۳۷۲		
٦	مولانا غلام محمد صاحب راندیری	,,	,,	۱۳۷۳		
۷	مولانا احمد حسن صاحب سملکی۔	,,	محرم	۱۳۷۳	اکتوبر	۱۹۵۳
۸	مولانا محمد ابراہیم راندیری......	,,	جمادی الثانی	۱۳۷۴		
۹	مولانا احمد بزرگ سملکی	,,	,,	۱۳۷۱		

راقم نے مفتی صاحب کے ان تمام مضامین کو نئی ترتیب، عنوانات اور حاشیہ کے اضافہ کے ساتھ ''اطیب القطرات تذکرہ بعض مشائخ گجرات'' کے نام سے شائع کردیا ہے۔

مرض ووفات

حضرت مفتی صاحب کی عمر تقریبا ۷۷ سال کی تھی کہ ۲۹/ دسمبر ۱۹۵۷ء مطابق ۱۳۷۷ھ کو فالج کا حملہ ہوا اور یہ مرض، مرض وفات ثابت ہوا۔ علاج ومعالجہ کروایا، مگر کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا، اس مرض نے مفتی صاحب کو صاحب فراش بنادیا۔ زبان میں بھی لکنت پیدا ہوگئی تھی، مگر آپ نے یہ پورا زمانہ صبر واستقامت کے ساتھ گذارا۔

زمانۂ مرض میں دو امتحان

حدیث میں ہے: ''اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل '' آپ بھی کبر سنی میں آزمائش میں مبتلا ہوئے، ایک طرف فالج کی وجہ سے ضعف ونقاہت عروج پر اور اسی حالت میں محبوب بیٹی کے بیوہ ہونے کا حادثہ پیش آیا اور آپ کے داماد حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری کے حادثۂ موت کا پیغام سننا پڑا۔ موصوف نے عید الفطر کے دن ۱۳۷۹ھ میں وفات پائی۔

دوسرا امتحان معصوم صاحبزادے رشید احمد کی وفات کا تھا۔ معصوم چھ سالہ نماز کا انتہائی

شوقین عصر کے بعد مسجد پہنچا اور وضو کرتے ہوئے حوض میں گر کر غرق ہو گیا اور شہادت کی موت پائی۔

معصوم کو حوض میں گرتے ہوئے کسی نے نہیں دیکھا بہت تلاش وجستجو کی مگر کوئی پتہ نہ چلا تو مجبوراً مفتی صاحب کو اطلاع کی گئی کہ رشید احمد کافی دیر سے غائب ہے تلاش جاری ہے مگر کوئی پتہ نہیں چلتا کہ کہاں ہے؟ اللہ اکبر حضرت کی کرامت کہ فوراً فرمایا: حوض میں بھی دیکھا؟ چنانچہ دو آدمی حوض میں اترے تو معصوم کی نعش ملی ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ اس آزمائش پر مفتی صاحب کے دل پر کیا گذری ہوگی وہ تو اللہ ہی جانتا ہے۔

مرض کا یہ سلسلہ تقریباً ساڑھے چار سال رہا۔ اکثر زمانۂ مرض میں بڑے ذوق و لذت سے یہ دعا پڑھا کرتے تھے:

﴿فاطر السمٰوات والارض انت ولی فی الدنیا والآخرة توفنی مسلما والحقنی بالصالحین﴾۔

بالآخر یکم محرم الحرام ۱۳۸۲ھ مطابق ۵/جون ۱۹۶۲ء بروز منگل بعد نماز ظہر اپنے مولی کی آغوش رحمت میں منتقل ہو گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعد نماز عشا حسب وصیت حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری (صاحب فتاوی رحیمیہ) نے اہل قریہ کے علاوہ علماء وطلبہ کی بڑی جماعت کی موجودگی میں نماز جنازہ پڑھائی اور لاجپور کے پرانے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔

قطعات تاریخ وفات وتعزیتی نظمیں

از: حافظ محمود ڈایا صاحب لاجپوری

آج دنیا سے اٹھی وہ شخصیت مشہور عام
ہم عصر میں اپنے تھی جو مولوی مرغوب نام

کوچ دنیا سے ہوا کیا آپ کا ہے آہ آہ
ہوگیا روپوش عالم علم کا ماہ تمام

با حیا با آبرو تھے با شعور و با ادب
رحم پرور تھے سخی حق گوئی تھا شیوہ مدام

آپ کی ہستی پے نازاں اور تھی بیجا نہیں
صلہ رحمی صلہ جوئی اور خوش خلقی دوام

دین حق سے وافر آپ کی تھی آ گہی
دین حق کے جزوکل پر آپ کی نگاہ تمام

واقف اسرار قرآن اور حدیث پاک ہے
دانا بیناء دور بین تھے اور تھے شیریں کلام

ذی علم نباض تھے علم وادب کے تذکرے
آپ کی محفل میں رہتے تھے برابر صبح وشام

آپ کی ہستی سراپا نفع بخش قوم تھی
مستفیض تھے آپ سے اپنے بیگانے تمام

علم دین حق کا گویا چشمۂ جاری تھے آپ
تشنہ گان علم ہوتے آپ سے تھے شادکام

خوب سادہ وضع تھے اور تھے حلیم وبردبار
تھے بہت خوش مزاج اور تھے بہت نیک نام

آپ گویا تھے سلف کی ایک صحیح یادگار
اللہ کی مرضی ہوتی ہے اس صبح کی آج شام

قبر سے تا ابد سب منزلیں آسان ہوں
فضل ربانی میں طے ہو آپ کے درجے تمام

بس دوامی جنت اعلی میں بھی اعلی جگہ
مولوی مرغوب احمد کا الٰہی ہو قیام

ہے دعا محمودؔ کی یارب خلف کو آپ کے
عیش دے آرام دے صبر جمیل وضبط تام

از: حضرت مولانا سید عبدالکریم صاحب

زندگی میں مولوی مرغوب احمد ہوگئے تخم اپنی نیک نامی کا جہاں میں بوگئے
سال رحلت آپ کا کہہ دیجئے عبدالکریم بعد رحلت آپ اب مغفور احمد ہوگئے

ایضا

جناب مولوی مرغوب احمد جو اپنی قابلیت میں تھے مشہور
بصد افسوس رحلت پاگئے وہ یہی تھی بات بس اب حق کو منظور
جو سال بکرمی کی اب غرض ہے بحمد اللہ اس میں ہے وہ مشہور

از: مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاجپوری

امام اہل حق مرغوب احمد لاجپوری تھے
کمالات آپ کی ہستی میں سب سری وصوری تھے
فنا فی اللہ فانی فی رسول اللہ بھی تھے آپ
محدث اور مفسر فقہ میں ثانی قدوری تھے
خوشا صل علی کیا موت تھی مرغوب والا کی
تبسم کلمۂ توحید برلب ہائے نوری تھے
کیا کرتے تھے خدمت آپ دل سے شاہ صوفی کی
قلم کش کاتب صوفی سلیماں لاجپوری تھے
سفینہ سے ہے ظاہر حب آل سرور عالم
فدائے سرور عالم نثار آل نوری تھے

از: مولانا سید عبدالاحد کوثر قادری

میری آنکھیں بن گئی ہیں آج دریائے فرات
ہوگئی ہے مولوی مرغوب احمد کی وفات
مولوی مرغوب احمد صاحب علم و عمل
باعث برکات تھی ان حضرت والا کی ذات
آپ ہی کی ذات تھی گنجینۂ علم و ہنر
آپ کی ہستی تھی ہم سب کے لئے آب حیات
آپ ہی کے دم سے تھا گجرات کا عزو وقار
آپ ہی کی ذات تھی گجرات کی اِک کائنات
اہل سنت والجماعت کے تھے اک محکم ستون
بدعتوں کے توڑ کر سب رکھ دیئے لات ومنات
عزم و استقلال کی اک جاگتی تصویر تھے
ڈگمگا سکتا نہ تھا جن کا کبھی پائے ثبات
اور بھی گجرات میں کوثر ہیں اہل علم پر
حضرت والا سی پیدا ہو نہیں سکتی ہے بات
میرا بس چلتا تو اپنی عمر بھی دیتا انہیں
پر خدا کے قبضۂ قدرت میں ہے موت وحیات
ہے دعا اب رحمتیں نازل ہوں روح پاک پر
صبر کی توفیق پائیں باقیات الصالحات

حلیہ......نکاح واولاد

راقم کو جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کی زیارت نصیب نہیں ہوئی۔حضرت کی وفات یکم محرم ۱۳۸۲ھ مطابق ۵؍جون ۱۹۶۲ء میں ہوئی اور راقم کی پیدائش ۴؍ربیع الاول ۱۳۸۳ھ مطابق ۲۵؍ستمبر ۱۹۶۳ء میں حضرت کی وفات کے تقریبا سوا سال بعد ہوئی،اس لئے اپنے بزرگوں اور اہل خاندان سے جو سنا اس کا مختصر نقشہ یہ ہے:

مفتی صاحب بڑے حسین وجمیل تھے۔رنگ سرخ وسفید، چہرہ کی تشبیہ گلاب کے پھول سے دی جاسکتی ہے۔طویل قد۔حق تعالی نے آپ کی شخصیت میں خاص کشش رکھی تھی اور وجاہت عطا فرمائی تھی۔جس مجلس میں تشریف فرما ہوتے ممتاز ونمایاں معلوم ہوتے۔

نکاح واولاد

مفتی صاحب نے یکے بعد دیگرے چار شادیاں کیں اور اولاد کی تعداد سولہ ہے،جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱)......پہلی اہلیہ کا نام خدیجہ بنت موسی:ان کے بطن سے چار صاحبزادیاں ہوئیں۔فاطمہ، عائشہ،امینہ،رقیہ۔ان میں عائشہ کا نکاح حضرت مولانا ابراہیم صاحب لاجپوری سے ہوا۔ موصوف کا انتقال عیدالفطر کے دن ہوا۔

(۲)......دوسری اہلیہ کا نام امینہ بنت حافظ محمد کاسوجی تھا۔ان سے کوئی اولاد نہیں ہوئی۔

(۳)......تیسری اہلیہ خدیجہ بنت محمد ڈوکرات:ان کے بطن سے چار صاحبزادے: یوسف سعید احمد،احمد رشید،اسماعیل ہوئے، اور چار صاحبزادیاں :رابعہ، زبیدہ ،سارہ ،ہاجرہ ہوئیں۔

چوتھی اہلیہ امینہ بنت موسی:ان کے بطن سے فاطمہ،رشیدہ،حفصہ،تین صاحب زادیاں

اور ایک صاحبزادے رشید احمد ہوئے جو حوض میں گر کر شہید ہو گیا۔

اس وقت مفتی صاحب کی ایک اہلیہ اور ایک صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں بقید حیات ہیں۔اللہ تعالی سب کو صحت و عافیت نصیب فرمائے اور اپنی رضا والے اعمال کی توفیق مرحمت فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا عبدالحیٔ

بسم اللہ رحمہ اللہ

ولادت:......۱۲/ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۳/دسمبر ۱۹۲۰ء

وفات:......۱۰/رجب ۱۳۹۶ھ مطابق ۷/جولائی ۱۹۷۶ء

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب بسم اللہ رحمہ اللہ

سرزمین گجرات کے نامور فقہاء وارباب افتاء میں فقیہ گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب کا نام نامی واسم گرامی سرفہرست آتا ہے، موصوف کی سوانح اوران کی خدمات کے حالات میرے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ (خلیفہ حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی متوفی ۱۹ر ربیع الثانی ۱۴۱۷ھ مطابق ۲ر ستمبر ۱۹۹۶ء بروز پیر) نے قدرے تفصیل سے تحریر فرمائے ہیں جو حضرت کے فتاوی کی جلد اول کے شروع میں شائع ہوئے ہیں۔ یادرہے کہ اس سے فتاوی مسلم گجرات کی ترتیب جدید مراد ہے جسے قریب ہی زمانہ میں راقم کے دوست اور حضرت مفتی صاحب کے صحیح جانشین مفتی عباس بسم اللہ صاحب مدظلہ مدرس و نائب مفتی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل نے انتھک محنت وکوشش سے مرتب فرمائے ہیں جس کی پانچ جلدیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

حضرت مفتی بسم اللہ صاحب کے صاحبزادوں میں سب سے بڑے صاحبزادے حضرت مولانا عبدالحیٔ صاحب تھے جو''الولد سر لابیہ ''کے مصداق' حضرت کے خلف الصدق اور مفتی صاحب کے سچے جانشین اور والد کی علمی وراثت کے حقیقی وارث تھے۔

ولادت

مولانا کی ولادت ۲۱ر ربیع الاول ۱۳۳۹ھ مطابق ۳ر دسمبر ۱۹۲۰ء میں بروز جمعہ ہوئی۔

بچپن، تعلیم

بچپن کا معصومانہ زمانہ والد بزرگوار کے زیر سایہ گذرا، چونکہ مفتی صاحب رنگون (برما) کے مفتئ اعظم کے منصب جلیلہ پر فائز تھے، اس لئے بچپن میں والد صاحب کے ہمراہ رنگون

کا سفر فرمایا اور قیام رنگون میں تعلیم کا آغاز ہوا۔

زلزلہ کی لپیٹ میں

مولانا کی والدہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ بوقت شب مفتی صاحب آپ کو اس طرح سبق یاد کروا رہے تھے کہ مولانا ایک جگہ بیٹھے تھے اور مفتی صاحب ٹہل رہے تھے اچانک زلزلہ آیا اور مولانا اس کی لپیٹ میں دو چار مرتبہ گر پڑے۔ حضرت مفتی صاحب جلدی سے سنت نبوی کی اتباع میں مسجد میں تشریف لے گئے اور دعا و استغفار میں مشغول ہو گئے۔

والد صاحب کی توجہ کی برکت تھی کہ بچپن میں پانچ پارے حفظ کر لئے اور صغر سنی میں وعظ و تقریر کی بھی مشق ہو گئی تھی۔

قیام رنگون کے دوران مفتی صاحب کو رعشہ کا مرض لاحق ہوا، جس میں گردن ہلا کرتی تھی، وہاں علاج و معالجہ کی کثرت کے باوجود شفاء نہ ہونے پر وطن کی طرف مراجعت فرمائی، والد صاحب کی معیت میں مولانا ڈابھیل آگئے اور جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں تعلیمی سلسلہ شروع فرما دیا اور اخیر تک جامعہ میں رہ کر درس نظامی کی تکمیل فرمائی اور ۱۳۶۱ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

اساتذہ

مولانا کو جن اساتذۂ باکمال سے شرف تلمذ حاصل ہوا ان میں مولانا ناظم صاحب ندوی مولانا عبدالعزیز صاحب، محدث کبیر مولانا محمد یوسف بنوری، مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مولانا محمد ادریس صاحب سکھروڈوی، مفتی اسماعیل صاحب بسم اللہ رحمہم اللہ کے اسماء قابل ذکر ہیں، تلمیذ قاسم العلوم حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب امروہی رحمہ اللہ سے ”بخاری شریف“ پڑھی۔

تدریسی خدمات

ماہ ذی الحجہ ۱۳۶۳ھ میں مدرس اردو کی حیثیت سے جامعہ ڈابھیل میں آپ کا تقرر ہوا، کچھ عرصہ درجۂ فارسی کی خدمت ذمہ رہی اور ۱۳۶۷ھ میں درجۂ عربی میں منتقل ہوئے۔

شوال ۷۳ھ میں آپ جامعہ سے علیحدہ ہوگئے۔ سن ۷۴ھ میں جب کہ راقم کے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری جامعہ کے صدر مہتمم تھے اس سال جمادی الاخری میں دوبارہ آپ کا تقرر ہوا اور سن ۷۸ھ تک آپ جامعہ میں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

جامعہ کے منصب اہتمام پر

دینی مدارس یقیناً اسلام کی حفاظت کے قلعے ہیں یہی وجہ ہے کہ اس کی ترقی کی راہ میں جتنے موانع شیطان کرسکتا وہ ظاہر ہے، ایسے مواقع کو وہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا جس سے ادارہ کی ترقی کو نقصان پہنچے، آپس میں اختلافات، اسٹرائک جس طریقے سے بھی ہوں۔

جامعہ ڈابھیل پر ایک ایسا دور گذرا کہ منتظمہ اور مہتمم میں اختلاف کے باعث کچھ ایسے قواعد اور ایکٹ بنا دیئے گئے جس میں سخت حالات سے گذرنا پڑا، اس دور امتحان میں کوئی اہل علم منصب اہتمام قبول کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے تھے۔ مولانا عبدالحئی صاحب کو کرھاً یہ منصب قبول کرنا پڑا، مولانا کا ہی وہ باہمت دل تھا کہ ایسے آزمائش کے وقت جامعہ کی ہمدردی وحفاظت کے خاطر اس نازک ذمہ داری کے لئے تیار ہوگئے اور ۷؍ربیع الآخر ۱۳۷۶ھ سے آپ جامعہ کے مہتمم بنائے گئے اور ۱۲؍رجب ۱۳۷۹ھ تک اس عہدہ پر فائز رہے۔

یہ سہ سالہ دور اہتمام مولانا کے لئے بڑا صبر آزما اور مجاہدہ کا رہا۔ داخلی وخارجی فتنہ

انگیزیاں، سیاسی دشمنیاں، اپنوں اور پرایوں کی چال بازیاں برابر آپ کو آزماتی رہیں۔ان سالوں کی داستانیں طویل قابل حسرت و ناقابل اشاعت ہیں۔

فضائل و کمالات

مولاناؒ نے زمانہ طالب علمی میں بڑے انہماک و توجہ سے علم حاصل کیا تھا، باکمال اساتذہ اور والد صاحب کی توجہ نے اس میں چار چاند لگا دیئے، اس کا نتیجہ تھا کہ آپ کے علم میں پختگی تھی۔اسباق بھی بڑے اہتمام اور محنت سے پڑھاتے۔مطالعہ میں وسعت تھی اس لئے چند سالوں میں درجۂ علیا کے اساتذہ میں اپنا امتیازی مقام حاصل کرلیا۔

والد صاحب کی صحبت کی برکت سے انتظامی صلاحیت بھی پیدا ہوگئی تھی، گرچہ آپ کے دور اہتمام میں جامعہ شدید ترین حالات سے دوچار تھا۔کلکٹر کی اجازت کے بغیر ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کیا جاسکتا تھا، ایسے حالات میں مولاناؒ کی صلاحیت کو نکھرنے کا زیادہ موقع نہ ملا۔ع کل شئی بقضاء و قدر

مجلس خدام الدین اور مولانا

مولانا کو حق تعالی نے امت کا درد و غم عطا فرمایا تھا، آپ نے جامعہ ڈابھیل میں تدریسی مصروفیات کے ساتھ عوام میں دینی بیداری کے لئے انتھک محنت فرمائی۔۱۹۵۲ء میں جب کچھ دردمند علماء نے مجلس خدام الدین کا افتتاح فرمایا تو مولانا اس جماعت کے اہم رکن رہے اور مجلس کے سب سے پہلے جنرل سکریٹری بنائے گئے۔مجلس کے روح رواں مولانا عبدالحق میاں صاحب کے ساتھ مولانا نے قریہ قریہ مکاتب قائم کئے، مساجد تعمیر کروائیں، رفاہ عام کے لئے کنویں کھدوائیں۔الغرض مختلف لائن سے دین کی نمایاں خدمت کی۔حق تعالی مولانا اور مجلس کے جملہ کارکنوں کو اس کا بہترین بدلہ عطا فرمائے۔

مولانا کے اسفار

سفر مڈگاسکر

جامعہ ڈابھیل سے علیحدہ ہونے کے بعد چند احباب کے اصرار پر آپ نے مڈگاسکر کے سفر کا ارادہ فرمایا مگر والد محترم حضرت مفتی صاحب کے حادثۂ انتقال نے اس سفر کو مؤخر کر دیا، چونکہ مفتی صاحب کے فرزندوں میں آپ سب سے بڑے تھے اس لئے گھر کی مکمل ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آ گئی، لہذا آپ نے والدہ کے مشورہ سے سفر کو چند مہینوں کے لئے ملتوی کر دیا، پھر ۱۳۷۹ھ میں مڈگاسکر تشریف لے گئے۔

مولانا کے اس سفر کے وقت مجلس کے ماتحت شائع ہونے والا ایک رسالہ ''الاصلاح'' کے ایک اقتباس کا خلاصہ یہاں نقل کرنا مناسب ہے جس میں مولانا کی خدمات پر کچھ روشنی ڈالی گئی ہے:

''مخلص دوست اور محبوب کے فراق پر قلبی تکلیف ورنج انسانی فطرت میں داخل ہے، اگر وہ دوست ایسا ہو جس سے ایک قوم اور جماعت فیضیاب ہو رہی ہو تو اس کی جدائی کا غم تو مزید براں۔ بدقسمتی کہئے کہ مجلس کو ایک ایسا ہی حادثہ پیش آ گیا کہ اس کے ایک حقیقی خیر خواہ، مخلص اور متحرک کارکن اور جنرل سکریٹری جناب مولانا عبدالحئ بسم اللہ صاحب ہم سے جدا ہو رہے ہیں، جنہوں نے مجلس کی تعمیر و ترقی اور اس باغ کو سبز و شاداب کرنے میں اہم کردار ادا کیا ہے اور آج جب مجلس اپنی ترقی کی راہ پر گامزن ہے تب ہم جیسے کمزوروں کے سپرد فرما کر دور دراز سفر اختیار فرما گئے، یقیناً مجلس کے خداموں کے لئے یہ وقت ماتم کرنے کا ہے، اس موقع پر جتنا بھی اظہار افسوس کریں کم ہے۔

مجلس کی فلاح و بہبودی کے لئے آپ کی انتھک کوشش و محنت سے گجرات کے مسلمان

بخوبی واقف ہیں۔آپ کی اس محنت پرمجلس کے خدام ممنون ہیں۔مشکل سے مشکل اوقات میں جس کامیابی کے ساتھ آپ نے مفوضہ ذمہ داری کوسنبھالا' وہ قابل تحسین ومبارکبادی کی مستحق ہے،جزاکم اللہ عنا و عن جمیع المسلمین،آمین۔

مؤمن کے لئے تقدیر پر ایمان رکھنا ضروری ہے۔مولانا کی اس ظاہری جدائی پرہم صبر کرتے ہیں اور یہ امید رکھتے ہیں کہ آپ کے اس سفر سے مجلس کی خدمت کے تعارف سے بیرون ملک کے مقیم مسلمان بھی متعارف ہوں گے۔ہمیں امید ہے کہ حضرت مولانا ہم سے دور رہتے ہوئے بھی اپنے قیمتی مشوروں سے دین حنیف کے اس گلشن کی جوحقیقۃً آپ ہی کا آباد کیا ہوا ہے' آبیاری فرماتے رہیں گے۔

حق تعالی آپ کے اس سفر کوسہل فرمائے،مقاصد میں کامیابی وکامرانی عطافرمائے اور آپ کی ذات سے مجلس کو ماضی کی طرح مستقبل میں فیض یاب فرمائے آمین۔

(الاصلاح،رجب ۱۳۷۹ھ)

سپاس نامہ ازانجمن اصلاح اللسان

مولانا کے اس سفر کے وقت''انجمن اصلاح اللسان'' جامعہ ڈابھیل کی طرف سے درج ذیل سپاس نامہ پڑھا گیا۔

بخدمت مولانا عبدالحئ بسم اللہ صاحب دامت برکاتہم

الحمد للہ الذی خلق کل شئی زوجین و خلق المشرقین والمغربین وجعل الصحبة والفرقة والاقامة والغربة والنور والظلمه وصلی اللہ تعالی علی رسوله الذی بعث للعالمین رحمة و کانت رسالته عامة لیکون علی الناس حجة تامة وعلی اھل السعادة الذین فضلو بالصحبة ،امابعد۔

دنیا ایک عجیب پلیٹ فارم ہے، ایک آیا دوسرا گیا۔ کہیں ماتم کہیں شادی، کوئی مغموم تو کوئی مسرور، کہیں نامرادی کہیں کامرانی، کوئی اشکبار تو کوئی خنداں۔ ہر چیز کی خالق نے ایک ضد اور جوڑ پیدا کی ہے۔ رات کے ساتھ دن کو بنایا اور روشنی کے مقابل میں تاریکی پیدا کی۔ ہر ایک کو اس دوراہہ زندگی سے سابقہ پڑتا ہے، جہاں وصال ہوتا ہے وہاں فراق بھی ہوتا ہے، ملاقات میں خوشی اور جدائی میں غمی ہر ایک کو ہوتی ہے، لیکن جدائی بہت سی قسم کی ہوتی ہے، حبیب کی محبوب سے جدائی، غلام کی آقا سے، بچے کی باپ سے ایسی بہت سی جدائیاں ہیں، لیکن جدائی کا غم تعلق کی شدت وقلت پر مبنی ہے، ایک انسان کو جب دوسرے سے لگاؤ ہوتا ہے' تو اس کی جدائی کا غم بھی زیادہ ہوتا ہے۔

یہ ہمارا ادارہ ''انجمن اصلاح اللسان'' اور اس کے ممبران آج ان کے چہرے پھیکے پژمردہ اور بے نور معلوم ہوتے ہیں۔ ان کی آنکھیں اشکیں بہاتی ہیں تو دل بحر قلق وحزن میں ڈوبے پڑے ہیں۔ زبان ساکت پھر بھی نالاں اور حال سے بے حال اور پریشان نظر آتے ہیں، کیونکہ معمول کے خلاف آج آفتاب ان کے مطلع پر روشنی کی جگہ تاریکی لئے نمودار ہوا۔ آج ہماری انجمن کے سرپرست محسن، منعم اور ایک ہر دل عزیز روحانی باپ جدا ہورہے ہیں، آج ہم ان کی شفقتوں اور مہربانیوں سے یتیم ہورہے ہیں اور سرپرستی کا سایہ اٹھتا ہوا پا رہے ہیں۔

حضرت مولانا عبدالحیٔ بسم اللہ صاحب دامت برکاتہم گو ہم سے ہمیشہ کے لئے جدا نہیں ہوئے، لیکن آپ کی بردبار طبیعت، طلبا پر شفقت اور محبت، انجمن کی ہر طرح امداد و اعانت اور دیگر آپ کے ان گنت اور بیشمار اوصاف کریمہ اور اخلاق شریفہ کی نے ہمارے دل میں اس طرح گھر کرلیا کہ چند سال تو کیا چند دن کے لئے بھی آپ کو چھوڑنا گوارہ

نہیں۔

آپ کے بعد کون ہوگا جو ہماری فریادرسانی کرے گا؟ مصیبت کے وقت ہم کس کے پاس جائیں گے اور انجمن کی ضرورتوں کو اب کون دفع کرے گا؟ وہ قیمتی مشورے کس سے حاصل کریں گے؟ پھر بھی اپنی قسمت کے ہاتھوں مجبور ہوکر آج ہم آپ کو الوداع کہہ رہے ہیں اور ہم اپنے ادارہ کو ایک مدت کے لئے یتیم بنا رہے ہیں۔

آپ کے احسانات کا شکریہ کس طرح ادا ہو، پھر بھی اپنے دل کی آواز کو اس سپاس نامہ کی شکل میں پیش کرتے ہیں اور صمیم قلب سے بارگاہ ایزدی میں دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالی آپ کے دل کی مرادیں پوری کریں اور پھر ایک بار آپ ہم پر سایہ فگن ہوں اور آپ جہاں بھی رہے عزت و اکرام ہو اور آپ کے ہاتھوں میں دین کی دولت آتی رہے، آمین یارب العالمین۔

خدام انجمن اصلاح اللسان

جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھل

مڈگاسکر میں دینی خدمات

سفر مڈگاسکر میں مولانا کے مطمح نظر دنیا نہیں تھی، بلکہ آپ نے اپنی ذات کو دینی خدمات میں مشغول رکھا، تدریس کے ساتھ امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو بھی بحسن وخوبی انجام دیا۔ وعظ ونصیحت سے امت کو فیض پہنچایا۔ آپ کی اخلاص وللّٰہیت بھری محنت رنگ لائی اور حق تعالی نے آپ کو مرجع خلائق بنادیا۔

سفر حج

۱۳۸۱ھ مطابق ۱۹۶۲ء میں حق تعالی نے حج بیت اللہ کی سعادت نصیب فرمائی اور مکہ

معظّمہ تشریف لے گئے۔ فریضۂ حج کی ادائیگی کے بعد روضۂ اقدس کی حاضری سے مشرف ہوئے۔

مدینہ منورہ کے قیام میں اپنے استاذ حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی مہاجر مدنی سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نے بڑی شفقت فرمائی اور روانگی کے وقت اپنا مخصوص عصا ہدیۃً مرحمت فرمایا۔

حج بیت اللہ سے فراغت پر دوبارہ مڈگاسکر تشریف لا کر دینی خدمت میں مصروف ہو گئے، مگر اب کی مرتبہ مختلف امراض نے گھیر لیا۔ کافی علاج و معالجہ کیا مگر کوئی خاطر خواہ فائدہ نہ ہوا اس لئے وطن واپس تشریف لائے، یہاں بھی علاج کے باوجود بیماری میں کوئی خاص فرق نہ آیا تو سفر کا ارادہ موقوف کر دیا۔

فلاح دارین ترکیسر میں

مولانا نے بیماری کی وجہ سے وطن میں قیام کا ارادہ فرمالیا، مگر فلاح دارین ترکیسر کے ارباب اہتمام کی دعوت و اصرار پر بادل ناخواستہ ترکیسر تشریف لے گئے اور صدر مدرس کے عہدہ پر فائز ہوئے۔

فلاح دارین کے ذمہ داروں کی طرف سے اہتمام کی پیش کش بھی کی گئی مگر مولانا نے اسے قبول کرنے سے معذرت فرمادی۔ کچھ عرصہ بعد ترکیسر سے استعفیٰ دے کر دوبارہ ڈابھیل تشریف لے آئے۔

سفرری یونین

۱۳۹۰ھ مطابق ۱۹۷۰ء میں اہل ری یونین کی دعوت پر ری یونین تشریف لے گئے اور زندگی کے آخری لمحات تک دینی خدمات میں مشغول رہے۔

مختلف خدمات

تعلیمی فراغت کے بعد مولانا نے اپنے وطن میں ’’بسم اللہ کتاب گھر‘‘ کے نام سے ایک کتب خانہ کا افتتاح کیا۔فلاح دارین سے مستعفی ہوکر بھی کچھ وقت اس مشغلہ میں گذرا۔

تصنیف وتالیف

اللہ تعالی نے تحریروانشاء کا بھی خاص سلیقہ بخشا تھا،چنانچہ قلم کے ذریعہ آپ نے دین کی بڑی خدمت کی۔قیام ترکیسر کے دوران مولانا غلام محمد نورگت صاحب کی ادارت میں شائع ہونے والا ماہنامہ ’’تبلیغ‘‘میں مختلف موضوعات پر مضامین تحریرفرما کرشائع فرمائیں، حضرت مدنی کی وفات پرایک طویل مضمون’’الاصلاح‘‘ کے لئے لکھا۔راقم الحروف کے جد بزرگوارحضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری مولانا کی تحریری صلاحیت سے واقف تھے،اس لئے موصوف نے آپ سے درخواست کی کہ علماء گجرات کی سوانح اوران کے علمی وعملی کارناموں پرقلم اٹھائے،گرچہ مولانا اپنی دوسری مشغولیات کی وجہ سےاس کام کے لئے وقت فارغ نہ فرما سکے۔

مولانا کا ایک تعزیت نامہ

میری فائل میں مولانا کا ایک تعزیت نامہ موجود ہے جومیرے جدامجد کی وفات پر میرے والدصاحب مدظلہ کے نام تحریرفرمایا۔جی چاہتا ہے کہ مولانا کےان مختصرحالات کے ساتھ وہ یادگاربھی ناظرین کی خدمت میں پیش کردوں۔

عزیزم بھائی میاں سلمہ السلام علیکم و رحمة الله و بر کاته

بعدسلام مسنون واضح ہوکہ بحمداللہ خیریت سے ہوں امیدکی آپ بھی بخیرہوں گے۔

زیارت حرمین شریفین سے فراغت پا کر جب یہاں پہنچا تو والد محترمؒ کے انتقال پر ملال کی خبر وحشت اثر سن کر بڑا رنج اور صدمہ ہوا "موت العالم موت العالم"۔ خطۂ گجرات میں یوں بھی علماء حقانی بہت ہی خال خال تھے، مگر اب تو بالکل خالی ہوتا جا رہا ہے۔

والد بزرگوار بہت ہی پرانے اور اونچے طبقے کے علماء میں سے تھے اور اکابر علماء کی زندہ یادگار تھے۔ پرانے واقعات اور وہ بھی سن وار اور تاریخ وار از بر تھے۔ اپنی عمر کے اکاسی سال پورے کئے مگر حافظہ میں ذرا فرق نہ آیا۔ مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا تھا میری عمر کبھی نہیں بھول سکتے ۱۳۰۰ھ کی پیدائش ہے اسی سے حساب لگا لیا کرو! علاوہ ازیں اس کے اور بھی چند فرمائشیں تھیں افسوس کہ میں پوری نہ کر سکا۔ علماء گجرات کی تاریخ لکھوانے کے متعلق مجھ سے ہمیشہ فرماتے رہتے تھے، مگر مشاغل ضروریہ سے فراغت نہ پا سکا اور یہ تمنا پوری نہ ہو سکی۔ وائے افسوس یہ گنجینۂ علوم ہمیشہ کے لئے دفینۂ زمین ہو گیا۔

یہاں آنے کے لئے جب میں رخصتی ملاقات کے لئے حاضر ہوا تھا تب ان کی ایک کتاب جو موریس کے ایک شخص کو انہوں نے غالباً رنگون میں دیکھنے کو دی ہوگی اس کی فرمائش کی تھی، یہاں آنے کے بعد معلوم ہوا کہ وہ شخص موریس چھوڑ مکہ مکرمہ تشریف لے گئے۔ میں اب کی بار جب مکہ پہنچا تو ان سے ملاقات ہوئی آپ کے والد صاحب کا حال انہوں نے دریافت کیا میں نے کتاب کے بارے میں پوچھا تو فرمانے لگے اب تجارتی لائن میں منسلک ہو جانے سے نہ معلوم کتابیں کہاں پڑیں ہوں گی؟

والد بزرگوار کو اپنی کتابوں کی ہمیشہ فکر رہتی تھی، گو دیکھنے کے لئے ضرور دیتے، مگر جب تک واپس نہیں کی جاتی ہمیشہ یاد دلاتے رہتے۔ اہل علم کے قدر دان تھے۔ غرض مرحوم مغفور صفات کثیرہ کے مالک تھے۔ ایسی جامع ہستی کی جدائی سے ضرور صدمہ ہوتا ہے مگر

﴿کل نفس ذائقة الموت﴾ و﴿کل من علیها فان﴾ خداوندقدوس کا اٹل قانون ہے، اس کے پیش نظر ہمیں﴿و بشّر الصابرین الّذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا انا للّٰه وانا الیه راجعون﴾ کا سبق سکھلایا گیا ہے۔

دعا ہے کہ اللہ تعالی مرحوم کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے اور پسماندوں کو صبر جمیل کی توفیق نصیب ہو، آمین ثم آمین۔

والدہ کی خدمت میں تعزیت پیش کریں۔ کارلائقہ ودعوات صالحہ میں ہمیشہ یاد فرماتے رہے۔ فقط والسلام۔ بندہ عبدالحیٔ بسم اللہ عفی عنہ

اخلاق وعادات

مولانا سیدھی سادی طبیعت کے تھے۔ مزاج میں نرمی تھی۔ اہل علم کے قدردان تھے۔ اکابرین سے خدمت وعقیدت کا تعلق تھا۔ مشائخ کے صحبت یافتہ تھے۔ حضرت مدنی سے گہری عقیدت اور انتہائی تعلق تھا، حضرت کی وفات پر جو مضمون آپ نے تحریری فرمایا‘ اس سے آپ کے تعلق کا اندازہ ہوتا ہے۔

مہمان نوازی میں ضرب المثل تھے۔ قیام ری یونین کے دوران اکابرین ومشائخ حضرت مولانا محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب، حضرت مولانا مسیح اللہ خان صاحب، حضرت مولانا احتشام الحق صاحب تھانوی وغیرہ کی آمد پر مہمان نوازی کا حق ادا فرماتے، چونکہ مولانا کھانا پکانے بھی مہارت رکھتے تھے، اس لئے ان اکابرین کی آمد پر بنفس نفیس اس خدمت کو انجام دیتے۔

حق تعالی نے صفت اخلاص سے بھی متصف فرمایا تھا اور اخلاص کا یہ عالم تھا کہ اپنے مضامین میں نام تک کا اظہار نہیں فرماتے۔

وعظ وتقریر کا بھی حق تعالی نے عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا۔اظہار حق میں کسی کی پرواہ نہ فرماتے،اسی وجہ سے بعض اہل مال واہل عہدہ کو ہمیشہ آپ سے ناراضگی ہی رہی۔

علماء کی مجالس میں عالمانہ مضامین بیان فرماتے۔اردو، فارسی، عربی کے سینکڑوں اشعار مولانا کو یاد تھے جس سے مجلس کی دل چسپی میں اضافہ ہوجاتا۔

کلام پاک سے والہانہ بلکہ عاشقانہ تعلق تھا۔بہت کثرت سے تلاوت فرماتے۔تفسیر پر گہری وتحقیقی نظر تھی۔نحو وصرف کی پختگی کا یہ عالم تھا کہ باوجود حافظ نہ ہونے کے تراویح میں حفاظ کی زیروزبر کی غلطیوں کی نشاندہی فرماتے۔کبھی تغییر معنی کی وجہ سے اعادۂ صلوۃ کا حکم فرماتے۔

مولانا کی ایک عجیب صفت دنیا سے بے رغبتی کی تھی۔ری یونین جیسے مالدار ملک میں رہتے ہوئے بھی مال ودولت کی حرص وطمع انہیں فریفتہ نہ کرسکی اور آخر تک مجاہدانہ زندگی بسر فرماتے رہے۔

سیدنا ابوبکر صدیق کی خواب میں زیارت

راقم پہلے لکھ چکا ہے کہ مولانا وسیع المطالعہ تھے۔ایک مرتبہ ’’سیرۃ الصدیق‘‘ کے مطالعہ کے دوران حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی زیارت منامی سے مشرف ہوئے۔راقم کے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے نام ایک گرامی نامہ میں مولانا نے اس کا تذکرہ کیا ہے، وہ مکتوب یہ ہے:

بگرامی خدمت محترم المقام مخدومنا ومولانا مرغوب احمد صاحب دامت برکاتہم

السلام علیکم ورحمة الله و برکاته

بعد سلام مسنون عرض اینکہ خیریت سے ہوں امید کہ مزاج قبلہ بخیر وعافیت ہوگا۔

گذشتہ ہفتہ آپ کی کتابیں بھیج دی تھیں ملی ہوں گی۔’’سیرۃ الصدیق‘‘ کے مطالعہ سے بہت مسرور ہوا اور اسی مطالعہ کے ایام میں سیدنا صدیق رضی اللہ عنہ کی خواب میں زیارت بھی نصیب ہوئی، فالحمد لله علی ذالک (الاخفاء اولی من الاظهار)۔

سنا گیا ہے کہ آپ نے’’مکتوبات شیخ الاسلام‘‘ منگوایا ہے، اگر مطالعہ سے فارغ ہوں تو ارسال فرماویں گے۔ علاوہ اس کے اور قابل مطالعہ کتاب ہو تو عنایت فرمائیں۔ دعائیں خصوصی کا ہمہ وقت طالب ہوں۔ فقط والسلام

سگ پائے بزرگان
عبدالحئ بسم اللہ عفی عنہ
یکم ذوالقعدہ ۱۷ھ

وفات

زندگی کی پچپن منزلیں طے کر کے قوم وملت کا یہ مخلص خادم غریب الوطنی میں ۱۰؍رجب ۱۳۹۶ھ مطابق ۷؍جولائی ۱۹۷۶ء کو کلمۂ شہادت کے ورد کے ساتھ اپنے محبوب حقیقی سے جا ملا ﴿ انا للہ و انا الیہ راجعون ﴾۔حق تعالی اپنے اس مخلص بندے کے ساتھ مغفرت و رحمت کا خصوصی معاملہ فرمائے اور ان کی جملہ خدمات کو شرف قبولیت سے نواز کر ترقی درجات کا ذریعہ بنائے آمین۔ [1]

نوٹ :......مولانا کے یہ حالات کچھ’’تاریخ جامعہ‘‘ اور زیادہ تر حضرت مولانا مفتی عباس صاحب بسم اللہ مدظلہ کے مضمون سے مرتب کئے گئے ہیں۔ مرغوب احمد

[1]......مولانا کے یہ حالات ماہنامہ’’اذان بلال‘‘ ذیقعدہ ۱۴۱۹ھ مطابق جنوری وفروری ۱۹۹۹ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا حمداللہ صاحب مردانی رحمہ اللہ

ولادت:......۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۱۶ء۔

وفات:......۲۷/صفر المظفر ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۷/جنوری ۱۹۹۷ء، شنبہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

راقم الحروف جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین میں درجۂ ثالثہ کا طالب علم تھا، اس سال استاذ محترم حضرت مولانا حمداللہ صاحب ؒ کی وفات ہوئی۔

خبر وفات کا منظر

خبر وفات کا وہ منظر ابھی تک حافظہ میں محفوظ ہے۔ نماز عصر کے بعد تعلیم ہو رہی تھی کہ اچانک دورۂ حدیث کے ایک طالب علم (غالبا مولانا مفتی سعید احمد افریقی حال استاذ حدیث دارالعلوم آزادول جنوبی افریقہ) نے یہ غمناک خبر سنائی کہ حضرت مولانا کا انتقال ہوگیا، اعلان ہوتے ہی ﴿ انا لله وانا اليه راجعون ﴾ کی آواز سے جامعہ کی مسجد گونج اٹھی، اور بے اختیار کئی طلبہ کی چیخیں نکل گئیں، اور مرحوم کے تلامذہ میں سے اکثر کی آنکھیں اشکبار نظر آئیں۔ شاگردوں کے ساتھ حسن سلوک اور شفقت و ہمدردی میں مرحوم فرد فرید تھے۔

ولادت

مولانا کی ولادت کوٹہ گاؤں ضلع مردان صوبہ پشاور میں غالبا ۱۳۳۹ھ مطابق ۱۹۱۶ء میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام مولانا قاضی رحمت اللہ صاحب تھا۔

ابتدائی تعلیم

ابتدائی تعلیم والد ماجد کی زیر نگرانی اپنے گاؤں میں ہوئی۔ آٹھ سال کی عمر میں والد محترم کے سایۂ شفقت سے محروم ہوگئے۔ والدہ مرحومہ نے دنیوی تعلیم کا سلسلہ شروع کروادیا، تھوڑے ہی عرصہ میں دل اچاٹ ہوگیا اور علوم نبوی کی تعلیم کا شوق دامنگیر ہوا۔

دیوبند وسہارنپور میں

وطن عزیز کو خیر باد کہہ کر دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لیا اور تعلیمی مشغلہ شروع فرمادیا، مگر

دارالعلوم میں کچھ اختلاف و انتشار شروع ہوگیا، طبعی شرافت نے دارالعلوم سے مفارقت پر مجبور کردیا تو مظاہر علوم سہارنپور کا قصد فرمالیا، چنانچہ مظاہر میں داخل ہوکر سند فراغت حاصل کی، ۔۱۳۶۵ھ سال فراغت ہے۔ (تاریخ مظاہر ص۱۶۱ ج۲)

یہ وہی سال ہے جس سال حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہ اللہ مظاہر علوم کے نائب ناظم منتخب ہوئے۔

اساتذہ

دارالعلوم دیوبند میں اندازا خامسہ تک پڑھا۔ مشکوۃ اور دورۂ حدیث کی تکمیل مظاہر علوم میں ہوئی، دارالعلوم کے اساتذہ کا حال معلوم نہ ہوسکا۔

مظاہر علوم میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری، حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمہم اللہ سے اکتساب کا موقع ملا۔

والدہ کی وفات

تعلیم کا آخری سال ایک طرف امتحان کی مشغولی اور دوسری طرف والدہ کے انتقال کا ٹیلی گرام ملا، اساتذہ سے مشورہ کیا اور یہ طے ہوا کہ سفر طویل ہے جنازہ میں شرکت ناممکن، لہذا امتحان سے فراغت پا کر سفر ہو تو بہتر، چنانچہ آپ نے صبر واستقامت سے تعلیمی مشغلہ جاری رکھا، اور امتحان کے بعد مکان پہنچے۔ معلوم ہوا کہ والدہ اپنے چہیتے بیٹے پر منی آرڈر کی غرض سے گھر سے نکلیں، گرمی کی شدت مرض وفات کا بہانہ بن گئی۔

﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾

طبیہ کالج میں

گھر پہونچ کر فن طب کے حصول کا شوق دامنگیر ہوا تو طبیہ کالج لکھنؤ میں داخل ہو کر پانچ سال کا کورس مکمل کیا اور سند حکمت حاصل کی۔

منصب امامت پر

طب کی تعلیم کے ساتھ نذیر آباد بلالی مسجد میں منصب امامت بھی سنبھالی اور تھوڑا سا وقت تدریسی مشغلہ بھی رہا۔ یہاں خدمت امامت کی مدت چودہ سال رہی۔

قیام وطن سے محرومی

تعلیم طب سے فراغت پر وطن کا ارادہ فرمایا، مگر اب ہندوستان منقسم ہو چکا تھا، شناخت کے ثبوت پر تصویر لے کر اہل خاندان کو روانہ کی مگر تقدیر الٰہی نے ہندوستان کا قیام مقدر فرما لیا تھا۔ قریبی رشتہ داروں نے شناختی ثبوت سے انکار کر دیا، اس لئے پاکستان کا سفر غیر ممکن ہو گیا۔

نکاح

امامت و تدریسی خدمت لکھنؤ میں جاری تھی، اسی علاقہ کے ایک عالم مولانا احمد صاحب سیتاپوری کی صاحبزادی سے نکاح ہو گیا۔ آپ کے خسر دارالعلوم دیوبند کے فیض یافتہ، حضرت مدنی کے شاگرد اور حضرت شیخ مولانا محمد زکریا صاحب سے بیعت تھے۔

تدریسی خدمات

مولانا مرحوم نے ایک سال فرنگی محل اور ایک سال بجنور کے کسی مدرسہ میں خدمت انجام دی پھر حضرت استاذ کے حکم سے گجرات تشریف لے آئے اور ابتداء میں دارالعلوم

تاراپور اور جامعہ عربیہ آنند میں مدرس حدیث رہے، اس کے بعد گجرات کے مشہور ادارہ جامعہ اسلامیہ تعلیم الدین ڈابھیل ذیقعدہ ۱۳۸۸ھ میں تشریف لے آئے اور وفات تک جامعہ میں قیام فرمایا۔

اوصاف وکمالات

مولانا مرحوم سادہ مزاج، خاموش طبع تھے۔ تمام کام خود ہی انجام دیتے۔ بازار سے سودا اٹھالاتے، طلبہ اصرار کرتے مگر مرحوم طلبہ سے خدمت لینا گوارہ نہ فرماتے۔ آٹا، چاول وغیرہ وزنی اشیاء تک اپنے کاندھوں پر اٹھانے میں عار محسوس نہ فرماتے۔ ہمیشہ رات کو تین بجے بیدار ہوکر نوافل کا اہتمام فرماتے۔ اہل خانہ کا بیان ہے کہ بالغ ہونے کے بعد کبھی بھی تہجد ناغہ نہیں ہوا۔

مولانا کا ایک خواب

تقوی وطہارت واتباع سنت کا اہتمام زمانہ طالب علمی ہی سے تھا، یہی وجہ ہے کہ اسی زمانہ میں ایک مرتبہ حضرت نبی کریم ﷺ کی زیارت منامی کا شرف حاصل ہوا کہ نبی کریم ﷺ اور خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم تشریف فرما ہیں مرحوم حاضر خدمت ہوئے، آپ ﷺ نے نام دریافت فرمایا، مولانا ادباً خاموش رہے اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: حضرت کے نام نامی سے اسمی مشابہت نام کے اظہار سے مانع ہے۔

بیعت

مولانا اپنے استاذ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے بیعت تھے۔ شیخ کو بھی اپنے اس تلمیذ سے محبت تھی۔ اخیر تک خط وکتابت کا سلسلہ رہا۔ کاش وہ مکتوبات دستیاب ہوتے تو

کتنے حالات اور علمی نکات معلوم ہوتے۔

طرز تدریس

راقم الحروف نے حضرت سے ''شرح تہذیب'' اور کچھ حصہ ترجمۂ قرآن شریف پڑھا۔ مرحوم اکثر نیچی نظر کرکے پڑھاتے۔ مولانا کی نرمی سے بعض طلبہ غلط فائدہ اٹھاتے اور اسباق سے غیر حاضر رہتے یا پیچھے بیٹھ کر باتیں کرتے، لیکن صاحب ذوق طلبہ سامنے باادب بیٹھ کر اسباق سننے کا اہتمام فرماتے۔ بعض مرتبہ دوران سبق بزرگوں کے واقعات سنا کر نصیحت فرماتے۔ ایک مرتبہ پیشاب کے قطروں سے بچنے کی ترغیب دیتے ہوئے ایک بزرگ کا قصہ بیان فرمایا کہ: ان کی وفات کے بعد کسی نے خواب میں ان سے دریافت کیا کہ حضرت کیا گزری؟ فرمایا: سارے اعمال دھرے رہ گئے پیشاب کے بعد ڈھیلے سے استبراء اور طہارت کا اہتمام باعث نجات بن گیا۔

حضرت مولانا ابرار احمد صاحب کا حضرت کو خواب میں دیکھنا

یہاں ایک واقعہ کا ذکر مناسب ہے جس میں حضرت کے ساتھ بھی مغفرت خداوندی کا ایسا ہی معاملہ فرمانا سمجھ میں آتا ہے۔ حضرت کی وفات کے بعد حضرت مولانا ابرار احمد صاحب نے خواب میں آپ کی زیارت کی اور دریافت فرمایا حضرت! اللہ تعالی نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا؟ مرحوم نے جواب دیا کہ اللہ تعالی نے پیشاب کے قطروں سے بچنے کا عمل قبول فرما کر مغفرت فرمادی۔

جامعہ کی روداد کا اظہار افسوس

جامعہ کی روداد میں آپ کی وفات پر درج ذیل الفاظ سے اظہار افسوس کیا گیا:

''اس سال جامعہ کے استاذ حدیث مولانا حمد اللہ صاحب پشاوری ثم لکھنوی کی وفات حسرت آیات کا واقعہ جامعہ کے لئے بڑا صبر آزما پیش آیا، یہ واقعہ ۲۷/صفر ۱۳۹۹ھ مطابق ۲۷/جنوری ۱۹۷۹ء شنبہ کو پیش آیا۔

مولانا مرحوم گیارہ سال سے جامعہ میں تدریس کی خدمت انجام دے رہے تھے۔ خاموش طبع، ٹھوس استعداد کے مالک تھے۔ طلبہ کے ساتھ آپ کا سلوک نہایت مشفقانہ اور ہمدردانہ تھا۔ جامعہ کے ساتھ والہانہ تعلق رکھتے تھے۔ خوش مزاج مرنجان مرنج انسان تھے۔ اللہ تعالی آپ کی بال بال مغفرت فرما کر اعلی علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ مولانا ڈابھیل کے قبرستان آدم پیر میں لائبریری کے پیچھے برگد کے درخت کے نیچے آسودۂ خواب ہیں۔

(تاریخ جامعہ ص ۲۰۴)

آخر میں استاذ محترم مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری مدظلہ کا بیان فرمودہ واقعہ نقل کرنا مناسب ہے، موصوف نے ایک مرتبہ برطانیہ میں دنیا کی حقیقت بیان فرماتے ہوئے یہ اشعار نقل فرما کر ؎

آنکس کہ کباب می خورد می گذرد   آنکس کہ شراب می خورد می گذرد
سرمد در کاسۂ گدائی نان را   تر کردہ بآب می خورد می گذرد

فرمایا کہ: ڈابھیل میں حضرت مولانا حمد اللہ صاحب ہمارے ساتھ حدیث پڑھاتے تھے، میں جب بھی ان سے ملاقات کرتا پوچھتا مولانا کیا حال ہے؟ فرماتے ''می گذرد، گذر رہی ہے''۔ [۱]

---

[۱]...... جو کباب کھاتا ہے اس کی زندگی بھی گذرتی ہے جو شراب پیتا ہے اس کی بھی گذرتی ہے۔
سرمد بھیک مانگے ہوئے روٹی کے ٹکڑے کو پانی میں تر کر کے کھانے والے کی زندگی بھی گذرتی ہے۔

مولانا علی احمد صاحب خانپوری رحمہ اللہ

ولادت:......

وفات:......۷؍رمضان المبارک ۱۴۰۹ھ مطابق ۱۴؍اپریل ۱۹۸۹ء

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

جامعہ حسینیہ راندیر کے استاذ حدیث مولانا علی احمد صاحب خانپور ضلع بھروچ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ تعلیم الاسلام آنند میں حفظ قرآن کریم کی سعادت کے ساتھ عربی اول تک پڑھا، پھر جامعہ حسینیہ راندیر میں داخل ہوکر فراغت تک بڑی محنت سے زمانہ طالب علمی گذارا۔ فراغت کے بعد چھ مہینہ وطن عزیز خانپور میں دینی خدمت کی، پھر مادر علمی جامعہ راندیر میں آکر عربی اول سے دورۂ حدیث تک کی کتابیں پڑھائیں۔ ۲۲ سالہ تدریسی خدمات میں زندگی گذار کر سفر آخرت اختیار کیا۔

راقم نے مرحوم سے کچھ مہینہ ''شرح عقائد'' پڑھی، استاذ محترم بڑی محنت سے پڑھاتے۔ جامعہ کے مقبول اساتذہ میں شمار تھا۔ طلبہ کی تربیت کی فکر رکھتے تھے۔ سادگی، ملنساری جیسے اوصاف سے متصف تھے۔ جامعہ سے قلبی محبت تھی، ہر طرح اس کی خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔

وفات سے ایک سال قبل مرض شکم میں مبتلا ہوگئے۔ اخیر میں کینسر جیسے مہلک مرض نے موت کا پیغام سنادیا اور دار فانی سے ۷/رمضان المبارک ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۴/اپریل ۱۹۸۹ء شب جمعہ رحلت فرمائی۔ خادم دین کی وفات کے لئے مہینہ اور شب کا انتخاب عند اللہ مقبولیت کی علامت ہے۔

نماز جنازہ میں گجرات کے اکابر علماء وعوام نے باوجود رمضان المبارک اور شدید گرمی کے کثیر تعداد میں شرکت فرمائی۔ حضرت مولانا اسماعیل واڈی والا صاحب مدظلہ شیخ الحدیث جامعہ راندیر نے نماز جنازہ پڑھائی اور مولانا علی بھائی کاوی نے تدفین کے بعد دعا کی۔ گجراتی رسالہ ''فدائے ملت'' اور ماہنامہ ''حیات'' میں مرحوم کے گجراتی مضامین شائع ہوتے رہتے تھے۔ حق تعالیٰ مولانا کے درجات بلند فرمائے، آمین۔

حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی رحمہ اللہ

ولادت:......۔

وفات:......۲۴؍جمادی الآخر ۱۴۰۹ھ،۲؍فروری ۱۹۸۹ء، بروز پنجشنبہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

۲۴؍جمادی الاخری ۱۴۰۹ھ مطابق ۲؍فروری ۱۹۸۹ء بروز پنجشنبہ پونے بارہ بجے کے قریب استاذ محترم حضرت مولانا محمد ادریس صاحب میرٹھی رحمہ اللہ بھی رحلت فرما گئے: انا للہ وانا الیہ راجعون۔

مولانا سے شرف تلمذ

حضرت مرحوم کا شمار معمر ترین بزرگوں میں تھا۔ آپ کی عمر کا اندازہ نوّے سے کم نہیں ہوگا۔ الحمدللہ راقم الحروف کو یہ شرف مولانا رحمہ اللہ کی وفات سے نو ماہ قبل حاصل ہوا کہ ''مسلم شریف'' مولانا سے پڑھی، گرچہ یہ زمانہ حضرت کے انتہائی ضعف وپیرانہ سالی کا تھا، کامل توجہ کے باوجود بھی درس کا سمجھنا وسننا مشکل ہورہا تھا، مگر حضرت مرحوم کے طفیل علامہ کشمیری سے صرف ایک واسطہ سے شرف تلمذ کوئی معمولی نعمت ونسبت نہ تھی۔

حضرۃ الاستاذ نے دارالعلوم دیوبند میں مشاہیر علماء دیوبند سے تعلیم حاصل کی۔ آپ امام العصر حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری کے قدیم وارشد تلامذہ میں سے تھے۔ اور شاہ صاحب کے عہد میں دورۂ حدیث میں اول نمبر آئے۔ ذکاوت وذہانت کا یہ عالم کے پنجاب یونیورسٹی سے ''السنۃ شرقیۃ'' کے بعض امتحانات دیئے تو کامیابی کا ریکاڈ توڑ دیا۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد مدرسہ امینیہ میں تدریسی خدمات انجام دیں۔ ساتھ ساتھ ندوۃ المصنفین سے بھی متعلق رہے۔ سرکاری امتحانات کی تیاری کے لئے دہلی میں ''ادارہ علوم شرقیۃ'' کے نام سے ایک ادارہ قائم کیا جو مدتوں خدمت انجام دیتا رہا۔ یہ ''السنہ شرقیۃ'' کی تدریس کا ممتاز ادارہ تھا، جس سے ایک بڑی جماعت نے فائدہ اٹھایا، اور عربی فارسی کی معیاری تعلیم حاصل کی۔ قیام پاکستان کے بعد جب مولانا پاکستان تشریف لے گئے تو

کراچی میں بھی اسی طرز کا ادارہ قائم فرمایا، یہاں بھی سینکڑوں افراد نے استفادہ کیا۔

حضرت اقدس مفتی محمد شفیع صاحب رحمہ اللہ نے دارالعلوم نانک واڑہ کی بنیاد رکھی تو وہاں سلسلہ تدریس شروع فرمادی۔ بعد میں یہ ادارہ کورنگی منتقل ہوا تو مولانا محنت شاقہ برداشت کرتے ہوئے دوسال تک کورنگی جاتے رہے۔علم حدیث اورعربی ادب پڑھاتے تھے۔مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ نے مرحوم کے اس دور کا خوب ذکر کیا ہے،مولانا رقمطراز ہیں:

یہ وہ وقت تھا جب ۱۳۷۷ھ (۱۹۵۷ء) میں دارالعلوم، نانک واڑہ کی قدیم عمارت سے حالیہ جدید عمارت میں منتقل ہوا تھا۔اس وقت دارالعلوم کے آس پاس نہ کورنگی کی آبادی تھی نہ اس کا کوئی تصور۔ دارالعلوم کی زمین جنگلی جھاڑیوں اور ریتیلے ٹیلوں کے درمیان دو پختہ اور ایک زیرتعمیر عمارت پر مشتمل تھی۔قریب میں ایک قدیم شرافی گوٹھ کے سوا کوئی آبادی نہ تھی۔ نہ بجلی تھی، نہ پانی، نہ ٹیلیفون، اورشہر سے رابطہ کے لئے بس بھی ایک میل کے فاصلہ سے ملتی تھی، اور یہ پورا فاصلہ لق ودق صحراء پر مشتمل تھا۔مولانا کے لئے ’’ادارہ شرقیہ‘‘ کی ذمہ داریوں کو یک لخت چھوڑ نا ممکن نہیں تھا، اس لئے وہ دارلعلوم میں مستقل قیام بھی نہیں فرما سکتے تھے، چنانچہ انہوں نے دارلعلوم میں تدریس کی لئے روزانہ آمد و رفت کا سلسلہ شروع کیا،شہر سے روزانہ دوبسیں بدل کرلانڈھی پہنچنا اور وہاں سے ایک ڈیڑھ میل کا فاصلہ اسی طرح پیدل طے کرنا کہ ساتھ کتابیں بھی ہوتیں، اور مولانا چونکہ چائے اور پان کے نہ صرف عادی بلکہ بلانوش تھے، اس لئے ساتھ چائی کا تھرماس بھی ہوتا، اور پان کا سامان بھی، اور پھر کئی گھنٹے جم کر درس دینا اور بعد میں اسی طرح شہر واپس جانا، اور وہاں جاکر ’’ادارہ شرقیہ‘‘ کی ذمہ داریاں نبھانا روزمرہ کا معمول تھا، جسے دیکھ کر ہم جوانوں کو بھی

پسینہ آ تا تھا، اور یہ معمول ایک دو دن یا چند ماہ نہیں مسلسل چار سال تک جاری رہا، اور اس ساری مشقت کے صلے میں کوئی مالی معاوضہ لینا گوارہ نہیں فرمایا‘‘۔

آگے تحریر فرماتے ہیں:

’’دارالعلوم کے اس دور افتادہ مقام، اور اس بے سروسامانی کے دور میں روزانہ شہر سے آ کر کئی گھنٹے پڑھانا یقیناً مولانا کے لئے ایک شدید مجاہدہ سے کم نہ تھا، لیکن مولانا نے یہ مجاہدہ کئی سال جاری رکھا، پھر بالآخر حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے مدرسہ میں جواب ’’جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن‘‘ کے نام سے معروف ہے تدریس شروع فرمادی‘‘۔

جامعہ بنوری ٹاؤن میں آمد اور آخر تک یہی خدمت

دارالعلوم کورنگی سے مولانا مرحوم‘ بنوری ٹاؤن میں تشریف لے آئے، اور زندگی کے آخری دن تک اسی مدرسہ میں رہ کر حضرت بنوری سے کیا ہوا وعدہ پورا فرمایا۔ حضرت مولانا کو چونکہ نسبت انوری کے سبب علامہ محمد یوسف بنوری سے والہانہ عقیدت و محبت تھی، اس لئے مولانا نے یہ عزم کر رکھا تھا زندگی کے آخری سانس تک حضرت بنوری کی دائمی رفاقت اور حضرت کے مدرسہ سے دائمی نسبت رکھوں گا۔ حضرت بنوری کی وفات پر مولانا نے ایک مضمون ’’نابغۃ العصر‘‘ کے عنوان سے لکھا، اس میں تحریر فرماتے ہیں:

’’باقی یہ عہد بدستور ہے کہ زندگی بھر حضرت مولانا بنوری کی یادگار مدرسہ عربیہ اسلامیہ کو سینے سے لگائے رکھوں گا اور مدرسہ کے علاوہ کسی بھی دوسری جگہ کام نہ کروں گا، اگرچہ وہاں دنیوی منافع کتنا ہی زیادہ کیوں نہ ہو‘‘۔

ایک مرتبہ ’’بینات‘‘ کی ادارت سے مولانا عبدالرشید نعمانی صاحب کے استعفیٰ پر یہ

سوال پیدا ہوا کہ مدیر مسئول کس کو بنایا جائے؟ اس پر مولانا نے حضرت بنوری سے عرض کیا کہ:

''اگر آپ ایسے شخص کو مدیر مسئول بنانا چاہتے ہیں جس کا فیصلہ یہ ہو کہ وہ مدرسہ سے قبرستان ہی جائے گا، تو میرا نام دید یجئے''۔

جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں درس و تدریس کے ساتھ تخصص فی الحدیث کے نگران بھی رہے۔ اس کے علاوہ انتظامی امور میں بھی حضرت بنوری رحمہ اللہ کے معاون تھے۔

وفاق المدارس اور مولانا

مولانا کے دل میں یہ تڑپ عرصہ سے تھی کہ دینی مدارس جو درحقیقت برصغیر میں اسلام کے قلعوں کی حیثیت رکھتے ہیں، ان میں تعلیم کا نظم وضبط مستحکم اور معیاری ہونا چاہئے، اور اس معاملہ میں مختلف مدارس کے درمیان جو تفاوت پایا جاتا ہے اس کو کم کرنا چاہئے۔ چنانچہ جب اس غرض سے ''وفاق المدارس العربیہ'' کا قیام عمل میں آیا تو اگرچہ اس تنظیم کے رسمی مناصب پر تو اس وقت کے مشاہیر علماء حضرت مولانا خیر محمد صاحب، حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوری، حضرت مولانا مفتی محمود صاحب جیسے حضرات فائز رہے، لیکن اس بات کا اعتراف ان سب حضرات نے بارہا کیا کہ عملی طور پر وفاق کے کرتا دھرتا درحقیقت حضرت مولانا ادریس صاحب ہی تھے۔ ہر تنظیم کی طرح وفاق بھی اپنی ابتداء میں وسائل کی قلت کا شکار تھا، مولانا محرری سے لے کر ڈاک کی ترسیل تک کا کام تن تنہا انجام دیتے تھے، اور راتوں کو جاگ جاگ کر یہ کام نمٹاتے۔

چنانچہ حضرت مولانا مفتی محمود صاحب کی وفات کے بعد باتفاق آپ ہی کو وفاق المدارس کا صدر منتخب کیا گیا، اور آپ اس عہدہ پر آخر تک فائز رہے۔ (البلاغ، کراچی)

مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہ تحریر فرماتے ہیں:

جب ''وفاق المدارس العربیہ'' کی تنظیم عمل میں آئی تو حضرت مولانا کو اس کا ناظم مقرر کیا گیا، اور جاننے والے جانتے ہیں کہ وہ حضرت مرحوم ہی کی شخصیت تھی جس نے وفاق کو خونِ جگر سے سینچ کر پاکستان میں دینی مدارس کے لئے شجرۂ طوبیٰ بنادیا، اس ضمن میں ان کے واقعات وسوانح کی ایک تاریخ ہے''۔(بینات، شعبان ۱۴۰۹ھ)

اوصاف وکمالات

مولانا کا اندازِ تدریس

اس عنوان کے تحت حضرت مولانا محمد تقی عثمانی صاحب مدظلہ کے مضمون کا اقتباس ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی سے نقل کرنا کافی ہے۔مولانا تحریر فرماتے ہیں:

''برادرِ محترم جناب مولانا محمد رفیع عثمانی صاحب اور احقر کو یہ شرف حاصل ہے کہ...... ہم نے ''دیوان حماسہ'' حضرت مولانا سے پڑھا۔مولانا بڑے لطیف ادبی مذاق کے حامل تھے، اور واقعہ یہ ہے کہ ان کے ''دیوان حماسہ'' کے درس کی حلاوت: ۳۳؍سال گذر جانے کے بعد بھی قلب وذہن میں اسی طرح تازہ ہے، اور ''دیوان حماسہ'' کے اشعار ان کے مخصوص انداز وآہنگ اور آواز کی اسی گھن وگرج کے ساتھ آج بھی کانوں میں گونجتے ہیں، اور بہت سے اشعار کی تشریح اور اس کے ذیل میں بتائے ہوئے افادات اس طرح یاد ہیں جیسے کل ہی ان سے یہ درس لیا ہو۔درس کی یہ تاثیر بہت کم اساتذہ کے حصہ میں آتی ہے کہ طالب علم کو سالہا سال گزر جانے پر بھی اس کی چھوٹی چھوٹی باتیں ہی نہیں استاذ کا لب ولہجہ بھی مستحضر رہ جائے۔

مولانا اپنے ''حماسہ'' کے درس میں الفاظ کی لغوی تحقیق اور نحوی ترکیب کے علاوہ شعر

کے مختلف ممکن معانی پر بڑی تفصیل سے روشنی ڈالتے، اور اس کے ذیل میں عربوں کی معاشرت، ان کی تاریخ، ان کے عادات ونفسیات، اور بالخصوص جاہلی اور اسلامی عہد کے درمیان پیدا ہونے والے فرق کی ایسی وضاحت فرماتے کہ طلبہ کے سامنے عرب کی خانہ بدوش اور قبائلی زندگی کا نقشہ کھینچ جاتا۔ جاہلیت کی شاعری میں مشاہدہ کی جو قوت اور ذہنوں کی نفسیاتی کیفیت کا جو بے ساختہ بیان پایا جاتا ہے، اس سے خود بھی لطف لیتے اور پڑھنے والے کو اس لطف میں حصہ دار بناتے۔ چنانچہ اسی وقت سے ''حماسہ'' کے بیشتر اشعار جو مولانا سے پڑھے تھے کسی کوشش کے بغیر ازبر ہو گئے تھے، اور آج بھی جب کبھی وہ اشعار پڑھتا ہوں تو مولانا کی تصویر آنکھوں میں پھر جاتی ہے''۔

حضرۃ الاستاذ کا طریقۂ تربیت

مولانا چونکہ علوم مروجہ میں پختہ استعداد کے حامل تھے، عربیت کا خاص ذوق تھا، اور مختلف تجربات کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے تھے کہ دین کی خدمات کے مختلف شعبوں میں اپنے اسلاف واساتذہ کے طرز پر چل کر کسی مدرسہ ہی سے متعلق ہو کر روایتی طریقے سے علوم اسلامیہ کی درس وتدریس ضروری ہے۔ چنانچہ مولانا نے بڑی قربانیوں کے ساتھ ''ادارہ شرقیہ'' کی ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے اولا دارالعلوم کراچی میں پھر جامعۃ العلوم الاسلامیہ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے، حتی کہ بنوری ٹاؤن آکر آپ نے ''ادارہ شرقیہ'' کے مشغلہ کو بالکل ہی ختم کر دیا، اور ہمہ تن درس وتدریس ہی کے ہو کر رہ گئے۔

تدریس کی مشغولی کے ساتھ مولانا کو طلبہ کی تربیت کی بڑی فکر تھی، یہ بات قطعا برداشت نہیں فرماتے کہ طلبہ اپنا قیمتی وقت ضائع کریں، کڑی نگرانی رکھتے، مطالعہ کی مقدار پوچھتے، کبھی کبھی کسی خاص موضوع پر مذاکرہ فرماتے، ہدایات ارشاد فرماتے اور ذوق مطالعہ

کی ترغیب دے کر دلچسپی بڑھاتے۔

طلبہ سے مضامین لکھوانے کا ایک عجیب جذبہ تھا۔ طالب علم کوئی مضمون لکھتا تو خوشی کا اظہار فرماتے ، ملاحظہ فرماتے ، اصلاح فرماتے ،اور مفید مشوروں سے نوازتے تھے۔ مضمون نویسی کی تربیت میں اس بات کا اہتمام فرماتے طلبہ محض نقال نہ بنے ،فرمایا کرتے تھے کہ:

''کسی کا کوئی اقتباس نقل کرو تو اس کے متعلق اپنی رائے ضرور ظاہر کرو،تنقید یا تبصرہ کرو،محض نقال نہ بنو،نقل کوئی کمال نہیں''۔

اپنے ایک شاگرد مولانا انظر شاہ صاحب کشمیری مدظلہ کے نام مولانا کا ایک مکتوب نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے جس سے مرحوم کی تربیت کا اندازہ ہوگا۔

ایک شاگرد کے نام مولانا کا گرامی نامہ

ادارہ شرقیہ دہلی

انظر میاں! کسی قیمت پر یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ تم خدانخواستہ اس سال میٹرک میں رہ جاؤ، دنیا کا کوئی عذر میرے نزدیک مسموع نہیں۔

یہ ظاہر ہے کہ میرے ہاتھ میں کوئی تعزیری پاور نہیں ہے، لیکن خلوص ومحبت کی ایک روحانی اوراخلاقی طاقت میرے پاس ہے جس سے میں بہت کچھ کام لے سکتا ہوں۔

انظر میاں! مجھے تم سے محبت ہے جیسے اپنے انیس سے،اور عقیدت اس پر مستزاد،مگر تم میرے پاس رہ کر دیکھ چکے ہو کہ میری محبت وعقیدت روایتی محبت وعقیدت کی طرح اندھی نہیں،جتنی کسی سے مجھے عقیدت ومحبت ہوتی ہے اسی قدر اس کے حق میں سخت گیر ہوتا ہوں۔

بہر حال انظر میاں! میں دنیا میں ہر چیز کو قربان کر سکتا ہوں، مگر مقاصد زندگی کو نہیں، اس لئے کان کھول کر سن لو! تمہیں اس سال امتحان میٹرک میں پاس ہونا ہے، اور میں خاموش ہو کر یا روٹھ کر بیٹھ جانے والا انسان نہیں ہوں، نہ خود چین سے بیٹھوں گا نہ تم کو بیٹھنے دوں گا۔

میں جانتا ہوں کہ انظر میاں! دہلی میں جو، اور چنے کی دال کے سوا کچھ نہیں، مگر یاد رکھو علم و ہنر ناز و نعمت کے آغوش میں نہ حاصل ہوا ہے نہ ہوگا۔ ابھی ایک مہینہ باقی ہے۔

انظر میاں! رمضان ہمیشہ آئیں گے، کھانے پینے کے لطف اور کام و دہن کے مزے ہمیشہ حاصل ہوتے رہیں گے، مگر یہ وقت پھر نہ آئے گا۔ تمہارا دوست صرف وہ ہے جو تمہارے مقاصد زندگی میں تمہارے ساتھ تعاون کرتا ہے، یاد رکھو، سوچو، اور سمجھو، والسلام۔

احقر محمد ادریس

نماز اور بیت اللہ سے محبت

مولانا مرحوم کو حق تعالی نے جن صفات و کمالات سے نوازا تھا ان میں ایک نمایاں وصف نماز کا خاص ذوق اور جماعت کا اہتمام تھا۔ آخری عمر میں جبکہ ضعف و ناتوانائی اور معذوری جس میں چند قدم چلنا بھی دشوار تھا، اس کے باوجود صف اول کا ایسا اہتمام تھا جس کی مثالیں بہت کمیاب ہیں۔ انہیں دنوں، ہفتوں یا مہینوں نہیں، بلکہ برسوں تک کبھی مسبوق دیکھنے کی نوبت نہیں آتی تھی۔

نماز میں انہماک و خشوع و خضوع خوب تھا۔ جب نماز کے لئے کھڑے ہوتے تو دنیا و ما فیہا سے کٹ کر پروردگار کے حضور میں اپنی عبودیت کا نذرانہ پیش کرتے۔ حدیث شریف

میں آتا ہے: انّ المصلی یناجی ربه فلینظر ما یناجیه به۔ (مشکوۃ ص ۱۸)

بیشک نمازی اپنے رب سے سرگوشی کرتا ہے پس اسے اس چیز کو دیکھنا چاہئے جس کے ساتھ وہ اللہ تعالی سے سرگوشی کرتا ہے۔

مولانا کی کیفیت صلوۃ ایسی ہی تھی کہ دیکھنے والوں کو " فانما یناجی ربه"، کی جھلک نظر آجاتی۔

حضرۃ الاستاذ حدیث نبوی: ''اقرب ما یکون العبد من ربه وهو ساجد فاکثروا الدعاء'' [۱] اور ''واذا سجدتم فاجتهدوا فی الدعاء فانه قمن ان یستجاب لکم''۔ [۲] کی بنا پر نماز کے سجدے میں دعائیں کرنے کے عادی تھے۔ جب بھی کوئی تکلیف یا مصیبت آجاتی تو سجدے میں دعاؤں کا اہتمام فرماتے۔

ایک بار فرمایا: مجھے پیشاب کی تکلیف ہوگئی ہے، میں نے نماز کے سجدے میں یہ دعا شروع کردی ہے: '' ربّ انّی مسّنی الضّر وانت ارحم الراحمین '' انشاءاللہ جلد شفا ہو جائے گی۔

نماز کے بعد مولانا کو سب سے زیادہ شوق اور والہانہ ذوق حرمین شریفین کی حاضری کا تھا، اور اس کی قابل رشک توفیق بھی ملی تھی۔ زندگی کے آخری پچیس تیس سال سے ان کا یہ معمول قضا نہیں ہوا تھا کہ رمضان حرمین شریفین میں گزارتے اور ذوالحجہ میں دوبارہ حج کے لئے تشریف لے جاتے۔ اس طرح سال میں دومرتبہ یہ سعادت جو بڑے بڑے دولت

---

[۱]...... یعنی بندے کو اپنے رب کا سب سے زیادہ قرب سجدہ کی حالت میں ہوتا ہے، لہذا کثرت سے دعا کیا کرو۔ (مسلم، مشکوۃ ص ۴۸)

[۲]...... اور جب سجدے میں جاؤ تو دعا میں خوب کوشش کرو، کیونکہ یہ اس لائق ہے کہ اسے قبول کیا جائے۔ (نسائی ص ۱۶۸)

مندوں اور عرب باشندوں تک کو حاصل نہیں ہوتی' وہ آپ کی زندگی کا لازمۂ زندگی بن گئی تھی۔

دیکھنے والے مادی تصور سے اس بات کو دیکھ کر حیران ہوتے ہوں گے سال بھر کی معمولی تنخواہ ان اسفار کی کفالت کیسے کرتی ہوگی؟ ساتھ ہی انتظامی مجبوریاں کیسے مانع بنتی نہ ہوں؟ مگر چونکہ آپ فنا فی ذات اللہ والکعبہ تھے، اور حق تعالیٰ کی ذات مسبب الاسباب ہیں، ساری رکاوٹیں دور فرما کر اس عاشق کو اپنے در پے بلا کر تسکین دی۔

حج اور عمرہ کا وقت آتا تو ویزا کے انتظار میں مولانا بے چینی و بے قراری میں رہتے، مگر جب ویزا کی منظوری کی اطلاع آجاتی تو یکا یک وہ بے قراری' مسرت وشادمانی میں تبدیل ہوجاتی۔

وفات سے کچھ عرصہ قبل احباب کی یہ رائے ہوئی کہ حضرت کی کمزوری وناتوانائی اب حج کی مشقتوں کی متحمل نہیں، اس لئے اس سال ویزا نہ لیا جائے۔ چنانچہ جب مولانا کو ویزا نہ ملنے کی اطلاع دی گئی تو ان پر غم واندوہ کی ایسی کیفیت طاری ہوئی کہ دیکھنے والوں کو رحم آنے لگا، مولانا محمد یوسف لدھیانوی صاحب مدظلہ نے صحیح لکھا ہے:

''حج وعمرہ کے شائقین تو بہت دیکھے ہیں، اور بعض خوش نصیبوں کو اس بارگاہ اقدس کی حاضری کا شرف بھی بار بار حاصل ہوتا ہے، لیکن بیت اللہ سے عشق اور حج اور عمرہ کے لئے سوز وگداز، عشق وانجذاب اور فریفتگی ووالہیت کی جو کیفیت حضرت مولانا میں دیکھی وہ اپنی مثال آپ تھی۔ فرماتے تھے:

''بس دو چیزوں کے لئے زندہ ہوں: ایک حرمین شریفین کی حاضری، دوسرے حدیث وتفسیر کا درس''۔

مولانا مرحوم کو حرمین شریفین کی حاضری میں خصوصیت کے ساتھ حفاظت اوقات کا بڑا اہتمام رہتا۔ وہ وہاں کے قیمتی اوقات کا ایک ایک لمحہ وصول کرنا چاہتے تھے، اس لئے اس حاضری میں مولانا کا مجاہدہ بہت بڑھ جاتا تھا، فرمایا کرتے تھے:

''قطع نظر اس سے کہ یہاں کے اوقات بہت قیمتی ہیں۔ میں یہ سوچتا ہوں کہ ہم نے اس سفر پر کتنے گراں قدر مصارف برداشت کئے ہیں، ہمارا یہاں کا ایک ایک دن ہزار ہزار روپے میں پڑتا ہے۔ اس قدر مصارف برداشت کر کے بھی ان اوقات کو ضائع کرنا کس قدر افسوسناک حرکت ہے''۔

مولانا کے چند خصائل

حضرت مولانا کے مزاج میں طبعاً سختی تھی۔ طلبہ اور ماتحتوں سے خوب باز پرس فرماتے۔ انتظاماً ہر ایک آپ کے رعب سے مرعوب تھا۔ آپ کے سامنے کسی کو مناقشہ کی ہمت نہ تھی۔ تاہم کسی پر کوئی زیادتی نہیں کی، نہ کسی کو اس کے حق سے محروم رکھا۔

اپنی ذمہ داری کو نبھانا اور جو کام مولانا کے سپرد ہوتا تھا' اس کو پایہ تکمیل تک پہنچانا یہ آپ کی ایک لائق رشک خصوصیت تھی۔

مخلصانہ دینی جذبہ کے ساتھ بے پناہ قوت عمل کے حامل تھے۔ ان کے یہاں عزیمت ہی عزیمت تھی، وہ مشکل سے مشکل وقت میں بھی رخصت پر عمل کرنے کے قائل نہں تھے۔

مولانا کو فضولیات اور مجلس آرائی سے سخت نفرت تھی، وہ اپنے لمحات زندگی مفید کاموں میں مشغول رکھتے تھے۔

باوجودیکہ آپ حضرت بنوری رحمہ اللہ سے عمر میں کم نہ تھے، مگر حضرت بنوری کو اپنے شیخ علامہ کشمیری رحمہ اللہکا آئینہ سمجھتے تھے، اور آپ سے بے انتہا محبت فرماتے، اور

عقیدتمندانہ برتاؤ فرماتے تھے۔

مولانا بڑے بلند آواز بزرگ تھے۔طلبہ درسگاہ سے دور دارالاقامہ میں آپ کی آواز سن کر آپ کی تشریف آوری پر مطلع ہوجاتے۔چائی اور پان کے بڑے عادی تھے،فرماتے تھے: بس چائی اور پان دیئے جاؤ، پھر جتنا چاہو بٹھائے رکھو۔

تصنیف وتالیف

حق تعالی نے مولانا مرحوم کو تحریر کا بھی عمدہ ملکہ عنایت فرمایا تھا۔گونا گوں دینی وعلمی خدمات میں مولانا کی تصنیفات بھی آپ کی خدمات کا ایک سنہرا باب ہے،جس کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱)......''اسلام میں سنت کا تشریعی مقام'' یہ ڈاکٹر مصطفیٰ السباعی المصری کی اہم ترین اور مستشرقین کے رد میں لاجواب کتاب'' السنة و مكانتها فى التشريع الاسلامى '' کا سلیس ترجمہ ہے، جو شائع ہوچکی ہے۔اس کتاب سے سینکڑوں افراد کے حدیث کی تشریعی حیثیت کے متعلق شبہات دور ہوئے۔

(۲)......علامہ انور شاہ صاحب کشمیری رحمہ اللہ کی مشہور زمانہ تصنیف ''اکفار الملحدین'' کا بامحاورہ ترجمہ مولانا نے تین چار سال کی شب وروز کی سعی کے بعد فرمایا، جو مجلس علمی کراچی کی طرف سے شائع ہوا۔

(۳)......''تحفۃ العابدین ترجمہ ریاض الصالحین'' یہ ناتمام تصنیف اگر پایہ تکمیل تک پہنچ جاتی تو ''ریاض الصالحین'' کی ایک بہترین مختصر اردو شرح ہوتی۔

(۴)......ترجمہ حصن حصین مع تشریح۔

ان کے علاوہ مولانا کے قابل قدر مضامین ماہنامہ ''بینات'' میں شائع ہوتے رہے۔

صدر پاکستان محمد ایوب خان کے دور میں ''ادارہ تحقیقات اسلامیہ'' اور اس کے ڈائریکٹر فضل الرحمٰن کی تجدد پسندانہ تحقیقات سامنے آئیں، جو درحقیقت تحریف دین کی سرحدوں کو چھو رہی تھیں، تو مولانا نے ''بینات'' میں اس تجدد کے اژدہا کا سر کچلنے کے لئے اس کے خلاف بڑے وقیع علمی مقالے تحریر فرمائے۔

مرض ووفات

مولانا سالہاں سال سے ڈیابیطس کے مرض میں مبتلا تھے۔ آخری چند سالوں میں ضعف بہت بڑھ گیا، چند قدم چلنا بھی دشوار ہوگیا تھا۔ ۲۴؍ جمادی الثانیہ کو طبیعت زیادہ ناساز تھی، نماز فجر بھی گھر ہی پر ادا کی، ڈاکٹر کو بلایا اس نے آرام کا مشورہ دیا۔ ڈاکٹر کے جانے کے بعد نو بجے کے قریب ''جلالین شریف'' کے درس کے لئے نیچے تشریف لے آئے اور فرمایا کہ: ڈاکٹر نے منع کیا تھا، مگر قلب پر سبق کا ترک شاق گذرا۔ سورۂ مطففین کا درس دیا۔ یہ مولانا کے آخری دن کا آخری درس تھا۔ گیارہ بجے کے قریب غنودگی سی کیفیت طاری ہوئی۔ تیمارداروں نے خیال کیا کہ شاید رات میں نیند نہ آنے کے سبب آرام کا تقاضا ہے، مگر ڈاکٹر صاحب نے دیکھ کر بتلایا کہ آخری وقت ہے، چنانچہ پونے بارہ بجے روح پرواز کرگئی۔

عجیب اتفاق ہے کہ مولانا کے آخری درس میں اس منزل کا تذکرہ تھا جس کے حصول کے لئے مؤمن عمر بھر تگ ودو جاری رکھتا ہے، یعنی ''ان الابرار لفی نعیم''

تجہیز وتکفین کے بعد حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب مدظلہ کی امامت میں بعد نماز مغرب جنازہ کی نماز ادا کی گئی، اور دارالعلوم کے قبرستان میں تدفین عمل میں آئی ۔

صد شکر کہ آپہنچا لب گور جنازہ   لو بحر محبت کا کنارہ نظر آیا

حق تعالیٰ استاذ محترم کے ساتھ رحمت وعنایت کا خاص معاملہ فرمائیں، اور درجات عالیہ نصیب فرمائیں، آمین۔

اللھم اکرم نزلہ، و وسّع مدخلہ، وابدلہ دارا خیرا من دارہ،و اھلا خیرامن اھلہ،

نوٹ:......حضرت مولانا ادریس صاحب رحمہ اللہ کے حالات کے لئے ماہنامہ ''بینات'' شعبان وذیقعدہ ۱۴۰۹ھ مطابق اپریل وجولائی ۱۹۸۹ء، اور ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی سے استفادہ کیا گیا ہے۔[۱]

---

[۱]......حضرت کے یہ حالات ماہنامہ دارالعلوم دیوبند جمادی الثانی ۱۴۱۶ھ مطابق نومبر ۱۹۹۵ء، میں شائع ہوئے تھے۔

حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب رحمہ اللہ

ولادت:......۶/رجب ۱۳۵۸ھ،۲۲/اگست ۱۹۳۹ء۔

وفات:......۱۴/رجب ۱۴۱۱ھ ۱۳/جنوری ۱۹۹۱ء،شب پنجشنبہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

حضرۃ الاستاذ مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب کو حق تعالیٰ شانہ نے جو اوصاف وکمالات عطا فرمائے تھے ان پر تفصیلی روشنی کوئی سوانح نگار ڈالے تو ایک ضخیم کتاب بھی ناکافی ہوگی۔

مناصب واوصاف

آپ حضرت بنوری رحمہ اللہ کے داماد اور صحیح جانشین تھے۔ حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری رحمہ اللہ کے فرزند ارجمند تھے۔ پاکستان کی عظیم اسلامی درسگاہ جامعۃ العلوم الاسلامیہ کے مہتمم واستاذ حدیث، عالمی مجلس ختم نبوت کے نائب امیر، سواد اعظم اہل سنت اور حرکۃ المجاہدین کے علاوہ کئی تنظیموں اور بیسیوں مدارس کے سرپرست، متحدہ سنی محاذ کے صدر، اقراء روضۃ الاطفال واقراء ڈائجسٹ کے نگران اعلی، وفاق المدارس کے ناظم اعلی، ماہنامہ بینات کے مدیر مسئول وغیرہ مناصب پر فائز تھے۔

آپ دینی غیرت وحمیت، روحانیت، عوام وخواص میں بے انتہا مقبولیت، ظاہری و باطنی حسن صورت وسیرت، جود وسخا، ہمت وجرأت، اخلاص وللّٰہیت، آہ وزاری وخداداد دعا کی قوت جیسے ان گنت اوصاف سے متصف تھے۔

لیس علی اللہ بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

ولادت وتعلیم

حضرت مفتی صاحب کی ولادت ۱۳۵۸ھ میں بمقام سہارنپور ہوئی۔ والد محترم کو جب نومولود کی بشارت سنائی گئی تو دیر تک سجدہ ریز رہے، مکان پر آکر اذان واقامت اور تحنیک سے فارغ ہوئے تو بے ساختہ زبان سے نکلا کہ:

’’اس کا نام ہم نے بتوکل خداوندی احمد الرحمٰن تجویز کیا‘‘۔

والدہ محترمہ ایسی عابدہ وزاہدہ تھیں کہ دن کی روشنی میں بھی بلاضرورت گھر سے باہر نہ

نکلتیں۔ والدین کی تربیت کا نتیجہ تھا کہ صرف آٹھ (۸) سال کی عمر میں حفظ کی سعادت سے مالا مال ہو گئے۔

حفظ کے بعد فارسی کی کچھ کتابیں والد محترم سے اور کچھ علاقہ کے دوسرے اساتذہ سے پڑھیں۔ مزید تعلیم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک اور جامعہ خیر المدارس میں حاصل کر کے دارالعلوم ٹنڈو الہ یار سے سند فراغت حاصل کی۔

فراغت کے بعد مزید تعلیم کے لئے کراچی حضرت بنوری رحمہ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور افتاء کی مشق مفتئ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب کے پاس کی

مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ کا اعتماد

دو تین سال تربیت افتاء کے بعد حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ نے حضرت بنوری رحمہ اللہ سے فرمایا کہ: ماشاء اللہ! مفتی احمد الرحمٰن صاحب اب پختہ کار و قابل اعتماد مفتی ہو گئے ہیں، اس لئے آپ اجازت مرحمت فرمادیں کہ یہ براہ راست میری تصحیح کے بغیر فتاوی جاری کیا کریں۔

درس و تدریس

حضرت بنوری رحمہ اللہ نے آپ کی صلاحیت و قابلیت کی وجہ سے جامعہ میں مدرس و معاون مفتی مقرر کر دیا، یہ زمانہ تقریباً ۱۹۶۲ء کا تھا۔ علمی صلاحیت ومحنت اور عمدہ طرز تفہیم نے بہت جلد طلبہ میں مقبول بنا دیا، اور حضرت بنوری رحمہ اللہ کی حیات ہی میں استاذ حدیث کے منصب پر فائز ہو گئے۔

فن میراث میں آپ کی مہارت مشہور و مسلم تھی، اسی وجہ سے ہر طالب علم کی خواہش ہوتی کہ ''سراجی'' آپ سے پڑھے۔ رمضان المبارک کی تعطیلات میں اکثر طلبہ خصوصی

طور پر اس کتاب کا درس آپ سے لیتے۔

''ہدایہ''، ''مشکوۃ'' اور ''سراجی'' کا درس طلبہ میں بے انتہا مقبول تھا۔ افتاء کی مشق کے بعد سے آپ نے حضرت بنوری رحمہ اللہ کی وفات سے ایک سال قبل تک دارالافتاء میں افتاء کی خدمت بھی انجام دی۔

حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ کی وفات کے بعد بخاری شریف کی مسند بھی آپ کے حصے میں آئی۔ درس وتدریس کا یہ سلسلہ وفات تک برابر جاری رہا۔

نکاح

زمانۂ طالب علمی ہی سے حضرت بنوری رحمہ اللہ کے ساتھ علمی وروحانی تعلق قائم ہوگیا تھا کہ ۱۹۶۴ء میں حضرت مولانا عبدالرحمٰن کاملپوری رحمہ اللہ کی طلب پر حضرت بنوری رحمہ اللہ کی تیسری صاحبزادی سے آپ کا عقد نکاح طے ہوا۔ حضرت کاملپوری رحمہ اللہ اس تقریب میں خود تشریف لائے۔

بیعت وخلافت

والد محترم اور حضرت بنوری رحمہ اللہ کی صحبت برکت تھی کہ آپ تزکیۂ نفس سے کبھی غافل نہیں رہے، بلکہ ان اکابر کی صحبت کی برکت سے باطنی اصلاح ہوتی رہی حتی کہ حضرت حکیم الامت رحمہ اللہ کے خلیفہ حضرت مولانا فقیر محمد صاحب پشاوری رحمہ اللہ سے بیعت فرمائی۔ حضرت نے بیعت کرتے ہی خلافت سے سرفراز فرمایا۔

گرچہ علمی وملی مصروفیات اور مدرسہ کی انتظامی مشغولیات کی وجہ سے سلسلہ بیعت شروع نہیں فرمایا، مگر اخیر میں یہ سلسلہ بھی کچھ نہ کچھ رہا، اور جامعہ میں ہر پیر کو مجلس ذکر کا آغاز فرمایا، اور نماز عصر کے بعد مہمان خانہ میں حلقۂ ''افاضہ وتلقین'' شروع ہوگیا۔ اس

میں آپ بڑے اہتمام و پابندی سے شرکت فرماتے۔ دیگر حضرات کے علاوہ جامعہ کے طلبہ کو اس سے بڑا نفع ہوا۔

منصب اہتمام پر

حضرت بنوری رحمہ اللہ شروع ہی سے مفتی صاحب کی اپنی جانشینی کے لئے تربیت فرمارہے تھے۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل ایک سفر پر روانگی سے پہلے اساتذہ جامعہ سے اپنی نیابت کے لئے مشورہ فرمایا۔ اکثر حضرات کی رائے مفتی صاحب کے متعلق تھی۔ حضرت نے اس پر مزید استخارہ فرمایا۔ پھر اساتذہ کو جمع کر کے فرمایا:

''استشاروں، استخاروں اور آپ حضرات کی مشاورت کے بعد میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مفتی احمد الرحمٰن میری زندگی میں اور میری وفات کے بعد میرے نائب ہوں گے''۔

اس فیصلہ کے بعد مشاغل افتاء و تدریس کے ساتھ آپ نے جامعہ کے معاملات کی طرف توجہ دینا شروع کی، اور حضرت بنوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد اراکین شوری نے آپ کو منصب اہتمام سپرد کر دیا۔

آپ کے دور اہتمام میں جامعہ نے خوب ترقی کی۔ کئی شاخیں مستقل مدرسوں کی شکل اختیار کر گئیں۔ مکاتب قرآن کے ادارے قائم فرمائے۔

آپ نے اپنی ذات کو جامعہ کے لئے وقف کر دیا تھا۔ آپ کو جامعہ اور طلبہ کی ہر وقت فکر لگی رہتی۔ رات دیر تک دعائیں مانگتے۔ طلبہ کی اخلاقی تربیت پر خصوصی توجہ فرماتے۔ ان کو جمع کر کے ہفتہ یا مہینہ میں ترغیب دیتے۔ تہجد گذار طلبہ سے خوش ہوتے، انہیں بلا کر انعام دیتے۔

ایک مرتبہ دوران سبق ہمیں تہجد کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا: مجھے بڑا تعجب ہوتا ہے کہ

تم ''بخاری شریف'' اور کتب احادیث پڑھتے ہو! اور تہجد ناغہ ہوتا ہے؟ تم لوگ کچھ وقت تبلیغی جماعت میں بھی جایا کروتا کہ تمہیں تہجد کی توفیق ہو۔

طلبہ کی تربیت کی فکر کی وجہ سے انہیں جماعت میں بھیجنے کی ترغیب دیتے۔ ایک مرتبہ فرمایا: اس مدرسہ میں طلبہ کو کسی سیاسی جماعت یا کسی اور پروگرام میں حصہ لینے کی اجازت نہیں، ہاں شب جمعہ میں دعوت وتبلیغ کے اجتماع میں جانے کی اجازت ہے۔

اوصاف وکمالات

جودوسخا

اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب رحمہ اللہ کو صفت جودوسخا سے سرفراز فرمایا تھا۔ ناداروں، بیواؤں، یتیموں اور بیکسوں کی غمخواری وخبر گیری ان کی زندگی کا ایک مستقل باب تھا۔ اخلاص کا یہ عالم کہ زندگی بھران کی سخاوت مخفی رہی، مگر رحلت کے بعد حالات وشواہد نے اسے حدتواتر تک مصدقہ اور حیرت انگیز بنادیا۔

انتقال کے بعد ایک شخص نے مفتی صاحب کی مالی امداد کا ذکر کیا تو ایک اور صاحب نے فرمایا میرے مدرسہ کے سات اساتذہ کی تنخواہ مفتی صاحب مرحمت فرمایا کرتے تھے۔

حرکۃ المجاہدین کے ساتھ قلبی وابستگی کے ساتھ مالی امداد کا سلسلہ بھی تھا۔ پہلی دفعہ طلبہ کو افغانستان بھیجا تو آمد ورفت کے اخراجات کے علاوہ مرکز کو ایک لاکھ روپیہ عطا فرمایا۔ ایک دفعہ مولانا فضل الرحمٰن خلیل صاحب کی گذارش پر پانچ لاکھ روپیہ کی ایمبولینس خرید کردی۔

انتخابات میں جتنے علماء حق کھڑے ہوتے آپ ایک ایک کے گھر جاکر ان کا تعاون فرماتے۔ مفتی صاحب کے ڈرائیور کے نوجوان بھائی کا انتقال ہوگیا تو اس کے یتیم بچوں کے لئے ماہانہ معقول وظیفہ اپنی طرف سے جاری فرمادیا۔

مدرسہ کے اساتذہ میں سے بعض کی شادیوں اور بیماریوں پر مالی تعاون فرماتے۔طلبہ جب تعطیلات میں گھر جاتے تو آمدورفت کا کرایہ عنایت فرماتے۔

جرأت وشجاعت

حق تعالی نے آپ کو وہ بہادری عطا فرمائی تھی کہ لگتا تھا آپ اللہ تعالی کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے۔ بڑے سے بڑے حکمراں کے سامنے برملا حق بات کہنا آپ کا شیوہ تھا۔فرقۂ باطلہ کے رد میں آپ کی محنت وکردار اسی ہمت وجرأت کا ثبوت ہے۔بعض مواقع میں آپ کو دھمکیاں دی گئیں، بلکہ قاتلانہ حملہ تک کا پروگرام بنایا گیا،مگر آپ کی جرأت ایمانی کے سامنے سارے حربے بیکار ہوگئے۔

ایک دفعہ ڈپٹی مارشل لاء ایڈمنسٹر سے مذاکرات ہورہے تھے، دیگر سرکاری حکام بھی موجود تھے،ایڈمنسٹر نے کوئی غلط بات کہدی،مفتی صاحب نے فوراً ٹوکا۔اس نے اقتدار کے زعم میں غلط جواب دیا،مفتی صاحب جوش میں آگئے اور فرمایا:

’’ہم دین کے خلاف تمہاری بکواس سننے نہیں آئے، ہماری ذمہ داری ہے کہ ہم تمہاری زبانیں روکے‘‘ اس نے کہا: میری وردی مجھے مجبور کرتی ہے۔مفتی صاحب نے فرمایا:’’ہم نے ایسی بہت سی وردیاں اترتے دیکھی ہیں اور بڑے بڑوں کی کرسیاں ختم ہوتے دیکھی ہیں۔الحمدللہ علماء کرام اپنی جگہ پر دین کا کام کرتے رہے ہیں اور کرتے رہیں گے‘‘ ایڈمنسٹر اس پر کھڑا ہوگیا مفتی صاحب بھی کھڑے ہوگئے اور فرمایا’’ آؤ دیکھیں میں تمہاری وردی اتارتا ہوں یا تم کچھ کرتے ہو‘‘ دوسرے حضرات نے منسٹر کو بٹھادیا۔مفتی صاحب کا اس پر ایسا رعب پڑا کہ وہ ایک عرصہ تک اس منصب پر رہا،مگر مفتی صاحب کے سامنے بولنے کی جرأت نہ کرسکا اور نہ آپ کو گرفتار کرسکا۔ بعد میں مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ سے بارہا

کہا کہ: مفتی احمد الرحمٰن صاحب سے بات کرتے ہوئے ڈر لگتا ہے۔

۹ رمحرم کے جلوس کو روکنے کے سلسلہ میں مفتی صاحب کی جرأت کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ جلوس فوج کی حفاظت میں نکلا، مفتی صاحب اپنے ساتھیوں کے ہمراہ سڑک کے درمیان کھڑے ہوگئے، افسر نے اعلان کیا: مفتی صاحب! آگے نہ بڑھیں! گولیاں چلائیں گے۔ مفتی صاحب نے سینے کے بٹن کھولے ''لا الہ الا اللہ'' پڑھا اور کہا ہم گولیاں کھانے آئے ہیں۔ مفتی صاحب کے اس جرأت مندانہ اعلان نے افسر کی تنی ہوئی گردن کو جھکا دیا، مشین گنیں سرنگوں ہوگئیں۔ فوج نے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو گرفتار کیا، سنت یوسفی کے مطابق جیل میں رہنا گوارہ فرمایا، نہ معافی مانگی نہ کسی کو ضمانت کرانے کی اجازت دی۔ حکومت کو مجبوراً رہا کرنا پڑا۔

آہ وزاری

مفتی صاحب کے اوصاف میں ایک قابل تقلید عمل آپ کی دعا اور اللہ سے تعلق تھا۔ نماز کے بعد مفتی صاحب ہاتھ اٹھا لیتے، عاجزی سے گردن جھک جاتی، اور ایسی توجہ والحاح کے ساتھ دعا مانگتے کہ دیکھنے والے حیران ہو جاتے۔

اجتماعی دعا مانگتے تو رقت قلبی اور پرنم آنکھوں کا وہ اثر ہوتا کہ پورا مجمع کیف کی حالت میں ڈوب جاتا۔

حرمین کی حاضری میں دعاؤں کا اہتمام بہت بڑھ جاتا۔ گھنٹوں گڑگڑا کر دعائیں مانگتے۔ عرفہ کے دن تو آپ پر ایک خاص کیفیت طاری ہوتی۔ زوال ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے اور مغرب تک اکثر وقت کھڑے ہو کر دعا میں مشغول رہتے۔ یقیناً آپ کی غیر معمولی ترقیات کا ایک بڑا سبب توجہ والی دعائیں تھیں۔

حرمین سے خصوصی تعلق

حرمین شریفین سے آپ کو خصوصی تعلق تھا۔نو جوانی ہی میں حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کر لی تھی۔رمضان کے اخیری پندرہ دن حرمین شریفین میں گذارتے۔اور ہر سال حج کے لئے تشریف لے جاتے۔عبادت کا ذوق اور رات کو جلد اٹھکر تہجد و دعا کا معمول تو دائمی تھا،مگر حرمین شریفین میں آپ کی عبادت دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔خاص کر اخیر عشرہ میں یہ انہماک بہت بڑھ جاتا۔

گاڑی کے لئے تین شرائط

جو اللہ تعالی کا ہو جائے اللہ تعالی اس کی ضرورت بھی غیب سے پوری فرماتے ہیں۔ حضرت کو رات دن اسفار کے لئے سواری کی ضرورت تھی۔کئی حضرات نے مدرسہ کے لئے اور مفتی صاحب کے لئے گاڑی ہدیہ دینے کی کوشش کی،مگر حضرت نے تین شرطیں طے فرمالی تھیں،چنانچہ جب ان تین شرطوں کے مطابق گاڑی ملی تو طلبہ کی مبارکبادی پر فرمایا: میاں (یہ مفتی صاحب کا تکیہ کلام تھا) ہم کو گاڑیاں تو بہت ملتی تھیں مگر جیسے ہم چاہتے تھے اب ملی۔گاڑی کے لئے ہماری تین شرطیں تھیں:

(۱)......ڈرائیور اسی کا ہوگا جو گاڑی دے۔

(۲)......گاڑی میرے نام ہوگی جب مدرسہ کے لئے استعمال ہو تو مجھے اجر ملے۔مدرسہ کی گاڑی میں ذاتی طور پر استعمال کرنا نہیں چاہتا۔

(۳)......پٹرول کا خرچہ بھی اسی کے ذمہ ہوگا جو گاڑی دے۔پھر فرمایا میاں! ہم تو غریب آدمی ہیں پٹرول اور ڈرائیور کا خرچہ کہاں سے لائے؟ اللہ تعالی نے ایسی ہی گاڑی مرحمت فرمائی۔

شکل وشباہت......وفات

حق تعالی نے آپ کو باطنی کمالات کے ساتھ ظاہری حسن و جمال سے بھی نوازا تھا۔ حسین وخوبصورت چہرہ، دلکش بڑی آنکھیں، چمکدار پیشانی، چہرے پر ہلکی سرخ ڈاڑھی، سر پر سلیقہ سے بندھا ہوا رومال کا عمامہ، سفید لباس، مناسب لانبا قد، سردیوں میں کبھی کبھار اور سفر میں جب جبہ زیب تن فرماتے تو اجنبی آدمی بھی دیکھنے کے لئے رک جاتا۔

حضرت کی عمر صرف ۵۲/سال تھی۔ صحت وقوت کو دیکھتے ہوئے دور دور تک اس کا شائبہ نہ تھا کہ مفتی صاحب اتنے جلدی اپنے مالک حقیقی سے جاملیں گے۔ وفات سے ایک روز پہلے دارالعلوم کورنگی تشریف لے گئے۔ حضرت مفتی محمد رفیع صاحب مدظلہ سے دیر تک وفاق المدارس کے بارے میں اہم مشورے فرمائے۔ رات کو بنوری ٹاؤن میں ''مشکوۃ شریف'' کے ختم کی تقریب میں شرکت فرمائی۔ مگر اچانک بارہ بجے سینے میں درد اور کھانسی شروع ہوئی، اور قلیل وقت میں شدت اختیار کرگئی۔ فوراً اسپتال لے جایا گیا، مگر وقت موعود آچکا تھا، اور آپ نے فانی دنیا سے رحلت فرمائی ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' تاریخ وفات ۱۴/رجب ۱۴۱۱ھ مطابق ۱۳/جنوری ۱۹۹۱ء شب پنجشنبہ ہے۔

ہزارہا افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ عصر کے بعد مفتی صاحب کے بڑے بھائی مولانا قاری سعید الرحمٰن صاحب مدظلہ نے نماز پڑھائی، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

مقالات رحمانی

حضرت کی تصانیف کا تو مجھے علم نہیں، مگر آپ کے مختلف رسائل میں لکھے گئے مضامین کو آپ کے صاحبزادے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب نے ''مقالات رحمانی'' کے نام سے مرتب فرما کر شائع کردیا ہے، جزاہ اللہ احسن الجزاء۔

مولانا عبدالحیٔ صاحب

کاسوجی رحمہ اللہ

ولادت:......۱۳۲۹ھ مطابق ۱۹۰۳ء

وفات:......۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء، بروز جمعہ

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

مولانا عبدالحیٔ صاحب لاجپوری

راقم الحروف نے صغر سنی میں جن اساتذہ سے مکتب میں پڑھا ان میں مولانا عبدالحیٔ صاحب کی محنت ومشقت، ان کا رعب ودبدبہ، ان کا انداز تربیت آج تک ذہن میں محفوظ ہے۔ راقم نے ناظرہ ٔ قرآن کے ساتھ اردو کی کئی کتابیں ان سے پڑھیں۔ خوب توجہ سے پڑھاتے۔ حق تعالی نے آپ کو پڑھانے کا وہ ملکہ عطا فرمایا تھا کہ چند دنوں میں طالب علم خود بخود اپنے اندر صلاحیت پیدا کر لیتا۔ اسباق کی کمزوری اور درسگاہ میں عدم حاضری یا تاخیر ان کے نزدیک ناقابل معافی جرم تھا۔ اس قسم کی کوتاہی پر سخت سزا دیتے۔

اردو کی کتابیں اس محنت سے پڑھائی کہ راقم مکتب سے فارغ ہو کر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں داخلہ کے لئے گیا تو حضرت مولانا ابراہیم صاحب کاوی مدظلہ (جو میرے بہت محسن ومشفق استاذ ہیں) نے چند کتابوں کا امتحان لیا اور پرچہ پر تحریر فرمایا کہ یہ بچہ فارسی میں چل سکتا ہے، حالانکہ میں نے اردو میں داخلہ طلب کیا تھا۔

مولاناؒ خرچ میں زندگی بھر کفایت شعاری پر گامزن رہے۔ اسراف سے انہیں سخت نفرت تھی۔ قرض کے معاملہ میں وہ مستقل مزاج واقع ہوئے تھے۔ فرمایا کرتے تھے کی: اس زمانہ میں نہ قرض لو اور نہ قرض دو۔ وجہ بیان کی کہ تم کسی کو قرض دو تو الا ماشاء اللہ بہت کم لوگ ہیں جو حسب وعدہ گھر آ کر قرض کی رقم واپس کریں گے، مجبوراً تمہیں مطالبہ کے لئے ان کے گھر جانا پڑے گا اور جب تم جاؤ گے تو دور سے تمہیں دیکھ کر ایک گالی دے گا، پھر کہے گا: کیا آپ کا پیسہ کھا جاؤں گا؟

احمد آباد ہندو مسلم فساد کے زمانہ میں ایک صاحب' مسلمان مظلومین کی امداد کے سلسلہ میں چندہ کے لئے آئے، میں اس کو مولانا کے پاس لے گیا تو دو روپئے دے کر فرمایا کہ:

بھئی صحیح جگہ پہونچنے چاہئے،اس وقت چندہ کے معاملہ میں بہت بے احتیاطی ہوتی ہے۔ مجھے اس وقت تو مولانا کا یہ طرزعمل بار خاطر لگا کہ دو روپئے کی معمولی رقم اور پھر اتنی تاکید۔اللہ کی شان دوسرے دن پتہ چلا کہ وہ شخص دغاباز تھا،اس وقت مولانا کے کلام کی قدر ہوئی۔

مولانا کی ولادت ۱۳۴۹ھ مطابق ۱۹۳۰ء میں ہوئی۔ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں داخلہ لیا اور آٹھ سال رہ کر سند فراغت حاصل کی۔سن فراغت ۱۳۶۷ھ مطابق ۱۹۴۸ء ہے۔

حضرت مولانا محمد مالک صاحب کاندھلوی،مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی،حضرت مولانا شمس الحق صاحب افغانی،حضرت مولانا عبد القدیر صاحب،مفتیٔ گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب سے شرف تلمذ حاصل تھا، ''بخاری شریف'' حضرت مولانا سید محمد یوسف صاحب بنوری سے پڑھی۔

فراغت کے بعد مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں مدرس ہوئے ۲۵/سال تک تدریسی خدمت انجام دی۔آخر میں صحت کی خرابی کے باعث مستعفی ہوگئے۔جمعیۃ علماء لاجپور کے صدر بھی رہے۔گاؤں میں نکاح خوانی کا رجسٹر آپ ہی کے پاس رہتا تھا،اکثر خود نکاح پڑھاتے۔آواز بہت اچھی تھی،خطبۂ نکاح بڑے دل کش انداز میں پڑھتے تھے۔

۱۴۱۲ھ مطابق ۱۹۹۱ء بروز جمعہ لاجپور میں وفات پائی۔

استاذ محترم حضرت مولانا سید غلام رسول بورسدی صاحب

ولادت:......۔

وفات:......۲۳/ ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۶/ مئی ۱۹۹۲ء۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

حضرت مولانا سید غلام رسول صاحب بورسدی رحمہ اللہ

حضرت مولانا غلام رسول صاحب بورسدی کا شمار ان علماء میں سے تھا جنہوں نے پوری زندگی درس وتدریس اور اشاعت علم کے لئے وقف کر رکھی تھی۔فراغت سے لے کر وفات تک کا طویل عرصہ جامعہ حسینیہ راندیر (ضلع سورت گجرات) میں گذار دیا۔

خصوصیات درس

راقم الحروف کو مولانا سے کچھ عرصہ ''نورالانوار'' اور ''ترجمۂ قرآن'' پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔حق تعالی نے آپ کو تدریس کا ایسا عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا کہ معمولی صلاحیت کے طلبہ بھی ذراسی توجہ سے کتاب کو سمجھ لیتے۔مشکل سے مشکل مقامات آپ کے سامنے سہل نظر آتے۔تدریس کا طویل تجربہ،تفہیم کا عمدہ ملکہ اور اپنے اساتذہ باکمال کی محبت ودعا وغیرہ امور نے مولانا کو مقبول مدرس بنا دیا تھا،آپ پڑھاتے تھے اور خوب پڑھاتے تھے۔

اسباق کی اتنی توجہ اور فکر فرماتے جب تک کہ آپ کو شرح صدر نہ ہوتا وہاں تک سمجھاتے۔اسباق روزانہ سنتے تھے،اس لئے طلبہ آپ کی کتاب کو اہتمام سے یاد کرتے۔

مطالعہ بھی روزانہ کرنا پڑتا تھا۔طالب علم عبارت پڑھتا اور مولانا اس مضمون کو زبانی بیان فرماتے اور ایسے عجیب انداز سے سمجھاتے کہ کتاب اسی وقت حل ہو جاتی ، بلکہ سبق اسی وقت یاد ہو جاتا، پھر طالب علم سے ترجمہ کرواتے۔

آپ نے اپنے استاذ مولانا شمس الدین صاحب بڑودوی (جن سے علم الصیغہ ،نور الایضاح، اور قرأۃ الراشدہ وغیرہ کتابیں پڑھی تھیں) کی درسی خصوصیات کا تذکرہ کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے کہ:

(مولانا شمس الدین صاحب) بڑے اخلاص سے پڑھاتے تھے۔ان کے سامنے

ادب سے بیٹھنا ہوتا تھا۔سبق روزانہ سنتے تھے۔ان کے پاس سبق پڑھتے پڑھتے ہی یاد ہوجاتا تھااور تاکید فرماتے تھے کہ: روزانہ مطالعہ کرنا اور اسباق یاد کرنا فرض ہے اور ہفتہ بھر کے اسباق یاد کرنا واجب ہے اور مہینہ بھر کے اسباق یاد کرنا مستحب ہے''۔

راقم نے یہ تمام خصوصیات مولانا مرحوم کے درس میں موجود پائیں، گویا استاذ کے تذکرہ میں اپنا حال تحریر فرمادیا ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

تلامذہ کے ساتھ شفقت اور ایک واقعہ

مولانا طلبہ سے بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔طلبہ کی ناگواری آپ برداشت نہیں کر پاتے۔کسی غلطی پر اصلاح کرنی ہوتی تو بڑی حکمت اور نرمی سے نصیحت فرماتے۔مولانا مرحوم کی عادت یہ تھی کہ ذہین طلبہ کو سامنے بٹھاتے اور چاہتے تھے جو طلبہ غبی یا کم ذہن ہو وہ دائیں اور بائیں بیٹھے۔

ہماری جماعت میں ایک طالب علم جو ذہنا کمزور تھا، اور زبان میں بھی قدرے لکنت تھی بالکل آپ کے سامنے بیٹھتا تھا، چونکہ آپ کی عادت سبق سننے کی تھی اس لئے چند روز میں محسوس فرمالیتے کہ کون ذہین ہے۔اب مولانا کی تمنا تھی کہ وہ طالب علم دائیں یا بائیں بیٹھا کرے، مگر آپ کی شفقت نے یہ گوارہ نہ کیا اسے خود اٹھا کر یا حکماً تبدیل جگہ پر مجبور کریں، چنانچہ مولانا نے مجھے ایک دن تنہائی میں بلا کر فرمایا کہ میری تمنا ہے کہ تمہارے ساتھ جو طالب علم بیٹھتا ہے وہ فلاں طالب علم سے جگہ بدل لے لہٰذا تم اپنی طرف سے ایسی تدبیر کرو کہ میری چاہت پوری ہوجائے اور وہ محسوس بھی نہ کرے کہ میں نے یہ حکم دیا ہے اور فرمایا مجھے اپنے شاگرد کا دل دکھانا جس سے اسے ناامیدی ہو منظور نہیں۔اب ایسی شفقتیں

اور ایسے واقعات کاغذوں میں تو مل سکتے ہیں، مگر.....الا ماشاءاللہ۔فالی اللہ المشتکی۔

مولانا یونس صاحب سورتی مدظلہ سے سنا کہ حضرت پر آخری وقت میں غشی کی کیفیت تھی، اس وقت فرمایا کہ اللہ آپ فرمائیں گے: غلام رسول! تو جنت میں جا، تو جب تک پچاس سال کے طلبہ جو میرے تلامذہ ہیں وہ جنت میں داخل نہ ہو جائیں وہاں تک میں اکیلا جنت میں نہ جاؤں گا۔

طلبہ کی تربیت

مولانا مرحوم کو طلبہ کی تربیت کی بھی برابر فکر رہتی۔صرف تدریس پر اکتفا نہ فرماتے بلکہ دوران درس مناسب موضوع نصیحت فرماتے، اعمال کی ترغیب دیتے، اللہ کے عذاب سے ڈراتے۔ایک مرتبہ ایسے ہی کسی موقع پر اللہ کے عذاب سے بچنے کے لئے دعا ''سبحان الابدی الابد'' کی ترغیب دی کہ روزانہ صبح شام اسے پڑھا کرو، پھر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا قصہ سنایا کہ:

امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت کرنا اور عذاب الٰہی سے بچنے کا سوال اور حق تعالیٰ کا جواب

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے ننانوے مرتبہ خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت فرمائی پھر اپنے دل میں کہا: اگر سوویں مرتبہ زیارت نصیب ہوئی تو حق تعالیٰ سے دریافت کروں گا کہ خلائق آپ کے عذاب سے قیامت کے دن کس طرح نجات پائے گی؟ امام صاحب فرماتے ہیں کہ پھر مجھے اللہ تعالیٰ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا تو عرض کیا اے پروردگار عز جارک و جل ثناءک و تقدست اسماءک! قیامت کے دن مخلوق کو

آپ کے عذاب سے کس چیز سے نجات ملے گی؟ تو اللہ تعالی نے فرمایا: جو شخص صبح وشام یوں کہا کرے:

”سبحان الابدی الابد ،سبحان الواحد الاحد، سبحان الفرد الصمد، سبحان رافع السماء بغیر عمد، سبحان من بسط الارض علی ماء جمد ،سبحان من خلق الخلق فا حصاهم عدد، سبحان من قسم الرزق ولم ینس احد، سبحان الذی لم یتخذ صاحبة و لا ولد، سبحان الذی لم یلد ولم یولد ولم یکن له کفوا احد“ ۔

(مقدمہ شامی ص ۱۴۵ ج ۱)

وہ میرے عذاب سے نجات پائے گا۔

مولانا روزانہ بہت اہتمام سے اس دعا کو صبح وشام پڑھا کرتے تھے۔حضرت استاذ کی برکت سے راقم نے بھی یہ دعا اسی وقت یاد کر لی تھی، اب الحمد للہ اس کے پڑھنے کا بھی معمول ہے، جو انشاء اللہ حضرت کے لئے صدقۂ جاریہ ہے۔

علمی استعداد

مولانا کی علمی استعداد بہت عمدہ تھی۔درس نظامی محنت سے پڑھا تھا۔حضرت مولانا محمد سعید صاحب راندیری ،حضرت مولانا احمد اللہ صاحب راندیری ، حضرت مولانا شمس الدین صاحب بڑودوی جیسے اساطین علم سے اکتساب کا موقع ملا تھا۔آخر الذکر کے متعلق اپنے تأثرات میں تحریر فرماتے ہیں:

”قراءۃ الراشیدہ“ کے چار حصے پڑھنے کے بعد ہم میں اتنی استعداد پیدا ہوگئی تھی کہ ہم عربی گفتگو کر سکتے تھے اور عربی میں امتحانات کے تمام پرچے لکھ سکتے تھے۔

ادب کی کتاب پڑھاتے وقت زبانی لغات پوچھتے ،کبھی کبھی عربی میں سوالات فرماتے

جس کا جواب عربی میں دینا پڑتا تھا۔ ماشاء اللہ خود حافظ قرآن تھے، اس لئے اگر وہ لفظ یا اس کے مشتقات میں سے قرآن پاک میں کوئی لفظ ہوتا تھا تو آیت کی طرف اشارہ فرماتے اور کبھی لفظ کی مناسبت سے میرے حافظ رفیقوں سے دریافت فرماتے کہ کونسی جگہ قرآن پاک میں یہ لفظ آیا ہے؟ مولانا کے اس طرز سے پڑھانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ جب اللہ تعالی نے احقر کو ’بخاری شریف‘ پڑھانے کا موقع نصیب فرمایا تو جیسا کہ امام بخاری رحمہ اللہ کی عادت مبارکہ ہے کہ حدیث پاک میں کوئی لفظ آجائے جس کا ذکر قرآن پاک میں بہت دور سے آیا ہوتو اپنی مبارک کتاب میں اس کا ذکر فرماتے ہیں۔ مولانا موصوف کے اس طرز سے مجھے سہولت پیدا ہوجاتی تھی۔

”علم الصیغہ“ اس طرح یاد کرائی تھی کہ اب تک مجھے الحمد للہ بہت سے اشعار بھی یاد ہیں۔ ”نور الایضاح“ بھی بڑے ذوق وشوق سے پڑھاتے تھے، چونکہ مولانا موصوف مفتی بھی تھے، اس لئے مفتی بہ قول بھی بتلاتے تھے۔ مولانا چونکہ خود حاجی تھے، اس لئے کتاب الحج میں مکہ، منی، عرفات، مزدلفہ، رمی جمار کا نقشہ بنا بنا کر مسائل سمجھاتے تھے، اور دعائیں بھی سکھلاتے تھے۔ جب اللہ تعالی نے مجھے حرمین شریفین کی حاضری کا موقعہ نصیب فرمایا ’مولانا موصوف کی تقریر بہت مفید ثابت ہوئی اور مولانا نے جو دعائیں سکھلائی تھیں وہ الحمد للہ مجھے ابھی تک یاد ہیں۔

پریکٹیکل طریقہ سے سمجھانے کا یہ حال تھا کہ ملتزم کو کیسے چمٹنا، پڑھاتے پڑھاتے کھڑے ہوجاتے تھے اور اپنے دونوں ہاتھ اونچے کردیتے تھے اور سینہ اور رخسار کو رکھ کر بتلاتے تھے۔ مدینہ منورہ روضۂ اطہر پر سلام کیسے پڑھنا، سلام پڑھ کر بتلاتے تھے اور جب سلام پڑھتے تو فراق سے آنسو ٹپکتے ہوئے نظر آتے تھے۔

اساتذہ کی شفقت

زمانۂ طالب علمی ہی سے آپ اساتذہ کے منظور نظر تھے۔فطری صلاحیت،خاندانی شرافت،ساداتی نسبت وغیرہ اوصاف نے آپ کی محبت اساتذہ کے قلوب میں پیدا کردی تھی۔اپنے اساتذہ کی شفقت کا ذکر کرتے ہوئے ایک مرتبہ مولانا نے فرمایا:

میں نے مولانا محمد سعید صاحب راندیری کے زیر اہتمام چھ سال تعلیمی زمانہ کے اور اٹھائیس سال مدرسی کے پورے کئے (یہ بات ۱۹۸۴ء میں فرمائی تھی) اتنے طویل عرصہ میں دل شکنی کی بات کبھی بھی پیش نہیں آئی۔آپ ہی کے زمانہ میں طالب علمی کے دور سے گذرا ہوں۔بڑی شفقت فرمایا کرتے تھے۔سید ہونے کے ناطے مجھ سے خصوصی محبت و شفقت کا معاملہ فرماتے،کبھی میرا ہاتھ پکڑ کر اپنی آنکھوں پر بھی پھیرا ہے اور فرمایا کہ آپ اہل بیت میں سے ہیں۔کبھی گھر لے جار کھانا کھلاتے۔

ایک مرتبہ آپ شدید بیماری میں سورت ہسپتال میں تھے۔مولانا محمد سعید صاحب بغرض عیادت تشریف لائے اور فرمایا آج جامعہ سونا ہوگیا۔اللہ تعالی جلد صحت و عافیت نصیب فرمائے اور آپ مدرسہ میں آجائے۔سر پر ہاتھ پھیرا اہلیہ کو تسلی دی اور حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی خدمت میں دعا کی درخواست کی،جب حضرت شیخ کا جواب موصول ہوا تو اسے لے کر مولانا کی خدمت میں حاضر ہوئے اور فرمایا حضرت شیخ نے آپ کی صحت کے لئے دعا فرمائی ہے۔اللہ تعالی ان بزرگوں کی دعا کے طفیل اچھا کردیں گے۔

مولانا شمس الدین صاحب جب راندیر تشریف لاتے تو باوجود یہ کہ بڑے بڑے سرمایہ دار معتقدین کے اور بعض بڑے اکابرین کی دعوت کے اکثر اپنے تلمیذ رشید مولانا

کے مکان پر سیدھا سادہ کھانا تناول فرماتے، مولانا فرماتے ہیں جس سے میں بہت خوش ہوتا۔

مولانا محمد سعید صاحب کے دل میں آپ کی کتنی وقعت تھی اس کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ آپ سے فرمایا: سید صاحب کوئی تعویذ دو تا کہ صحت ہو، آپ دوسروں کو تعویذ دیتے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ آپ میرے استاذ ہیں اور میں آپ کا شاگرد ہوں میری کیا مجال! فرمایا کہ آپ اہل بیت ہیں اور آپ کی نسبت حضور ﷺ سے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ نے اپنے استاذ موصوف کے پیر دبانا شروع کیا تو فرمایا: اگرچہ آپ میرے شاگرد ہیں، لیکن آپ کی نسبت اونچی ہے۔

اساتذہ کی خدمت

مولانا مرحوم اپنے اساتذہ کی خدمت بھی خوب کرتے تھے۔ یہ زندگی بھر تدریسی خدمات اور علم کے ساتھ مشغلہ اسی خدمت کا نتیجہ تھا۔ استاذ بننے کے بعد بھی مولانا محمد سعید صاحب کے پاؤں دبانا شروع فرما دیتے۔ حضرت مولانا شمس الدین صاحب کے متعلق خود تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے سیاہ کارکوان کی خدمت کا موقع بھی عطا فرمایا تھا۔ راندیر میں پانی کی قلت تھی میں ان کے سب گھر والوں کے کپڑے تاپی ندی پر جا کر دھو لاتا تھا۔ مولانا موصوف بہت خوش ہوتے اور دعائیں دیتے تھے۔

بزرگوں کی صحبت

نفس کی اصلاح اور تزکیہ کے لئے ضروری ہے کہ آدمی اہل اللہ کی صحبت میں کچھ نہ کچھ وقت ضرور صرف کرے۔

مولانا جب جامعہ سے فارغ ہوئے تو باطنی علوم کے لئے مکمل ایک سال حضرت مدنی حضرت شیخ مولانا زکریا صاحب اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی کی خدمت میں رہے، پھر تدریسی مشغلہ اختیار فرمایا۔

سورۂ واقعہ کی برکت

ابتدائی زمانہ مولانا نے بڑے مجاہدہ وتنگدستی میں گذارا۔ معمولی تنخواہ' عیالدار' اس لئے کم خرچ اور معمولی معمولی غذا پر زندگی بسر فرماتے۔

ایک مرتبہ آپ اور مولانا ابراہیم دیسائی صاحب شہید استاذ دارالعلوم بری نے مغرب کے بعد اپنی غربت کی داستان شروع کی تو عشا کی اذان ہوگئی۔

مولانا نے ایک ڈبہ رکھا تھا، اس میں کچھ رقم بچا بچا کر رکھتے جاتے تھے جب کوئی معتد بہ رقم ہوتی تو ضروریات پوری فرماتے۔ ایک مرتبہ اسی طرح رقم جمع کر کے بیوی کے جوتے خریدے۔

ایسی حالت میں بھی علمی خدمت ترک کرنا گوارہ نہ فرمایا۔ ایک مرتبہ جنوبی افریقہ سے دعوت دی گئی کہ آپ یہاں مستقل قیام کے ارادہ سے تشریف لے آئے تو مولانا محمد سعید صاحب راندیری سے مشورہ کیا، مولانا نے فرمایا دنیا جتنی مقدر میں ہے مل کر رہے گی یہیں پڑھتے پڑھاتے رہو، یہاں خدمت علوم کے مواقع ہیں۔

کسی اور وقت مولانا کا دارالسلام جانے کا نظام بنا تو دوبارہ مولانا سے مشورہ کیا اور اجازت طلب کی اب کی مرتبہ حضرت مولانا نے بادل ناخواستہ اجازت مرحمت فرمادی، مولانا نے عرض کیا حضرت گھریلو مجبوریاں ہیں' اس لئے سفر پر مجبور ہوں ورنہ بیٹا باپ سے جدا ہونا نہیں چاہتا۔ اندازہ لگائیے اپنے استاذ کے ساتھ کس درجہ تعلق تھا کہ والد کے برابر

سمجھتے اور خلاف منشاء اجازت پر باوجود حالات و پریشانیوں کے سفر کو ملتوی فرما دیا۔
درحقیقت اللہ تعالیٰ کو آپ سے جامعہ میں کام لینا تھا جیسا کہ ایک خواب میں اس کی طرف اشارہ بھی کر دیا گیا تھا۔

مولانا کا ایک خواب

مولانا نے ایک مرتبہ زمانہ علالت میں جب کہ آپ سورت ہسپتال میں تھے مولانا محمد سعید صاحب کو خواب میں دیکھا کہ جامعہ کے کتب خانہ میں لوٹنے لگے اور مجھ سے فرمایا کہ کمر دباؤ میں نے کمر اور پاؤں دبائے۔ بعد میں موصوف ہی سے تعبیر دریافت کی تو فرمایا کہ ابھی تمہاری زندگی لمبی ہے اور اللہ تعالیٰ آپ سے جامعہ کی خدمت لے گا۔ یہ ۱۹۵٦ء کا واقعہ ہے پھر اللہ تعالیٰ نے آپ سے سن ۹۲ تک یہ خدمت لی۔
الغرض مفلسی کے باوجود سفر کو خیر باد کہہ کر جامعہ کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہے، پھر اللہ تعالیٰ کی سنت ﴿ان مع العسر یسرا﴾ کے مطابق فتوحات کا دور بھی آیا، حق تعالیٰ نے ہر طرح آسانی مرحمت فرمائی، کسی شاعر نے صحیح کہا۔

اذا اشتدّت بک البلوی ففکّر فی الم نشرح

فعسر بین یسرین اذا فکّرتہ ففرح

جب تجھ پر کوئی مصیبت آئے تو سورۂ الم نشرح پر غور کر کہ ایک تنگی کے بعد دو آسانی کا وعدہ ہے جب تو اسے سوچ لے تو خوش ہو جا۔
مولانا کی حالت تنگدستی کو آپ کے استاذ مولانا شمس الدین صاحب نے تاڑ لیا تو آپ کو سورۂ واقعہ کے معمول کی ترغیب دی، یہ پورا واقعہ مولانا کے قلم سے پڑھئے:
مولانا شمس الدین صاحب جب راندیر تشریف لاتے اور اکثر مولانا عبدالرحیم صادق

کے یہاں تشریف لایا کرتے تھے، مولانا عبدالرحیم صاحب کبھی زیادہ اصرار فرماتے تو وہاں کھانا کھالیتے تھے، ورنہ اس ناچیز کے یہاں بے تکلف جو بھی دال بھاجی ہوتی شرکت فرما لیتے، چونکہ مولانا موصوف میرے دور کے رشتہ دار بھی تھے اور استاذ بھی تھے اس زمانہ میں میں مفلس تھا، ماہوار ۴۵ ر روپے تنخواہ تھی، نہایت کم خرچ کے ساتھ معمولی چیزیں کھایا کرتا تھا، مثلاً باجرا کی روٹی اور اکثر و بیشتر بینگن کی ترکاری، مگر میرے ساتھ ہی کھانا تناول فرماتے تھے، حالانکہ اس وقت راندیر میں بڑے بڑے اکابر اور سرمایہ دار رؤسا تھے، مگر ان کی دعوت قبول نہ فرماتے، لیکن میرے غریب خانہ پر تشریف لاتے اور میں بہت خوش ہوتا، مولانا موصوف نے میری بے بسی اور قلت رزق اور فقر و فاقہ کا اندازہ میرے یہاں کے کھانے پینے پر لگا کر ایک دن کھانا کھانے کے بعد فرمایا کہ: دیکھو مولوی غلام رسول! ایک وظیفہ تم ہمیشہ پڑھا کرو انشاء اللہ فقر و فاقہ کبھی پیش نہ آئے گا، سورۂ واقعہ روزانہ مغرب کے بعد پڑھا کرو اور دعا کرو۔ الحمد للہ استاذ کے توجہ دلانے سے سورۂ واقعہ پڑھنا برابر جاری رکھا ہے، جس کی بے شمار برکتیں میں نے دیکھیں اور عوام کو بھی ان برکتوں کا ظہور ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت سے نوازا، راندیر میں گھر نصیب فرمایا، کبھی مجھ پر رزق میں تنگی نہیں آئی۔ بندہ کثیر العیال ہونے کے باوجود اللہ تعالیٰ غیب سے نصرتیں فرماتا رہا اور اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ جس طرح یہاں کی نعمتوں سے مالا مال فرمایا وہاں کی نعمتوں سے بھی مالا مال فرمائے، آمین ثم آمین۔

اوصاف وکمالات

مولانا بہت ہی خوش مزاج تھے۔ دوران سبق بھی لطائف وظرائف سے طلبہ پر کوئی بوجھ محسوس نہ ہونے دیتے، بلکہ مولانا کے سبق میں وقت کب ختم ہوا؛ اس کا احساس ہی نہ

ہوتا۔ وعظ وتقریر میں بھی مجمع ہنستا ہی رہتا۔

مولانا محمد سعید صاحب کی وفات کے بعد جامعہ سے دل اچاٹ ہوگیا تو حضرت مولانا مسیح اللہ صاحب خاں صاحب کی خدمت میں اپنے حالات اور قلبی کیفیات کا خط لکھا، اس پر حضرت نے تسلی دی اور تحریر فرمایا کہ جو شخصیت دنیا سے اٹھ جاتی ہیں ان کی جگہ خالی رہتی ہے، آپ ان کے حق میں دعا کرتے رہے اور دین کی خدمت میں لگے رہے۔ الحمد للہ حضرت کے گرامی نامہ سے تسلی ہوئی۔

آخری چند سال ''بخاری شریف'' جلد ثانی بھی زیر درس رہی، اس طرح مرحوم کی یہ تمنا بھی اللہ تعالی نے پوری فرمادی۔

احباب وعقیدت مندوں کی دعوت پر برطانیہ کے بھی چند اسفار فرمائے اور لیسٹر میں مختلف رمضان اپنے مواعظ ونصائح سے اہل برطانیہ کو فیض پہونچایا۔

وفات

حق تعالی نے آپ کو وفات جمعہ کے مبارک دن عطا فرمائی اور ۲۳ر ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق ۱۶ر مئی ۱۹۹۲ء کو قلبی دورہ کے باعث انتقال فرمایا۔ راندیر کے وسیع میدان میں نماز جنازہ ادا کی گئی۔ ہزاروں کی تعداد میں دور دراز علاقوں سے لوگوں نے شرکت کی۔ حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب نے نماز جنازہ پڑھائی، رحمه الله رحمة واسعة۔

بروفات استاذ المکرّم حضرت مولانا غلام رسول صاحب بورسدی

استاذ الحدیث والفقہ جامعہ حسینیہ راندیر

از: مولانا عبدالحئی سیدات صاحب ناؔدر لاجپوری مدظلہ

جو بڑے باادب تھے بڑے بااصول
چل بسے وہ جہاں سے غلامِ رسول

طالب علم روتے ہیں زارو قطار
چل بسے آج ان کے بڑے غمگسار

آج راندیر کی ہر گلی ہے اداس
چل بسے نیک دل عالمِ حق شناس

تھے بڑے با سلیقہ بڑے با شعور
آپ کو علم دیں پر بڑا تھا عبور

تھے ذکی آپ ذی فہم، حاضر دماغ
جامعہ کے لئے آپ روشن چراغ

متقی ،نیک تھے آپ عالی صفات
خدمت دین کرتے رہے تا حیات

آپ اہل نظر ،دور اندیش تھے
باحیا، پارسا اور درویش تھے

ذات تھی آپ کی با اثر ،پر وقار
آپ کے دم سے تھی جامعہ میں بہار

آپ میں خوب تھا گرچہ طیش وجلال
تھا مگر درس بھی آپ کا با کمال

حرص تھی مال کی کچھ نہ زر کی طلب
آپ کی ذات سید تھی عالی نسب

تھے مقرر بڑے ایک شیریں بیاں
چاہتے تھے آپ کو دل سے پیر وجواں

ہے دعا ایک ناؔدر یہی بر زباں
بخش دے آپ کو خالقِ دو جہاں

....

نوٹ: حضرت کے یہ حالات ماہنامہ ’’اذان بلال‘‘ ۱۴۲۲ھ مطابق ۱۹۹۹ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

ولادت:......۱۷/صفر۱۳۳۷ھ مطابق ۲۲/نومبر ۱۹۱۸ء۔

وفات:......۱۹/محرم۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹/جولائی ۱۹۹۳ء بروز دوشنبہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

ا؎...... یہ مضمون ماہنامہ ''اذان بلال'' آگرہ جمادی الاولی ۱۴۱۴ھ مطابق اکتوبر ۱۹۹۳ء اور ہفت روزہ ''الجمعیۃ'' ۱/تا ۷/ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۰/تا ۲۶/اگست ۱۹۹۳ء میں شائع ہوا تھا۔

عام انسانی حالات وحوادث سے متأثر ہونا فطری چیز ہے۔ رنج وحزن کے موقع پر رنج کا ہونا اور سرور وفرحت کے وقت سرور کی کیفیت انسانی طبیعت میں شامل ہے۔ اور غور کیا جائے تو ان انسانی احساسات اور بشری تأثرات کا فقدان باعث ملامت ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمہ اللہ (م:۱۰۳۴ھ) نے ایک بزرگ کو جب انہوں نے اپنے صاحبزادے کے انتقال کی خبر پر رنج کے نہ ہونے کا اظہار کیا' تو تنقید کرتے ہوئے فرمایا کہ: ''آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا' تو آپ ﷺ کی زبان سے یہ الفاظ سنے گئے:

''تدمع العین و یحزن القلب ولا نقول الا ما یرضی ربنا وانا بک یا ابراھیم لمحزون''۔

آنکھوں میں نم ہے، دل میں غم ہے، مگر زبان سے وہی نکلے گا جو ہمارے رب کو پسند ہے اور ہمیں اے ابراہیم تمہارا بہت رنج ہے۔

بانیٔ تبلیغ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ (م:۱۳۶۳ھ) کے مکتوبات میں بھی اس قسم کا مضمون نظر سے گذرا۔ ایک بچہ کے حادثہ پر اس کے والد کو لکھا:

''آپ نے یوسف کو تحریر لکھی اس سے آپ کے رنج کا نہ ہونا ٹپکتا ہے، یہ شرعاً منکر ہے۔ رنج کی باتوں سے واقعی رنجیدہ ہونا یہ انشاء اللہ تمہیں ضرور ہوگا، لیکن رنج سے متأثر ہونے کا اظہار بھی ضروری ہے''۔ (مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ص ۲۰۷)

گذشتہ کل ۲۹ر محرم الحرام ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۹ر جولائی ۱۹۹۳ء بروز دوشنبہ راقم الحروف پر رنج والم کی کیفیت رہی جب کی صبح یہ جانکاہ خبر پہنچی کہ آج صبح ہندوستان کے گیارہ بجے راقم کے نانا مولانا ابراہیم صاحب ڈابا کا وصال ہوگیا ﴿انا للہ وانا الیہ راجعون﴾ پڑھا

اور بے اختیار آنکھیں اشکبار ہوگئیں۔

لا تقل فیما جری کیف جری کل شئی بقضاء و قدر

مرحوم میرے بڑے مشفق و مربی تھے۔نسبی محبت کے ساتھ میرا دل ان کی عقیدت سے بھی پر تھا،اس لئے یہ مختصر حالات قلمبند کرتا ہوں۔

ولادت

آپ کی ولادت ۱۷؍صفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۲؍نومبر ۱۹۱۸ء، لاجپور میں ہوئی۔مولانا کے والد جناب محمد صاحب معمولی تعلیم یافتہ مگر صوم صلوۃ کے بڑے پابند تھے۔ذریعۂ معاش زراعت تھا۔موصوف کی وفات ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔

تعلیم وسلوک

ابتدائی تعلیم سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں داخلہ لیا اور غالباً ’’ھدایہ‘‘ تک کی کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں، پھر صحت کی خرابی نے ترک ڈابھیل پر مجبور کر دیا تو کچھ عرصہ لاجپور میں تعلیمی مشغلہ رکھا،اس کے بعد سورت کے مدرسہ ’’مطلع العلوم‘‘ ہری پورا میں داخل ہوکر ’’مشکوۃ،جلالین‘‘ حضرت مولانا غلام رسول صاحب پنجابی رحمہ اللہ سے اور صحاح ستہ حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی رحمہ اللہ (تلمیذ رشید حضرت علامہ کشمیری رحمہ اللہ) سے پڑھیں۔

ڈابھیل میں آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا عبد القدیر صاحب کیمل پوری، حضرت مولانا محمد ادریس صاحب سکھروڈوی،حضرت مولانا مفتی اسماعیل صاحب بسم اللہ اور حضرت مولانا محمد یوسف صاحب بنوری رحمہم اللہ خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔

فراغت کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید

حسین احمد مدنی سے بیعت ہوئے۔حضرت کی وفات کے بعد جانشین شیخ الاسلام فدائے ملت حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہ کی طرف رجوع کیا اور تادم آخر ان سے منسلک رہے۔اپنے مرشد کے بتائے ہوئے معمولات بہت اہتمام سے پورے فرماتے۔

دینی خدمات

فراغت کے بعد کچھ عرصہ لاجپور میں تدریسی مشغلہ رہا پھر پانچ سال تک جامع مسجد کی امامت اور خطابت پر مامور رہے۔

دسمبر۱۹۵۲ء میں برطانیہ کا سفر فرمایا لیکن موسم کی ناموافقت اور دینی فضا پسند نہ آنے کی وجہ سے ۱۶ر جولائی ۱۹۵۳ء میں سنگاپور تشریف لے گئے، وہاں ۲۲ سال تدریسی اور چالیس سے زائد سالہ عرصہ امامت وخطابت کی خدمات انجام دیں۔سنگاپور میں آپ کی دینی جدو جہد رنگ لائی اور رسم ورواج اور بدعات کی بیخ کنی میں قابل قدر کارنامہ انجام دیا۔

اوصاف وکمالات

مولانا بہت خوش مزاج تھے۔آپ کی مجلس میں عوام وخواص، نیک و بد، شاب وشیوخ سب شرکت کرتے۔مولانا ہر ایک سے اس کے مزاج کے مطابق بات کرتے، مزاح فرماتے۔آپ کی مجلس کی خصوصیت تھی کہ گھنٹوں آپ کی مجلس میں بیٹھنے والے اکتاہٹ محسوس نہ کرتے۔آپ کی مجالس تفریحی فقروں،شعر وشاعری، بزرگان دین کے واقعات سے پر ہوتیں۔

دوسرے مذاہب کی تاریخ پر گہری نظر تھی۔فرقۂ باطلہ کے نظریات اور ان کا عقلی ونقلی رد بہت دلچسپ انداز میں بیان فرماتے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ سے بے انتہا عقیدت تھی۔آپ

کے ملفوظات ومواعظ اور آپ کی تصنیفات اکثر زیر مطالعہ رہتیں۔خود راقم کو بھی آپ کی تصنیفات کے مطالعہ کی ترغیب دیتے۔فرمایا کرتے تھے کہ: حضرت تھانوی رحمہ اللہ کی جتنی تصانیف شائع ہوئی ہیں میں نے ہر ایک کا من وعن دودومرتبہ مطالعہ کیا ہے۔

مطالعہ کتب کے انہماک کا یہ حال تھا کہ فراغت کے بعد مسلسل دس سال تک عشا کی نماز کے بعد فجر تک کتب بینی میں مصروف رہتے۔راقم کے جدامجد حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کا ذاتی کتب خانہ کافی بڑا ہے،مختلف فنون کی سینکڑوں کتابیں اس میں موجود ہیں فرمایا کرتے تھے کہ: اس میں کوئی کتاب ایسی نہیں جو میں نے نہ دیکھی ہو۔اس محنت کا نتیجہ تھا کسی بھی مجلس میں کوئی علمی سوال یا مشکل اشکال کرتا تو آپ فوراً مع حوالۂ کتاب ایسے بلیغ انداز میں جواب دیتے کہ حاضرین مجلس تعجب میں پڑ جاتے۔ایک مرتبہ سنگاپور میں مفتی حامد حسن صاحب نے امتحاناً مولانا سے پوچھا کہ مسلمان تو پہلے ہی سے غیر اللہ کی عبادت کا منکر ہے پھر کلمہ میں کونسے معبود کی عبادت کا انکار کرتا ہے؟ آپ نے بڑا لطیف جواب دیا کہ: مؤمن کے قلب میں جو وساوس باطلہ آتے ہیں ان وساوس باطلہ اور تصورات ذہنیہ کا وہ انکار کرتا ہے۔ابن عربی نے فتوحات مکیہ میں یہ بحث فرمائی ہے‘‘۔

مولانا کا قوت حافظہ بھی عجیب تھا،کئی کتابوں کی عبارتیں مع نمبرات صفحات یاد تھیں۔ایک مرتبہ بڑودہ سے سورت آرہے تھے ریل کا سفر تھا کچھ غیر مسلم اپنے مذہبی رہنماؤں کی بابت باتیں کررہے تھے اوران کی برائی کررہے تھے تھے چونکہ مولانا کو مذاہب غیر کی تاریخ پر عبور حاصل تھا اس لئے آپ نے بڑی حکمت سے گفتگو شروع کی اوراپنی تحقیق کے مطابق بتلایا کہ ’’رام‘‘ اور’’سیتا‘‘ اور دوسرے بعض جنہیں غیر مسلم اپنا پیشوا سمجھتے ہیں مسلمان تھے اور بعض تو ان میں سے اولیا اللہ ہوئے ہیں۔مولانا نے ان کو سمجھانا شروع کیا

اوران کی کتابوں سے ان حضرات کے حالات بیان فرمائے ، دوران گفتگو یہ بھی کہا کہ ''ارشاد رحمانی'' کے صفحہ ۳۸ پر یہ مضمون لکھا ہے۔انہوں نے کہا کہ ہمیں دکھلاؤ تو ہم مانیں گے۔آپ نے دوسرے دن ملنے کا وعدہ فرمالیا،رات کو گھر آکر راقم سے کہا کہ ''ارشادرحمانی'' نکالو!اس کے صفحہ ۳۸ پر یہ مضمون ہے میں نے نکالاتواسی صفحہ پر وہ مضمون تھا پھرفرمایا:۳۵ سال پہلے یہ کتاب دیکھی تھی۔

حق گوئی

مولانا کی حق گوئی ضرب المثل تھی،حق بات کہنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ تھا''قل الحق ولو کان مراً''اور''قل الحق ولو کان علی نفسک'' پرشدت سے عمل پیرا تھے۔حدیث نبوی ﷺ ''و لن یبرح هذا الدین قائما یقاتل علیه اصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة ''(یہ دین برابرقائم رہےگااوراس کے لئے مسلمانوں کا ایک طبقہ برابر لڑتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے) کا عملی نمونہ تھے۔ایک بزرگ کی شان میں چنداشعار کہتے ہوئے اس حدیث کی ترجمانی خودآپ نے یوں کی ہیں۔

وہ بے حد خوش نصیب افراد ہیں حضرت کی امت میں
جو مشغول ہیں آٹھو ں پہر ملت کی خدمت میں
فضیلت ان کی یو ں وارد ہے ارشاد نبوت میں
کہ رہے گی حق پہ قائم ایک جماعت میری امت میں
نہ ہوگا ان کو خوف لومة لائم کا ذرہ بھر
ہے مقصد ان کا رونق پائے سنت جا بجا گھر بگھر

مولانا کے یہ اشعار اور آپ کی زندگی کا یہ عمل گویا اس شعر کی صحیح ترجمانی ہے ۔

خوشتر آں باشد کہ سر دل براں گفتہ آید در حدیث دیگراں

مولانا اور شعر

مولانا بڑے عمدہ شاعر تھے۔حضور اکرم ﷺ کی شان اقدس میں کئی نعتیں قابل دید ہیں۔صحابہؓ کرام اور علماء عظام کی مدح میں بہت سے اشعار آپ نے لکھے ہیں۔فارسی میں آپ کی ایک نعت بہت دل چسپ ہے اس سے آپ کے عشق نبوی ﷺ کا اندازہ ہوتا ہے،حضرت بنوریؒ نے ماہنامہ ''بینات'' میں اسے شائع کیا تھا جس کا پہلا شعر ہے ۔

چہ گونہ مدح سرکار مدینہ می تواں خوانم کہ عاصی و نا اہلم الف از بانمی دانم

مولانا اپنے اور دوسرے بزرگان دین کے اشعار بہت خوش الحانی و ترنم سے پڑھا کرتے تھے،خصوصاً خواجہ نظام الدین اولیا کی طرف منسوب قصیدہ جس کا مطلع ہے ۔

صبا بسوئے مدینہ رو کن از یں دعا گو سلام برخواں
بگرد شاہ مدینہ گرد و بصد تضرع سلام برخواں

اکثر پر لطف انداز میں پڑھا کرتے تھے۔

علماء صالحین کی محبت وعقیدت مولانا کے قلب میں گویا کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔ان کی شان میں ادنی بے ادبی قابل تحمل نہ تھی۔ایک صاحب نے حضرت تھانوی اور حضرت مدنی رحمہما اللہ کے اختلاف کو بیان کر کے حضرت مدنی کی شان میں نامناسب الفاظ کہہ دیئے، پس مولانا کا چہرہ سرخ ہو گیا اس کی اصلاح کی اور توبہ کرائی۔

دنیا کی محبت سے مولانا کا دل یکسر خالی تھا،اگر آپ چاہتے تو مال ودولت بہت جمع کر لیتے،بڑے بڑے تجار وامراء آپ کے معتقد تھے،مگر آپ نے کبھی کسی سے کوئی غرض نہ

رکھی۔

قرآن کریم اور دینی کتب کے ادب واحترام میں مولانا اپنی مثال آپ تھے۔اس معاملہ میں ذرہ برابر کوتاہی برداشت نہ تھی۔

آخری عمر میں قلب میں بہت رقت پیدا ہوگئی تھی۔صحابۂ کرام اور بزرگان دین کے واقعات بیان فرما کر بہت رویا کرتے تھے۔

ایک مرتبہ حج بیت اللہ کی دولت عظمیٰ سے مشرف ہوئے۔

خاتمہ بالخیر کے بڑے حریص تھے۔ہر نماز کے بعد﴿ ربنا لا تزغ قلوبنا﴾ الخ اور ’’ اللھم امتنا علی الایمان و امتنا علی سنة سیدنا محمد صلی الله علیه وسلم ‘‘ وغیرہ دعاؤں کو بہت اہتمام سے مانگا کرتے تھے۔

وفات

مولانا کی تمنا تھے کہ میری موت اپنے وطن میں آئے حق تعالیٰ نے یہ آرزو پوری فرمائی اور وفات سے ایک ہفتہ پہلے سنگاپور سے لاجپور تشریف لے آئے۔۲۹؍محرم بروز پیر صبح سورت حکیم اجمیری صاحب کے پاس بغرض علاج تشریف لے گئے اور وہیں گھبراہٹ شروع ہوئی، چند لمحوں میں جانٔ جان آفریں کے سپرد کردی۔

دو چیز آدمی را کشد زورزور　　یکے آب ودانہ دیگر خاک گور

نعش لاجپور لائی گئی،غسل وکفن سے فراغت پر نماز مغرب کے بعد تدفین عمل میں آئی۔ نماز جنازہ حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی اور لاجپور کے قدیم قبرستان میں حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے پہلو میں دفن ہوئے۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے　　سبزہ نورستہ تیرے در کی نگہبانی کرے

ذکر ابراہیم

ولادت:......۱۷؍صفر المظفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۲؍نومبر ۱۹۱۸ء۔

وفات:......۲۹؍محرم الحرام ۱۴۱۴ھ۔

مرتب کے نانا حضرت مولانا ابراہیم صاحب ڈابھیلا لاجپوری رحمہ اللہ کی مختصر سوانح حیات اور ان کے نعتیہ ومدحیہ اشعار کا مجموعہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

مکتوب گرامی: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ: بنام: حضرت مولانا ابراہیم ڈایا صاحب رحمہ اللہ

از: راندیر

۲۱؍رجب المرجب ۱۴۰۹ھ

باسمہ تعالی

قابل احترام مولانا ابراہیم ڈایا صاحب زید لطفکم

سلام مسنون، عافیت طرفین مطلوب

مولانا عبدالقدوس صاحب کا خط ملا، جس سے آپ کی تشریف آوری کا علم ہوا۔ بڑی خوشی ہوئی، اچھے موقع پر آنا ہوا، بچے تنہا تھے، اب ظل عاطفت میں آ گئے۔ خدا کرے آپ کی صحت اچھی ہو۔

احقر حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کی طرح تولہ ماشہ کی زندگی گزار رہا ہے، ٹیکسی میں بھی سفر مشکل ہو گیا ہے۔ دعا کا خواستگار ہوں۔ مولوی یعقوب کو خط لکھے تو احقر کا سلام ضرور لکھیں۔

مولانا عبدالقدوس صاحب' حاجی یوسف داؤد صاحب' امام صاحب کی خدمت میں سلام۔

اس سال فرزند مولوی مرغوب احمد سلمہ سند فراغت حاصل کر لیں گے، خدا پاک مبارک کرے، اور اہل خانہ کو برکات سے نوازے، فقط والسلام۔

احقر: سید عبدالرحیم لاجپوری غفرلہ

پیش لفظ: طبع ثانی

نانا جان کے حالات پر مشتمل یہ رسالہ آج سے: ۱۲رسال پہلے ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹۹۴ء میں طبع ہوا تھا، اس کے بعد اب دوبارہ ''ذکرصالحین'' کا جز بن کر شائع ہو رہا ہے۔ طبع اول میں کئی اغلاط تھیں جن کی اصلاح کر لی گئی ہیں۔ مرحوم کے کئی اشعار اور نظمیں جو بعد میں ملیں وہ بھی اب کی طباعت میں شامل کی جارہی ہیں۔ رسالہ شائع ہونے کے بعد حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحب رحمہ اللہ کی تقریظ موصول ہوئی تھی، اسے بھی اب شامل اشاعت کیا جا رہا ہے۔ اللہ تعالی حضرت مفتی احمد صاحب بیمات مرحوم کو اس احسان کا بہترین بدلہ نصیب فرمائے۔

شاہ نانک، بابا فریدالدین رحمہ اللہ کے خلفاء میں کیسے؟

طبع اول میں راقم نے مرحوم کے قوت حافظہ کے تحت دوران مضمون حاشیہ میں حضرت اقدس مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کا یہ ملفوظ نقل کیا تھا کہ:

''شاہ نانک (معروف بہ گرونانک سکھوں کے پیشوا) جن کو سکھ لوگ بہت مانتے ہیں، حضرت بابا فریدالدین شکر گنج رحمہ اللہ کے خلفاء میں سے ہیں''۔

جب رسالہ طبع ہو کر اہل علم کی خدمت میں پہنچا تو بجنور سے حضرت مولانا عزیز الرحمٰن صاحب بجنوری رحمہ اللہ (خلیفۂ مجاز حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمہ اللہ) نے اس پر راقم کے نام درج ذیل گرامی نامہ تحریر فرمایا، جس میں اس بات پر اظہار تعجب فرمایا کہ شاہ نانک کیسے حضرت بابا فریدالدین کے خلفاء میں شمار کیے گئے؟ حضرت کا گرامی نامہ یہ ہے:

باسمہ تعالی

جناب مولانا مرغوب احمد صاحب السلام علیکم

مزاج گرامی!

آپ کی کتاب ''مولانا ابراہیم ڈایا صاحب'' اور پرچہ مل گیا۔تھوڑی دیر میں بہت کچھ پڑھا' اچھی خدمت ہے۔اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔اردو کے اعتبار سے غلطیاں ہیں۔

ص ۲۱؍ پر گرونانک کو بابا فرید الدین شکر گنج رحمہ اللہ کا خلیفہ لکھ دیا ہے اور ''تذکرۃ الرشید'' کا حوالہ دیا ہے' جو کہ سراسر غلط ہے۔معلوم نہیں ''تذکرۃ الرشید'' کے مصنف حضرت مولانا عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ نے کیسے لکھ دیا؟ بابا فرید الدین گنج شکر رحمہ اللہ' بلبن بادشاہ ہند کے زمانے میں ہوئے ہیں' اور گرونانک' بابر اور ہمایو بادشاہ کے زمانے میں ہوئے ہیں، بہت لمبا فاصلہ ہے۔ہوسکتا ہے کہ فریدی سلسلہ کے کسی دوسرے بزرگ سے بابا گرونانک صاحب کی ملاقات ہوا وران کا نام بھی فرید الدین ہو؟ بہر حال اتنی موٹی اور تاریخی غلطی نہ ہونا چاہئے۔معاف فرمائیں،فقط والسلام:

عزیز الرحمٰن

مولانا کے گرامی نامہ کے بعد محسوس ہوا کہ یہ واقعی بڑی غلطی ہوئی ہے، اور میں نے دونوں حضرات کا سن ولادت و وفات بھی معلوم کیا تو محسوس ہوا کہ واقعی دونوں کے زمانہ میں بڑا فاصلہ ہے۔گرونانک کی پیدائش: ۱۴۶۹ء اور وفات ۱۵۳۸ء یا ۱۵۳۹ء کا ہے۔اور حضرت بابا فرید الدین شکر گنج رحمہ اللہ کا سن ولادت: ۱۱۷۵ء اور وفات ۱۲۶۵ء ہے۔اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے حضرت مولانا کو کہ انہوں نے اس غلطی کی اصلاح کی طرف توجہ مبذول کروائی۔اللہ تعالیٰ اس رسالہ کو قبول فرمائے اور راقم و حضرت مرحوم کے لئے بلندئ درجات کا ذریعہ ہو، آمین۔ مرغوب احمد لاجپوری

۱۱؍شوال المکرّم ۱۴۲۷ھ مطابق ۲؍نومبر

تقریظ از: حضرت مولانا مفتی احمد بیمات صاحب رحمہ اللہ

سابق شیخ الحدیث فلاح دارین ترکیسر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گر تازہ خواہی داشتن داغ ہائے سینہ را

گاہے گاہے باز خواں ایں قصۂ پارینہ را

مذاہب کا بقا اور عروج وزوال کے لئے کتب سماوی یا خود ساختہ مذہبی کتابیں زیادہ دخیل نہیں، بلکہ کتب سماوی کے مضامین واحکامِ اوامر ونواہی کے عاملین، خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور بفرمان رسول اللہ ﷺ:

ترکت فیکم امرین : لن تضلوا بعدی کتاب اللہ وسنتی۔(حدیث)

امت کے وہ افراد جو کتاب اللہ اور احادیث رسول اللہ ﷺ پر مضبوطی سے عمل کرنے والے مخلص بندے، سماج، سوسائٹی کے رسم ورواج سے نفرت کرنے والے، کلمۂ حق کہنے والے، کلمۂ حق کی صدا لگانے والے، کلمۂ حق امیر وغریب ہر ایک کو پہنچانے والے افراد کا اہم مؤثر حصہ رہا ہے، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ایک جماعت حق پر قیامت تک باقی رہے گی۔ دنیا کا کوئی بھی طبقہ اس جماعت کو مرعوب نہیں کر سکے گا، اور کوئی حاکم یا مال ودولت والے اس جماعت کو مرعوب نہیں کر سکیں گے۔(حدیث)

ہمارے اکابر میں سے شیخ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی، حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور امدادی، رشیدی، قاسمی، حسینی، خلیلی، رحیمی، اشرفی، روحانی رشتے اس کے شاہد وگواہ ہیں۔

ان اولیاء اللہ کے سلسلہ سے جن حضرات نے عالم یا غیر عالم روحانی رشتہ قائم کیا ہے، اخلاص کے ساتھ قرآن مجید کی تعلیم اپنائی ﴿ **وما اسئلکم علیہ من اجر** ﴾ قرآن مجید کو مد

نظر رکھتے ہوئے قوم و دین کی خدمت میں مشغول ہیں' اور یہی حضرات ایمان و یقین کے نمونے ہیں' جو اپنے عمل سے اپنی نسبی اور روحانی اولاد کو سبق پڑھاتے ہیں اور بتلاتے ہیں کہ'' وحدہ لا شریک لہ'' کی مدد کس طرح آتی ہے۔ انہیں میں سے مرحوم حضرت مولانا ابراہیم ڈایا صاحب بھی تھے۔ مرحوم یوٗکے یا سنگاپور تشریف لے گئے' ان کے سامنے مال و دولت اور مال والے حضرات' دوست احباب متولی حضرات تھے، کشمکش دنیوی ساز وسامان' دنیوی راحت و مال' یا کلمۂ حق کو اور'' وتواصوا بالصبر '' کا تحفۂ ہدیہ قبول فرمالیں، چنانچہ حضرت مولانا نے کلمۂ حق کا فریضہ ادا فرمایا' اور دنیوی اسباب' جس سے ایمانی پرواز میں کمی آسکتی تھی اس کو چھوڑا۔ اسی لئے شاعر کہتا ہے ؎

ہم خدا خواہی و ہم دنیائے دوں   ایں خیال است ومحالست وجنوں

اسی کلمۂ حق کہنے کی وجہ سے انگلینڈ کو چھوڑا' اور سنگاپور ہو یا اپنا وطن، ہمیشہ اپنے روحانی آباء امداد' ورشید' وقاسم وحسین احمد مدنی سے جو رشتہ قرآن واحادیث کی روشنی میں جاری کیا تھا اور بتلایا تھا اس پر تا وفات قائم رہے۔ سنت رسول اللہ ﷺ کا درس ہمیشہ دیتے رہے' اور اسی میں اپنی اور قوم کی کامیابی سمجھتے رہے' اور سمجھاتے رہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے' اور اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے' اور صاحبزادہ رشید احمد ومرغوب احمد جواں سال علماء کرام کی محنت کو قبول فرمائے۔ انہوں نے اپنے نانا جان رحمہ اللہ کے حالات تحریر فرما کر قرابت دار اور اہل قریہ ومتعلقین پر خصوصا اور مسلمانوں پر احسان فرمایا' جن سے یہ بات مکمل آشکارا ہوتی ہے کہ جب بندہ اخلاص کے ساتھ کلمۂ حق کو کہتا ہے، رسم ورواج شعار یہود ونصاری سے نفرت کرتا ہے تو وحدہ لا شریک لہ کی سچی عنایت ونصرت کس طریق سے ظاہر ہوتی ہے اور عاشق رسول ﷺ کے لئے محبوب رب

العالمین کھانے کا نظم تین دن پہلے سے فرماتے ہیں۔قربان ہوا یسے عاشق رسول ﷺ پر۔

رفقاء فقط مشورہ کرتے ہیں، یہ صوفی صافی ماحول سے بے خبر، گنجان ڈاڑھی والے، نیچے کرتے والے، اونچا پاجامہ والے کی قطع ہے، ہماری بے عزتی ہوگی، ملازمت نہیں ملے گی، سوچتے تھے۔تو مرحوم مولانا براہیم جواں سال ہونے کے باوجود سردی کے ماحول میں احادیث کی روشنی میں جمۂ لحیہ، وفرہ سر کے بالوں کی گنجائش تھی، مگر ''اھدنا الصراط المستقیم'' اور ''غیر المغضوب علیھم والضالین'' اولیاءاللہ کی محبت کی وجہ سے سنت کا جو مضبوط رنگ چڑھا ہوا تھا، مغضوب اور ضال یہود و نصاری کے طریق وعمل کو چھوڑ کر سر کے بال منڈوا دیئے اور سفر میں رفقاء سفر جن کو لباس، ڈاڑھی، کرتا، پاجامہ کے متعلق وسوسہ تھا، ان کو صاف صاف بتلا دیا کہ ہمارا ایمان وحدہ لاشریک لہ پر ہے، رفقاء پر، اصحاب دنیا پر نہیں ہے، ان کے اس ایمان واعتقاد کا ظہور بھی وحدہ لاشریک لہ نے ہی فرمادیا اور میزبان مقرر فرمادیئے۔ یہ ان کا درس پسمندگاں کے لئے ہے، اور اس سبق پر عمل کرنے کی توفیق ہمیں عطا فرمائے۔اسی لئے شاعر کہتا ہے کہ: اگر ایمانی حرارت کو باقی رکھنا چاہتے ہو تو بوسیدہ اوراق سے اولیاءاللہ صالحین کے حالات کو بار بار پڑتے رہو تا کہ حرارت گرمی باقی رہے۔

فقط والسلام۔دعا گو، محتاج دعا:

احمد بیمات عفی عنہ

۹۴/۹/۲ء

عرض مرتب

الحمد للّٰہ رب العالمین ، والصلوۃ والسلام علی اشرف الانبیاء والمرسلین ، امابعد

عام انسانی حالات وحوادث سے متأثر ہونا فطری چیز ہے۔ رنج وحزن کے موقع پر رنج کا ہونا اور سرور وفرحت کے وقت سرور وشکر کی کیفیت انسانی طبیعت میں شامل ہے۔ اور غور کیا جائے تو ان انسانی احساسات اور بشری تأثرات کا نہ ہونا ملامت کا باعث ہے۔

حضرت مجدد الف ثانی (م: ۱۰۳۴ھ) نے ایک بزرگ کو جب انہوں نے اپنے صاحبزادہ کے انتقال کی خبر پر رنج نہ ہونے کا اظہار کیا تو تنقید کرتے ہوئے فرمایا کہ: آنحضرت ﷺ کے فرزند حضرت ابراہیم کا انتقال ہوا تو آپ کی زبان سے یہ الفاظ سنے گئے:

''تدمع العین ویحزن القلب ولا نقول الامایرضی ربنا وانا بک یاابراھیم لمحزون''

آنکھوں میں نم ہے، دل میں غم میں ہے، مگر زبان سے وہی نکلے گا جو ہمارے رب کو پسند ہے، اور ہمیں اے ابراہیم! تمہارا بہت رنج ہے۔

بانیٔ تبلیغ مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ (م: ۱۳۶۳ھ) کے مکتوبات میں بھی اس قسم کا مضمون نظر سے گزرا، ایک بچہ کے حادثہ پر اس کے والد کو لکھا:

'' آپ نے یوسف کو تحریر لکھی اس سے آپ کے رنج کا نہ ہونا ٹپکتا ہے، یہ شرعاً منکر ہے، رنج کی باتوں سے واقعی رنجیدہ ہونا یہ انشاء اللہ تمہیں ضرور ہوگا، لیکن رنج سے متأثر ہونے کا اظہار بھی ضروری ہے۔ (مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت ۲۰۷)

مورخہ ۲۹ر محرم الحرام ۱۴۱۴ھ کو راقم الحروف پر بھی بتقاضائے بشری رنج والم کی کچھ کیفیت رہی، جب کہ صبح یہ جاں گداز خبر پہنچی کہ آج لاجپور میں مولانا ابراہیم صاحب (راقم

کے نانا) کا وصال ہوگیا ’’انا للہ وانا الیہ راجعون‘‘ پڑھا اور بے اختیار آنسو جاری ہوگئے۔ بہت ہی افسوس ہوا، مگر تقدیر کے سامنے قیل وقال کی گنجائش نہیں ؎

لاتقل فیما جری کیف جری کل شئی بقضاء و قدر

مرحوم میرے بڑے مشفق و مربی تھے، نسبی محبت کے ساتھ میرے دل میں ان کی عقیدت بھی تھی، اس لئے دوسرے ہی روز مختصر حالات یادرفتگاں کے طور پر لکھ کر چند رسائل پر ارسال کر دیئے تھے، جو ماہنامہ ’’اذان بلال‘‘ آگرہ کے شمارہ اکتوبر ۱۹۹۳ میں مکمل اور ہفت روزہ ’’الجمعیۃ‘‘ دہلی کے شمارہ:۲۰ تا ۲۶ اگست ۱۹۹۳ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۴۱۴ھ میں کچھ قطع وبرید کے ساتھ شائع ہوئے۔

کچھ عرصہ بعد میرے ماموں نے اصرار کیا کہ والد صاحب کے قدرے تفصیلی حالات اور اشعار کو شائع کرنا چاہئے، اور اس کی ترتیب کے لئے مجھے مکلّف کیا۔ میں نے وعدہ کرلیا کہ انشاءاللہ کوشش کروں گا، مگر اپنی کاہلی یا فرصت کی کمی کے باعث چار پانچ ہفتے گزر گئے، پھر کچھ وقت نکال کر تقریباً دو ہفتہ میں یہ کام الحمدللہ مکمل کرلیا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

ناسپاسی ہوگی اگر میں رفیق مکرم مولانا عبدالحئی سیدات صاحب کا شکریہ ادا نہ کروں کہ موصوف نے مسودہ پر نظر ثانی فرمائی، اور جہاں مناسب سمجھا اصلاح فرمائی۔ موصوف سے نظر ثانی کی درخواست کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس رسالہ کا ایک معتد بہ حصہ اشعار پر مشتمل ہے اور آپ چونکہ ماہر فن شاعر ہیں، اس لئے اشعار کی اصلاح میں آپ سے بڑی مدد ملی۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے، آمین۔

مرغوب احمد لاجپوری

۱۱/ربیع الاول ۱۴۱۴ھ مطابق ۲۸/اگست ۱۹۹۳ء، بروز شنبہ

مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

ولادت

آپ کی ولادت ۱۷؍صفر المظفر ۱۳۳۷ھ مطابق ۲۲؍نومبر ۱۹۱۸ء لاجپور میں ہوئی۔
سلسلہ نسب یہ ہے: ابراہیم بن محمد بن احمد بن سلیمان۔

والدین

آپ کے والد جناب محمد صاحب ایک زراعت پیشہ، دیندار شخص تھے، معمولی تعلیم یافتہ حتی کہ ناظرۂ قرآن پر بھی صحیح قدرت نہ تھی، مگر صوم وصلوۃ کے بڑے پابند تھے، فجر کی نماز کے بعد یٰس اور چند سورتیں جو حفظ تھیں پڑھا کرتے تھے۔ موصوف کی وفات: ۱۹۴۸ء میں ہوئی۔ آپ کی والدہ عائشہ بنت سلیمان راقم الحروف کی جد بزرگوار مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ کی حقیقی ہمشیرہ تھی۔

آغاز تعلیم

آپ نے غالبًا پانچ سال کی عمر میں اپنے وطن لاجپور میں مکتب سے تعلیم کا آغاز کیا اور حافظ موسی بلبلیہ صاحب سے ناظرہ قرآن کریم پڑھا، اور اردو کی ابتدائی تعلیم مولوی محمد سعید صوفی سے حاصل کی۔ اسی دوران اپنی مادری زبان گجراتی پانچ کلاس تک اسکول میں پڑھی۔ ۱۹۳۳ء میں مکتب سے فراغت کے بعد اعلی تعلیم کے لئے گجرات کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ ڈابھیل کا قصد کیا، اور فارسی کی ابتدائی کتابیں مولانا حبیب اللہ صاحب سے پڑھیں اور فارسی کی متوسط کتابیں مولانا اسماعیل صاحب کاچھوی سے پڑھیں۔

ابتدائی عربی کتابیں مولانا محمد ناظم صاحب ندوی سے پڑھیں، اور محدث کبیر مولانا

محمد یوسف بنوری (م: ۱۳۹۷ھ) سے ''شرح وقایہ'' ''مختصر المعانی'' اور'' مقامات حریری'' وغیرہ کتابیں پڑھیں۔'' اصول الشاشی'' ''نورالایضاح'' اور'' قدوری'' مولانا عبدالقدیر صاحب کیمل پوری سے۔'' ہدایہ اولین'' ''شرح تہذیب'' مولانا محمد ادریس سکھرو ڈوی سے پڑھیں۔اسی سال مولانا محمد ادریس صاحب کے سفر حج کی وجہ سے تین ماہ تک مفتیٔ گجرات حضرت مولانا مفتی اسماعیل بسم اللہ صاحب (م:۱۳۷۸ھ) سے ''ہدایہ'' پڑھنے کی سعادت نصیب ہوگئی۔

ابھی یہ سال اختتام کو نہ پہنچا تھا کہ یکا یک صحت کی خرابی سے مجبور ہوکر ڈابھیل کو خیر باد کہنا پڑا' اور کچھ عرصہ لاجپور میں بغرض علاج مقیم رہے۔ان ایام میں بھی تعلیمی شوق نے آپ کو آرام کرنے نہ دیا اور لاجپور ہی میں مولانا اسماعیل کارا صاحب لاجپوری سے ''ہدایہ اخیرین'' کے اسباق پڑھتے رہیں، اور مفتی بسم اللہ صاحب رحمہ اللہ کو امتحان بھی دیا اور کامیابی حاصل کی۔

زمانہ طالب علمی کا ایک واقعہ

مولانا کو اللہ تعالی نے بچپن ہی سے ذکاوت وذہانت سے نوازا تھا، ایک مرتبہ آپ لاجپور سے سورت جارہے تھے' بس کا سفر تھا' رفقاء سفر میں جامع مسجد لاجپور کے سابق امام حافظ عبدالقدیر صاحب اور دوسرے چند صاحب تھے،ایک اہل حدیث جو عالم تو تھے نہیں مگر کچھ پڑھے ہوئے تھے' حافظ صاحب موصوف سے مخاطب ہوکر کہنے لگے کہ آپ لوگ نبی کریم ﷺ کا کامل اتباع نہیں کرتے اور ابوحنیفہ کی پیروی کرتے ہو۔حافظ صاحب عالم تو تھے نہیں بہتر تھا کہ سکوت فرماتے، مگر بول پڑے کہ ہم تو امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کو وکیل مانتے ہیں۔بس اہل حدیث صاحب وکیل کے لفظ کو سنتے ہی آپے سے باہر ہوگئے اور کہنے

لگے: کہ ہاں ہاں وکیل کا کام ہی کیا ہے؟ سچ کا جھوٹ اور جھوٹ کا سچ کرنا، اور آپ خود ہی اقرار کررہے ہیں کہ وہ ہمارے وکیل ہیں۔ اب حافظ صاحب بیچارے لا جواب۔ اتنے میں ایک صاحب نے مولانا سے کہا کہ: بیٹے تو اس کو جواب دے گا، آپ نے کہاں ہاں! وہ صاحب آگے بڑھے اور کہا کہ یہ ہمارا بچہ آپ کے سوال کا جواب دے گا۔ مولانا نے اس سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ تشبیہ کی دو قسمیں ہیں: ایک تشبیہ من وجہ' دوسری تشبیہ من کل الوجوہ۔ اس نے کہا: ہاں میں جانتا ہوں۔ مولانا نے کہا مجھے سمجھا دو! اس پر وہ خاموش۔ اب مولانا نے ''كلموا لناس على قدر عقولهم''[۱] کو سامنے رکھ کر کہا کہ:

بھائی میں تو کہتا ہوں کہ مولوی عبدالجلیل صاحب (ایک اہل حدیث عالم تھے) شیر ہیں۔ وہ فوراً بولا کہ ہاں ہاں! وہ شیر ہیں، مولانا نے کہا: اس کی دم لاؤ! کیونکہ شیر کی دم ہوتی ہیں، وہ شرمندہ ہو گیا۔ کچھ عوام الناس کھڑے ہو گئے کہ: دم لاؤ دم لاؤ! اب بیچارہ پریشان، پھر مولانا نے سمجھایا کہ میں نے مولوی عبدالجلیل صاحب کو جو شیر کہا اس میں تشبیہ من کل الوجوہ نہیں بلکہ شیر کی خوبیوں میں ایک خوبی شجاعت و بہادری ہے' تو ہم نے مولانا کو تشبیہ دی ان کی شجاعت میں، اسی طرح حافظ صاحب نے امام صاحب رحمہ اللہ کو وکیل کہا، یہ تشبیہ عالی دماغی کے ساتھ ہے کہ جس طرح وکیل کو عدالت کی باریکیوں میں مہارت ہوتی ہے، اسی طرح ہمارے امام صاحب رحمہ اللہ کو احادیث و تفسیر کی باریکیوں کا علم ہے، وہ ان سے مسائل کا استنباط فرماتے ہیں۔ انتہی۔ زمانہ طالب علمی میں آپ کا یہ انداز تفہیم تیزی طبع

---

[۱]...... پورا مقولہ یہ ہے: ''كلموا لناس على قدر عقولهم ،اتحبون ان يكذب الله ورسوله'' (لوگوں سے ان کی ذہنی سطح اور فہم کے مطابق بات کیا کرو، کیا تمہیں پسند ہے کہ کوئی (اپنے فہم اور ادراک سے بالا ہونے کی وجہ سے) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلائے۔ یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ملفوظ ہے۔
(المرتضی ص ۲۸۷)

اور جودت فہم یہ حق تعالیٰ کی بخشش ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

فراغت

لاجپور میں مختصر قیام کے بعد سورت تشریف لے گئے، اور ہری پورا میں ''مدرسہ مطلع العلوم'' میں داخلہ لیا اور وہاں دو سال رہ کر ''مشکوۃ شریف'' و''جلالین شریف' مولانا غلام رسول صاحب پنجابی سے، صحاح ستہ مکمل حضرت مولانا عبدالحنان صاحب ہزاروی تلمیذ رشید حضرت مولانا انور شاہ صاحب کشمیری (م:۱۳۵۲ھ) سے پڑھیں، اور ۱۹۳۹ء میں سند فراغت حاصل کی۔

تدریسی خدمات

فراغت کے بعد بالترتیب لاجپور، کچھولی، آسنہ میں دو دو سال تدریسی خدمت انجام دی۔ مولانا کا معمول تھا کہ فجر کے بعد پیدل روزانہ کچھولی جاتے اور واپس تشریف لاتے۔ ان چھ سالوں میں ابتداء سے'' گلستاں'' و''بوستاں'' تک کی کتابیں آپ کے ذمہ رہیں۔ فارسی پر مولانا کو بڑا عبور تھا۔

جامع مسجد لاجپور کی امامت کے منصب پر

چھ سال کے بعد جامع مسجد لاجپور کے منتظمین کے اصرار پر جامع مسجد کی امامت و خطابت کی ذمہ داری سنبھالی، اور تقریباً:۵۰ سال تک مفوضہ خدمت کو بحسن وخوبی انجام دیا۔

وعظ وتقریر

مولانا نے امامت کے ساتھ وعظ ونصیحت اور تبلیغ دین کا فریضہ بھی جاری رکھا، اطراف واکناف میں جاجا کر وعظ ونصیحت فرماتے۔حق تعالیٰ نے آپ کو حسن خطابت کی نعمت سے بھی نوازا تھا۔اس ناچیز کو متعدد مرتبہ مولانا کے بیانات سننے کے مواقع ملے۔مولانا کا بیان معلومات سے پُر ہوتا۔حضرت تھانوی رحمہ اللہ کے مواعظ پر گہری نظر تھی، اکثر حضرت کی باتیں ارشاد فرماتے۔تفسیر وحدیث، علماء امت کے ملفوظات وواقعات ایسے دلنشین انداز میں بیان فرماتے کہ عوام وخواص سب ہی آپ کے بیان کے مداح ہوتے۔دوران بیان مزاحی فقرے، اشعار بعض مرتبہ سامعین کو بے قابو، ہنسی پر مجبور کردیتے۔

بیعت

علوم ظاہری سے فراغت کے بعد علوم باطنی کی طرف متوجہ ہوئے، اور شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمہ اللہ (م:۱۳۷۷ھ) سے بیعت ہوئے۔ حضرت کی وفات کے بعد جانشین شیخ الاسلام فدائے ملت مولانا سید اسعد مدنی صاحب رحمہ اللہ کی طرف رجوع کیا، اور تادم آخر ان سے منسلک رہیں، اپنے مرشد کے بتلائیں ہوئے معمولات پر بہت اہتمام سے عمل فرماتے رہیں۔

اسفار

مولانا کے آبائی وطن لاجپور سے چند حضرات نے سفر برطانیہ کا ارادہ کیا اور مولانا سے درخواست کی کہ آپ بھی ہمارے ساتھ سفر کا ارادہ فرمالیں، اس ملک میں آپ کو محنت کا ایک بڑا میدان ملے گا، مولانا نے ان حضرات کے اصرار پر سفر کا ارادہ فرمالیا، کاغذی کاروائی

اور ٹکٹ وغیرہ کے انتظامات کے بعد دسمبر ۱۹۵۲ء میں آٹھ آدمیوں کے قافلہ کے ساتھ بحری جہاز سے برطانیہ کے لئے روانہ ہوئے اور بائیس دن میں بمبئی سے لیور پول (ایک شہر کا نام ہے) پہنچے۔

تائید غیبی

رفقاء سفر میں بعض دنیوی تعلیم یافتہ اور مغربی ذہنیت سے مرعوب لوگ بھی تھے۔ انگلینڈ پہنچتے ہی انہوں نے مولانا سے کہا کہ ''جیسا دیس ویسا بھیس'' مطلب یہ تھا کہ آپ اس دیار غیر میں مغرب کی نقالی کرلو تا کہ لوگ آپ کا اور آپ کے ساتھ ہمارا مذاق نہ اڑائیں۔ مولانا فرماتے تھے: مجھے بڑا تعجب ہوا کہ یہ لوگ پانچ سال تک میری اقتداء میں نماز پڑھتے رہیں، اور مجھے خدمت دین ہی کی نسبت پر سفر کے لئے آمادہ کیا، اور اب ایسی بات کر رہے ہیں کہ میں انگریزی لباس وشکل وصورت اختیار کرلوں۔ آپ نے کہا: ٹھیک ہے اور جا کر سر کا حلق کروایا، اور بادام کا تیل لگا کر آئے، اور فرمانے لگے الحمد للہ گرمی تھی اب راحت ہوگئی، انہوں نے دیکھا تو آپس میں کہنے لگے یہ مولوی اور ان کے دوسرے بھولے بھالے ساتھی ہمیں ہمیشہ شرمندہ کریں گے، اس لئے بہتر یہ ہے کہ ان سے کسی طرح جدائی اختیار کرلی جائے، اور چپکے چپکے مشورہ کرنے لگے کہ ہم راستہ میں کاؤنٹری اتر جائے، وہ جہاں چاہے جاتے رہیں گے۔ مولانا کے ساتھی کو جب اس بات کی اطلاع ملی تو بہت پریشان ہوئے، مولانا نے ان سے کہا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اللہ تعالی حضور ﷺ کی سنت کے طفیل ہماری ضرور نصرت فرمائیں گے، چنانچہ لندن پہنچے تو ریلوے اسٹیشن پر اچانک یہ آواز سنائی دی کہ: ''مولوی ابراہیم کون ہے''؟ آواز دینے والے کو ساتھیوں نے بتلایا کہ یہ ہیں، مصافحہ ومعانقہ کے بعد تعارف ہوا، وہ صاحب کفلیتہ کے بھائی محمود پٹیل تھے، کہنے لگے

میں مسلسل تین رات سے خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ نبی کریم ﷺ ارشاد فرماتے ہیں کہ: ’’ابراہیم کو لینے جاؤ‘‘ چنانچہ میں تین دن سے یہاں تمہاری تلاش میں آتا ہوں۔اس واقعہ کو بیان فرما کر مولانا نے فرمایا کہ: آج بھی اگر مسلمان سنت کی کامل اتباع کریں تو نصرت خداوندی ان کے قدم چومے۔

محمد کی اطاعت جب کریں گے ہر قدم پر ہم
بنالے گا ہمیں محبوب اپنا رب محمد کا
سکون وراحت وآرام وخیر وبرکت وعزت
عطا فرمائے گا سب کچھ ہمیں مولیٰ محمد کا

قیام انگلینڈ کے چند واقعات

لندن پہنچ کر ساتھیوں نے کہا کہ چلو مولانا ہوٹل میں جانا ہے، آپ نے کہا میں ہوٹل میں نہیں کھاؤں گا‘ یہاں حرام وحلال کا ہمیں علم نہیں، رفقاء بے تکلف تھے کہنے لگے کہ نہیں کھائیں گے تو کیا بھوکے مرجاؤ گے؟ آپ نے کہا پانی پر بسر اوقات کروں گا‘ مرگیا تو دفنا دینا۔ یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دو آدمی بنگلہ دیش کے آئے، انہوں نے پوچھا کیا بات ہے؟ بتلایا گیا کہ ہمارے مولوی صاحب ہے اور ہوٹل میں آنے کو تیار نہیں، انہوں نے کہا ہم مولانا کو اپنا مہمان بناتے ہیں، مکان پر لے آئے‘ اپنے ہاتھ سے کھانا بنایا اور کھلایا‘ پھر مولانا کا مستقل قیام دو تین ماہ انہیں کے ہاں رہا۔

آزمائش

انگلینڈ میں موسم کی ناسازگاری اور دینی فضا پسند نہ آنے کی وجہ سے مولانا کا دل اچاٹ ہوگیا اور یہ ارادہ کرلیا کہ یہاں سے کوچ کرنا ہے، مگر اسباب وذرائع ندارد۔ ایک دن

پاکستانی ہائی کمشنر نے یہ پیغام بھیجا کہ: میں نے سنا ہے کہ آپ یہاں سے سفر کا ارادہ رکھتے ہیں، میں آپ کی پوری اعانت کروں گا اور آپ کا پاکستانی پاسپورٹ بنا کر آپ کو سنگاپور بھیج دوں گا۔ یہ پیغام لانے والا ایک ضعیف سن بڑھا آدمی تھا۔ ایک مرتبہ یہ بڑھا آ کر کہنا لگا کہ: مولانا حضرت مریم علیہا السلام کے پاس جو غیر موسمی پھل آتے تھے' یہ واقعہ ایسا ہی من گھڑت معلوم ہوتا ہے۔ مولانا نے ان سے کہا: بڑے میاں! آپ ایسی بات کر رہے ہیں؟ یہ بات تو قطعی ہے قرآن کریم سے اس کا ثبوت ہے:

﴿ کلما دخل علیها زکریا المحراب وجد عندها رزقا قال یٰمریم انی لک هٰذا قالت هو من عند الله﴾۔(پ:۳/سورہ اٰل عمران، آیت نمبر:۳۷)

ترجمہ:...... جب کبھی زکریا (علیہ السلام) ان کے پاس عبادت خانہ میں تشریف لاتے تو ان کے پاس کچھ کھانے' پینے کی چیزیں پاتے (اور) یوں فرماتے کہ اے مریم یہ چیزیں تمہارے واسطے کہاں سے آئیں، وہ کہتیں کہ اللہ تعالی کے پاس سے آئیں۔

یہ سن کر وہ کہنے لگا کہ: مولانا میں تو ایسے ہی مذاق کر رہا تھا، آپ نے کہا: اگر مذاق کیا تو تو تیرا ایمان ہی گیا، پھر اس سے کہا کہ: آئندہ کبھی ایسی حرکت نہ کرنا۔

کچھ دن گزرے کہ پھر آیا اور کہنے لگا کہ: مولانا

﴿ ولکن رسول الله و خاتم النبیین ﴾(پ:۲۲/سورۂ احزاب، آیت نمبر:۴۰)

ترجمہ:...... لیکن اللہ کے رسول ہیں اور سب نبیوں کے ختم پر ہیں۔

اس آیت میں ''خاتم'' کے معنی ختم کرنے والے کے نہیں بلکہ مہر لگانے والے کے ہے، مولانا نے کہا بڑے میاں! کیا بکواس کرتے ہو؟ اس وقت مجھے ''خاتم'' کے پچاس معانی یاد ہیں، مگر دیکھنا یہ ہے کہ حدیث نے کیا معنی بتلایا، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے پوچھایا

رسول اللہ! ''خاتم'' کے کیا معنی ہے؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''العاقب'' بمعنی ختم کرنے والا، پھر مولانا نے ''ترمذی شریف'' کی یہ حدیث سنائی۔

ان الرسالة والنبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی ولا نبی ، رواه الترمذی ، وقال هذا حديث صحيح۔

ترجمہ:...... بیشک رسالت اور نبوت میرے بعد منقطع ہو چکی ہے، میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی۔ (معارف القرآن، ص ۱۶۷ ج ۸)

اور فرمایا کہ: اس کے علاوہ جتنے بھی معانی ہیں سب اپنے پاس رکھو، ہم وہی معنی لیں گے جو ہمیں حدیث سے ملا ہے۔

کچھ دن گزرے کہ پھر آیا اور کہنے لگا کہ: مولانا! حضرت عیسیٰ علیہ الصلوۃ والسلام کی مزار مبارک کشمیر میں ہے۔ تب مولانا نے غصہ میں کہا کہ: مردود تو' تو قادیانی ہے۔ ارشاد ربانی ہیں: ﴿ وما قتلوه وماصلبوه ولكن شبه لهم ﴾۔

ترجمہ:...... حالانکہ انہوں نے نہ ان کو قتل کیا اور نہ ان کو سولی پر چڑھایا، لیکن ان کو اشتباہ ہو گیا۔

اور آگے فرمایا: ﴿ بل رفعه الله اليه ﴾۔ (پ:۶ ر سورہ نساء، آیت نمبر: ۱۵۸)

ترجمہ:...... بلکہ ان کو اللہ تعالی نے اپنی طرف اٹھالیا۔

یہ آیات اور تفسیر سمجھانے کے بعد مولانا نے اس سے کہا کہ: جا تیرے ہائی کمشنر کو بھی کہہ دینا کہ اب مجھے پتہ چلا کہ تو اس لالچ میں میری اعانت کرتا ہے کہ میں بھی تیرے عقیدہ کو قبول کرلوں' یہ ناممکن ہے، نہ مجھے تیرا پاسپورٹ چاہئے' نہ تیری مدد کا محتاج ہوں۔

یہ مولانا کی ایک آزمائش تھی، ضرورت اور محتاجگی کے وقت ایسے آدمی کو دھتکار دینا جس

نے نصرت کی پیش کش کی ہو یہ بڑے حوصلہ کی بات ہے، ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء،

سفر سنگاپور

تقریباً تین مہینہ قیام کے بعد مولانا کے میزبان نے کچھ کوشش کر کے سنگاپور کا انتظام کر دیا، چنانچہ آپ لندن سے سنگاپور تشریف لے گئے، اور آخری عمر تک وہیں دینی خدمات میں مصروف رہے۔ امامت وخطابت' درس وتدریس کے ساتھ بدعات کی بیخ کنی میں قابل قدر کارنامہ انجام دیا۔ مولانا نے بجائے مناظرہ اور مخالفت کے حکمت عملی سے بزرگان دین کی سوانح عمریاں سنا سنا کر ان کے دلوں میں اسلاف کی محبت پیدا کر دی' چنانچہ وہی قلوب جن میں ہمارے اکابر کی نفرت بھری تھی' مولانا کی سعی وخلوصیت نے ان کو محبت سے بدل دیا، سینکڑوں بدعتیوں نے آپ کے ہاتھ پر توبہ کی۔

سفر حج

۱۹۶۸ء میں حج بیت اللہ کی سعادت سے مشرف ہوئے۔

اوصاف وکمالات

مولانا بہت خوش مزاج' ملنسار' سادہ طبیعت' عالم باعمل اور منکسر المزاج تھے۔ اخلاص و للہیت' تواضع اور انکساری' عاجزی وفروتنی آپ کا نمایاں وصف تھا۔ آپ کی محفل میں عوام وخواص' اچھے برے' نوجوان و بوڑھے سب ہی شریک ہوتے، مولانا ہر ایک سے ان کے مزاج کے مطابق گفتگو فرماتے۔ آپ کی مجلس کی خصوصیت یہ تھی کہ گھنٹوں مجلس میں بیٹھنے والے کبھی اکتاہٹ محسوس نہ کرتے۔ آپ کی مجالس تفریحی فقروں' شعروشاعری' بزرگان دین کے واقعات سے پر ہوتی۔ دوسرے مذاہب کی تاریخ پر گہری نظر تھی، فرقۂ باطلہ کے

نظریات اوران کانقلی وعقلی رد بہت دلچسپ انداز میں بیان فرماتے۔حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی رحمہ اللہ (م:۱۳۶۲ھ)سے بے انتہا عقیدت تھی۔آپ کے ملفوظات اورمواعظ اورآپ کی تصانیف اکثر زیرمطالعہ رہتیں۔خودراقم کوبھی آپ کی تصنیفات کے مطالعہ کی ترغیب دیتے۔فرمایا کرتے تھے کہ:حضرت کی جتنی تصنیفات شائع ہوئیں ہیں میں نے ہرایک کامن وعن دودومرتبہ مطالعہ کیاہے۔

مطالعہ کے انہاک کا یہ حال تھا کہ فراغت کے بعد مسلسل دس سال تک عشاء کی نماز کے بعد سے فجر تک کتب بنی میں مصروف رہیں۔راقم کے جد بزرگوار مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری رحمہ اللہ (م:۱۳۸۲ھ) کا ذاتی کتب خانہ کافی بڑا ہے، مختلف فنون کی سینکڑوں کتابیں اس میں موجود ہیں،فرمایا کرتے تھے کہ:اس میں کوئی کتاب بھی ایسی نہیں جومیں نے نہ دیکھی ہوں،اسی محنت کانتیجہ تھا کہ کسی بھی مجلس میں کوئی مشکل سوال یااشکال کرتا تو آپ فوراً مع حوالہ کتب ایسے بلیغ انداز میں جواب دیتے کہ سائل وسامعین حیرت زدہ رہ جاتے۔(جیسا کہ واقعات کے ذیل میں آئے گا)

مولانا اورشعر

شعروشاعری بھی انسانی فضل وکمال ہی کاایک حصہ ہے،اس سے ذوق سلیم اورموزونی طبیعت کااندازہ ہوتاہے۔مولانا بڑے عمدہ شاعر تھے۔حضور ﷺ کی شان میں بکثرت نعتیں مولانا کی قابل دید ہیں۔صحابہ کرام اورعلماء عظام کی مدح میں بھی بہت سے قصیدے آپ نے لکھے ہیں۔فارسی میں بھی آپ نے طبع آزمائی فرمائی ہےاوروہی روانی وسلاست موجود ہے، جواردو میں ہے۔فارسی میں آپ کی ایک نعت بہت دلچسپ ہے،اس سے آپ کے عشق نبوی کااندازہ بھی ہوتاہے۔حضرت مولانا بنوری رحمہ اللہ نے ماہنامہ ”بینات“

کراچی ربیع الاول ۱۳۸۹ھ میں، اور مولانا سید ازہر قیصر کشمیری نے ماہنامہ ’’دارالعلوم‘‘ دیوبند، جولائی ۱۹۷۱ء میں اسے شائع کیا ہے، جس کا پہلا شعر یہ ہے:

چگونہ مدح سرکار مدینہ می تواں خوانم
کہ من عاصی و نااہلم الف از بانمی دانم

قوت حافظہ

مولانا کا قوت حافظہ بھی عجیب تھا۔ کئی کتابوں کی مختلف عبارتیں مع نمبرات صفحہ کے یاد تھیں۔ مسائل کے استفسار پر کتب فقہ کی عبارتیں سنا دیا کرتے۔ ایک مرتبہ بڑودہ سے سورت آرہے تھے، ریل کا سفر تھا، کچھ ہندو اپنے مذہبی رہنماؤں کی بابت باتیں کر رہیں تھے، اور ان کی برائی کر رہے تھے، چونکہ مولانا کو مذاہب غیر کی تاریخ پر عبور حاصل تھا، اس لئے مولانا نے بڑی حکمت کے ساتھ ان سے گفتگو شروع کی۔ مولانا کی تحقیق یہ تھی کہ رام، سیتا اور بعض مشہور شخصیتیں جنہیں ہندو اپنا پیشوا سمجھتے ہیں یہ پکے مسلمان تھے، اور بعض تو ان میں اولیا اللہ ہوئے ہیں۔ مولانا نے ان ہندوؤں کو سمجھانا شروع کیا اور ان کی کتابوں سے ان کے حالات بیان فرمائے، دوران گفتگو یہ بھی کہا کہ ’’ارشاد رحمانی‘‘ میں یہ مضمون لکھا ہے، انہوں نے کہا ہمیں دکھلاؤ! تو ہم مانیں گے۔ آپ نے دوسرے دن آنے کا وعدہ فرمالیا، رات کو مکان پر آکر راقم سے کہا کہ ’’ارشاد رحمانی‘‘ نکال! اس کے صفحہ: ۳۸/ پر یہ مضمون ہے، میں نے نکالا تو اسی صفحہ پر وہ مضمون تھا، پھر فرمایا کہ: ۳۵/سال پہلے یہ کتاب دیکھی تھی۔

نوٹ: ......اس پر تفصیل اور ’’ارشاد رحمانی‘‘ کا مضمون ص: ۲۹۸/ پر تتمہ کے عنوان سے ملاحظہ فرمائیں۔

حب نبوی ﷺ

حضرت نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی سے آپ کو جو والہانہ محبت اور تعلق تھا' اس کا اندازہ وہی کر سکتا ہے جس نے آپ کو قریب سے دیکھا ہو اور آپ کی صحبت میسر آئی ہو، اسی وجہ سے درود شریف کی کثرت فرمایا کرتے اور مجالس میں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ عجیب وغریب انداز میں بیان فرماتے گویا آپ کا حال عشق نبوی میں یہ تھا ۔

صبا یہ جا کے کہیو میرے سلام کے بعد کہ تیرے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

اس محبت اور جذبہ کی تسکین بھی نعتیہ اشعار سے ہوتی ۔ متعدد نعتیں حضرت کی شان میں لکھیں، جن کو ناظرین آگے ملاحظہ کریں گے، ان کے علاوہ دوسرے حضرات کے نعتیہ اشعار بھی بہت شوق سے پڑھتے، خصوصاً حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے اشعار ۔

صبا بسوئے مدینہ روکن ازیں دعا گو سلام برخواں
بگردِ شاہِ مدینہ گرد و بصد تضرع سلام برخواں
بباب رحمت گہے گزر کن بباب جبرئیل گہہ جبین سا
سلام ربی علی نبی گہے بباب السلام برخواں
بہٖ بچندیں ادب تراضی سرِ ارادت بخاک آں کو
صلوۃِ وافر بروحِ پاکِ جناب خیر الانام برخواں
بشو زمن صورۃ مثالی نماز بگذار اندر آنجا
بلحنِ خوش سورۂ محمد تمام اندر قیام برخواں
بنالۂ درد آشنا شو لحنِ داؤد ہم نما شو
بیزمِ پیغمبر ایں غزل را زعبدِ عاجز نظام برخواں

مولانا کو خوب یاد تھے، اور اکثر ترنم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری رحمہ اللہ (م:۱۳۸۲ھ) کے حالات میں لکھا ہے کہ حضرت بھی عشق نبوی میں اس قصیدہ کو اکثر پڑھوا کر سنا کرتے، اور اس وقت آنکھیں پرنم ہوتیں۔

(بیس بڑے مسلمان ص۶۲۲)

مولانا کے عشق نبوی کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ آپ سبز رنگ کے جوتے اور چادر وغیرہ کے استعمال سے ہمیشہ اجتناب وگریز کرتے۔ راقم نے ایک مرتبہ اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ: میں اسے بے ادبی سمجھتا ہوں، کیونکہ سرور کائنات حضرت مصطفیٰ ﷺ کے گنبد خضراء کا رنگ سبز ہے، پھر بھلا ایسے رنگ کے جوتے اور سبز رنگ کی چادر کا استعمال کیسے کرسکتا ہوں؟ مجھے بڑا تعجب ہوا کہ گنبد خضراء کے ظاہری رنگ کے ساتھ بھی کس قدر عقیدت والفت ہے۔

شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہ اللہ (م:۱۳۷۷ھ) نے حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ کے متعلق بھی اس قسم کا قصہ لکھا ہے کہ: تمام عمر کیمخت (سبز رنگ) کا جوتا اس وجہ سے کہ قبۂ مبارک سبز رنگ کا ہے، نہ پہنا، اگر کوئی ہدیہ لے آیا تو کسی دوسرے کو دیدیا۔ (الشہاب الثاقب:۵۴/ وبیس بڑے مسلمان ۱۳۶)

حق گوئی

مولانا کی حق گوئی ضرب المثل تھی، حق بات کہنے میں آپ کو کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کا خوف نہ تھا ''قل الحق ولو کان مرا'' [1] اور ''قل الحق لو کان علی نفسک'' [2] پر شدت سے عمل پیرا تھے۔

---

[1]..... حق بات کہو اگرچہ کڑوی ہو۔ [2]..... حق بات کہو اگرچہ اپنے خلاف ہو۔

حدیث نبوی ''لن یبرح ھذا الدین قائما یقاتل علیه اصابة من المسلمین حتی تقوم الساعة ''[۱] کا علمی نمونہ تھے۔ایک بزرگ کی شان میں چند اشعار کہتے ہوئے اس حدیث کی ترجمانی خود آپ نے یوں کی ہے ؎

وہ بے حد خوش نصیب افراد ہیں حضرت کی امت میں
کہ جو مشغول ہیں آٹھوں پہر ملت کی خدمت میں
فضیلت ان کی یوں وارد ہیں ارشادِ نبوت میں
رہے گی حق پے قائم اک جماعت میری امت میں
نہ ہوگا خوف ان کو لومۃِ لائم کا ذرہ بھر
ہے مقصد ان کا رونق پائے سنت جا بجا گھر گھر

کسی کی مدح میں مولانا کے یہ اشعار، اور آپ کی زندگی کا یہ عمل اس شعر کا صحیح مصداق ہے ؎

خوشتر آں باشد کہ سر دلبراں گفتہ آید در حدیث دیگراں

چند واقعات

مفتی حامد حسن صاحب کے چند سوالات اور مولانا کے جوابات

سنگاپور میں ایک عالم تھے مفتی حامد حسن صاحب، مصر کے فاضل، بڑے ذہین وفطین، حکومت کی طرف سے مفتیٔ اعظم کے عہدہ پر فائز تھے۔ان کی اجازت کے بغیر سنگاپور میں بیان کرنا ممنوع تھا، مولانا جب سنگاپور پہنچے تو ان کی خدمت میں حاضر ہوئے، ان کا معمول

[۱]...... یہ دین برابر قائم رہے گا اور اس کے لئے مسلمانوں کا ایک طبقہ برابر لڑتا رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے۔

تھا کہ ہرنو وارد کا امتحان لیتے پھر اجازت نامہ مرحمت فرماتے۔ موصوف نے مولانا سے چند سوالات کیئے:

س:......کیا آپ مقلد ہیں؟

ج:......مولانا نے اثبات میں جواب دیا۔

س:......کس کی تقلید کرتے ہو؟

ج:......امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی۔

س:......اصول فقہ میں کس کے مقلد ہو؟

ج:......اسّی (۸۰) فیصد ابومنصور ماتریدی کا، اور بیس فیصد امام ابوالحسن اشعری کا۔

س:......عربی عبارت کا ترجمہ کرسکتے ہو؟

ج:......حسب استطاعت۔

س:......''لا الہ الا اللہ'' کا ترجمہ کیا ہے؟

ج:......مولانا نے ترجمہ کیا۔

س:......مسلمان تو پہلے ہی سے غیر کی عبادت کا منکر ہے، شجر وحجر، شمس وقمر وغیرہ، پھر کلمہ میں کون سے معبود کی عبادت کا انکار مقصود ہے؟۔

ج:......مولانا نے بالفور جواباً فرمایا کہ: ابن عربی نے ''فتوحات مکیہ'' میں لکھا ہے کہ: ''کل ما خطر ببالک فھو اللہ تعالی اعز و اجل من ذلک ''یعنی مؤمن کے قلب میں جو وساوس باطلہ آتے ہیں، مؤمن ان وساوس باطلہ اور تصورات ذہنیہ کا انکار کرتا ہے۔ یہ جواب سنتے ہی مفتی صاحب کھڑے ہوگئے، اپنے قریب بٹھایا اور بڑا اکرام کیا، اور آپ کو سنگاپور اور سنگاپور کے ساتھ ملیشیا میں بھی وعظ وتقریر کی اجازت مل گئی۔

ایک پنڈت سے مناظرہ

لاجپور میں ایک پنڈت آیا کرتا تھا اور نوجوانوں سے اسلام کے متعلق باتیں کرتا، کبھی کبھی اسلام پر کوئی اعتراض کر دیتا، ایک مرتبہ وہ آیا تو نوجوانوں نے مولانا سے درخواست کی آپ اس سے بات کریں، مولانا تشریف لائے، ان نوجوانوں نے پنڈت سے کہا: ان سے بات کر، یہ آپ کے سوال کا جواب دیں گے۔ پنڈت نے مولانا سے کہا: تمہارا مذہب اسلام تکبر سکھاتا ہے، مولانا کہا کہ: اچھا قرآن کی کوئی آیت یا حدیث بتلا! جس میں تکبر کی تعلیم موجود ہو؟ وہ چپ ہو گیا، پھر مولانا نے اس سے کہا کہ: میں تمہاری کتاب سے ثابت کرتا ہوں کہ تمہارا مذہب تکبر سکھاتا ہے، ہمیں تو اسلام یہ تعلیم دیتا ہے:

﴿ وجعلناکم شعوبا وقبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند اللّٰہ اتقاکم ﴾

(پ:۲۶/سورۂ حجرات، آیت نمبر:۱۳)

ترجمہ:......اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو، اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا اشریف وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔

خلاصہ: یہ کہ تمہاری عزت واکرام کا دارومدار تقوی ہے اور نسب وخاندان کی تعیین تو فقط تعارف کے لئے ہے۔ اب تمہارے مذہب کی سنو! منوجی مہاراج نے ''منواسمرتی'' میں لکھا ہے: ؎ (یہ سنسکرت زبان کے اشعار ہیں)

برہم ہاسی شرمانت ورمانت ڈھاکرم
ویشی سی گپتانت شودر سی چاکرم

برہمن کو اپنے نام کے اخیر میں شرما لکھنا چاہئے، اور راجپوتوں کو ورما لکھنا چاہئے۔
ویشی لوہار، درزی وغیرہ کو چاہئے کہ گپتا لکھے، چاکروں کو چاہئے کہ شودر لکھے۔

دیکھو تمہارے مذہب نے یہ سکھایا کہ ہر قوم کا ایک خطاب ہو بڑے نسب والوں کا بڑا' کم درجہ والوں کا نیچا وغیرہ،''فبھت الذی کفر'' وہ کہنے لگا کہ: مولانا میں تو کچھ جانتا نہیں' پیٹ کے لئے یہ کام کررہا ہوں۔

نہ طعنے تم ہمیں دیتے نہ ہم فریادیوں کرتے
نہ کھلتے راز سربستہ نہ یوں رسوائیاں ہوتیں

اور۔

شیشے کے گھر میں بیٹھ کر پتھر ہے پھینکتے
دیوار آہنی پے حماقت تو دیکھئے

اس واقعہ کے تحت میں یہ بھی بتلاتا چلوں کہ مولانا نے ماسٹر گانڈا بھائی سے سنسکرت زبان بھی سیکھی' اور سنسکرت میں چند اشعار بھی کہے ہیں وہ یہ ہیں:

مولانا کے چند اشعار سنسکرت زبان میں

اکھنڈ دیا شل پربھو اتی پر بھاؤ چکیت

اللہ تعالی نہایت ہی رحم والے ہیں، اور نہایت ہی عظمت وجلال والے ہیں

ناہی پا مت کو پر بھوانوپ سکتی پرتھوی پا تاڑ آنتر یکشی آ کاشم
روی شسی تار کو سری تم ات پتی اریت منوسی کا جسم
منوسیوت پتی نج پکھتی کارڈ (دوسرا مصرعہ لکھ نہ سکا)

کوئی نہیں پا سکتا اللہ کی بے نظیر طاقت کو، زمین اور تحت الثری اور فضا اور آسمان۔
سورج' چاند' ستارے' ندیاں یہ ساری مخلوقات اللہ نے پیدا کیں انسان کے لئے۔
اور انسانوں کی پیدائش اللہ نے اپنی عبادت کے لئے کی ہے۔

ایک شعر یہ بھی تھا ۔

جئے جنم داتو، جئے ان داتو　　جئے سکتی داتو، جئے سانتی داتو

تعریف ہے پیدا کرنے والے کی، تعریف ہے پالنے والے کی، تعریف ہے طاقت دینے والے کی، تعریف ہے سکون دینے والے کی۔

مولانا فرمایا کرتے تھے: میں نے یہ اشعار گانڈا بھائی کو سنائے، تو وہ کہنے لگا کہ: یہ اشعار تو بہت پہلے فلاں پنڈت نے بنائے تھے، میں نے کہا کہ: خاک پنڈت نے بنائے ہیں، یہ میرے بنائے ہوئے ہیں، تو وہ شرمندہ ہو گیا۔

علماء وصلحاء سے محبت

علماء صالحین کی محبت وعقیدت مولانا کے قلب میں گویا کوٹ کوٹ کر بھر دی تھی، ان کی شان کے خلاف کوئی لفظ قابل تحمل نہ تھا، ایک مرتبہ جب کہ موصوف لاجپور جامع مسجد کے امام تھے، مسجد کے متولی نے حضرت تھانوی اور حضرت مدنی رحمہما اللہ کے اختلاف کو بیان کرتے ہوئے حضرت مدنی رحمہ اللہ کی شان میں نامناسب الفاظ کہہ دیئے، بس مولانا کا چہرہ سرخ ہو گیا ان کی اصلاح کی اور توبہ کرائی، مولانا نے اس موقع پر چند اشعار بھی کہے ۔

حضرت مدنی و شبیر یکساں دونوں
میرے آقا میرے مولی میرے سلطان دونوں
اختلاف ان میں اگر ہے بھی تو مجھے کیا
میرے سرکار ہیں جوں مالک ونعمان دونوں
اختلاف امتی رحمت کا کرشمہ دیکھو
پاک وبھارت میں پھلے سنت وقرآن دونوں

دنیا کی محبت سے مولانا کا دل یکسر خالی تھا اگر آپ چاہتے تو مال و دولت بہت جمع کر لیتے بڑے بڑے تجار اور امراء آپ کے معتقد تھے، مگر آپ نے کبھی کسی سے کوئی غرض نہ رکھی۔

قرآن کریم اور دینی کتب کا ادب

قرآن کریم اور دینی کتب کا ادب واحترام کرنے میں مولانا اپنی مثال آپ تھے، اس معاملہ میں کوتاہی ذرہ برابر برداشت نہ تھی، اس قسم کے کئی واقعات اس وقت ذہن میں ہیں، مگر بخوف طوالت سب کا احصاء دشوار ہے ''مشتے نمونہ از خروارے'' ایک قصہ لکھتا ہوں:

سنگاپور میں ایک متمول شخص تھے، مولانا کے ان سے بہت اچھے تعلقات تھے، حکومت کے بڑے عہدہ پر ہونے کی وجہ سے لوگوں میں محترم بھی تھے، مولانا کو اکثر ہدایا وتحائف دیتے تھے، ایک مرتبہ مسجد میں قرآن کی تلاوت میں مصروف تھے، مگر انداز نشست غیر مؤدبانہ اور قرآن کی تعظیم کے منافی تھا، مولانا نے دیکھا تو اول حکمت سے سمجھایا، مگر وہ صاحب اس کے خلاف بحث کرنے لگے۔ قرآن کریم کی بے ادبی پر مولانا پر جو کیفیت طاری ہوئی وہ تحریر سے باہر ہے، بس جوش میں آکر ایک طمانچہ رسید کیا اور ڈانٹ پلائی کہ تو سمجھتا ہے کہ میں تیرے ہدیہ کا محتاج ہوں، صحیح ہے ؎

آئین جوانمردی حق گوئی و بیباکی اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

یہ واقعہ مجھ سے اس آدمی نے بیان کیا جس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

ملفوظات

اگر مولانا کے ملفوظات کو جمع کروں تو بلا مبالغہ ایک رسالہ تیار ہوسکتا ہے، مگر اس کام کے لئے لمبا زمانہ اور حوالجات کے لئے کتابوں کا ذخیرہ چاہئے اور یہاں دونوں چیزیں

مفقود، تاہم چند باتیں نقل کرتا ہوں مولانا نے فرمایا کہ:

(۱):......لاجپور میں ایک بزرگ غوث محمد نامی مقیم تھے، یہ اصل میں حیدرآباد دکن کے باشندے تھے، عارف باللہ انسان تھے، حضرت اقدس شاہ صوفی سلیمان صاحب رحمہ اللہ (م: ۱۳۴۳ھ۔ خلیفہ حضرت مولانا فضل رحمٰن صاحب گنج مرادآبادی رحمہ اللہ) کے مرید تھے، ایک مرتبہ جوانی میں ایک عورت کا بوسہ لے لیا' اس گناہ میں پوری زندگی روتے رہے کہ بہت بڑا گناہ ہوگیا۔ میں بچپنے میں ان کی خدمت کیا کرتا تھا، بہت متقی تھے' تہجد گزار تھے، ان کی وفات کے وقت میں قریب تھا فرمانے لگے کہ: دیکھو! میری عورتیں میری منتظر ہیں' وہ غلمان نظر آرہے ہیں۔

ان کی وفات کے بعد میں نے خواب میں دیکھا کہ فرشتوں کے ساتھ اڑتے ہوئے آرہے ہیں، بہت ہی حسین وجمیل معلوم ہورہے تھے، حالانکہ زندگی میں حبشی غلام کی طرح تھے، مجھ سے کہا کہ بیٹے تمہاری عمر لمبی ہوگی گھبرانا نہیں، جنت میں ہم ساتھ رہیں گے، میں تجھے لینے آؤں گا۔

مولوی حشمت علی لاجپور میں بیان کررہے تھے، دوران بیان ''یاغوث المدد'' کا نعرہ بھی لگتا تھا، صبح کو جناب غوث محمد صاحب نے مذاقاً فرمایا کہ: رات کو کیا مصیبت آپڑی تھی جو مجھے پکارتے رہے۔

(۲):......رنگون میں میرے ماموں حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ مفتیٔ اعظم کے عہدہ پر فائز تھے، ایک مرتبہ حکومت نے یہ تحریک چلائی کہ حج کی فلم بنائی جائے اور تمام مسلمانوں کی اس میں شرکت لازم قرار دی جائے، مولانا مرغوب احمد صاحب رحمہ اللہ نے یہ اعلان سنا تو اپنے چند معتمد تلامذہ کو لے کر حکومت کے دفتر میں تشریف لے گئے

اور مختصر جامع و مانع احتجاجی تقریر فرمائی، اور یہ جملہ فرمایا کہ: اگر ارباب حکومت نے ہمارے احتجاج کو نظر انداز کر دیا تو حکومت کو نقصان عظیم برداشت کرنا ہوگا' یا مرغوب احمد مع اپنے رفقاء کے دنیا سے ختم ہو جائے گا۔

بے خطر کود پڑا آتش نمرود میں عشق
عقل ہے محو تماشائے لب بام ابھی

(۳):......حضرت صوفی صاحب رحمہ اللہ فرمایا کرتے تھے کہ:

بوروٹوڑو (بوہرہ قوم کو مخاطب کر کے فرمایا کرتے تھے) اللہ کا شکر ادا کرو' احمد کے گھر پیدا ہوئے' محمد نام ملا' ورثہ میں دین ملا' رالملے (ہندو کا نام ہے) کے ہاں پیدا ہوتے تو چھوملا (ہندو کا نام) ہو کر مر جاتے' پتہ بھی نہ چلتا کہ خدا کون ہے اور رسول کون؟۔

(۴):......انگریزی وضع قطع اور شکل وصورت پر اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے، یہ اشعار مولانا ہی کے بنائے ہوئے ہیں۔

سروں پر لمبے لمبے بال رکھے ہیں بہت سوں نے
بہت سوں نے چھپا رکھے ہیں دونوں کان بالوں سے
ہوئی معلوم ان کی صورتیں اور شکلیں ہیں کیسی
کسی کی جن کے جیسی اور کسی کی بھوت کے جیسی

بوسٹ و پنسٹ و پتلون تنگ ہوگیا مسٹر پہن کر ننگ دھڑنگ
تنگ پاجامہ فراک چست وتنگ ہوگئی عورت پہن کر ننگ دھڑنگ
مسٹروں کی مسٹری گم ہوگئی عورتوں کی شرم وغیرت کھوگئی
اور پہن کر بیل بوٹم میکسی ہوگئی عورت مثال ٹیکسی

رقت قلبی

آخری عمر میں قلب میں بہت رقت پیدا ہوگئی تھی، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور بزرگان دین رحمہم اللہ کے واقعات بیان فرماکر یا سن کر بے اختیار آنکھیں اشکبار ہوجاتیں۔ایک مرتبہ میں نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کا یہ واقعہ سنایا کہ:

حضرت مدنی رحمہ اللہ کا عجیب واقعہ

حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ مسجد نبوی میں درس حدیث دے رہے تھے، مسئلہ آگیا حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا، حضرت نے اس مسئلہ کو دلائل سے ثابت کیا، طلبہ نے اس پر اشکال کیا، حضرت نے جواب دیا، طلبہ نے پھر اشکال کیا، حضرت نے پھر جواب دیا، طلبہ نے پھر اشکال کیا، حضرت نے یکدم گردن موڑ کر اس طرح سے دیکھا (روضۂ اقدس کی طرف) طلباء نے دیکھا کیا بات ہوئی؟ اس طرح اچانک مڑ کر دیکھا، دیکھا تو روضۂ اقدس وہاں موجود نہیں عمارت غائب ہے' کھلی جگہ ہے صاف' اور اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہیں، اس کے بعد پھر کتاب کی طرف متوجہ ہوگئے، آپ بھی اور طلبہ بھی، پھر روضۂ اقدس کی طرف دیکھا تو وہ اسی طرح موجود تھا۔ (مسلک علماء دیوبند اور حب رسول صلی اللہ علیہ وسلم ص۳۲)

تو مولانا پر گریہ وبکاء کی ایسی حالت ہوگئی میں بھی تحمل نہ کرسکا، مجھے بڑا افسوس ہوا کہ کیوں میں نے یہ واقعہ چھیڑ دیا۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب رحمہ اللہ

ایک مرتبہ راقم الحروف مولانا کا ہم سفر تھا، ختم نبوت کے متعلق مولانا بات فرمارہے تھے دوران گفتگو مولانا نے حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ اور مرزا غلام احمد

قادیانی کا پنجاب میں جو مناظرہ ہوا تھا وہ بیان کیا اور اس قدر روئے کہ ڈاڑھی تر ہو گئی۔ ۱

معمولات

قرآن کریم کی تلاوت بلا ناغہ فرماتے، وفات سے چند سال قبل خروج ریح کی بیماری کے باعث حفظ تلاوت پر اکتفا فرماتے، فجر کے بعد اور رات کو تسبیحات ثلاثہ کا نہایت ہی اہتمام تھا۔

حدیث شریف میں ہے: ''عن انس قال : قال رسول الله صلی علیه وسلم : من صلی علیّ فی یوم الف مرة لم یمت حتی یری مقعده من الجنة''۔ ۲

ترجمہ:...... آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص مجھ پر روزانہ ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھے، اس کی موت اس وقت تک نہیں آئے گی یہاں تک کہ وہ اپنا ٹھکانہ جنت میں دیکھ نہ لے۔

موقع کی مناسبت سے ایک اور حدیث بھی درود شریف کے فضیلت میں لکھدوں: آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے تو اللہ تعالی اس پر دس مرتبہ درود بھیجیں گے، اور جو مجھ پر دس مرتبہ درود پڑھے تو اللہ تعالی سو مرتبہ درود شریف بھیجیں گے،

۱...... حضرت پیر سید مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمہ اللہ: آپ پنجاب میں سلسلۂ عالیہ چشتیہ کے مہر منیر تھے، قطب زمانہ حضرت خواجہ شمس الدین سیالوی قدس سرہ کے خلیفہ اکمل تھے، حضرت حاجی صاحب سے بھی تبرکاً بیعت ہوئے تھے، آپ مکہ میں قیام کا ارادہ رکھتے تھے، مگر حاجی صاحب نے یہ کہہ کر کے ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ (قادیانی کا) نمودار ہوگا، تم وہاں خاموش بیٹھے رہو گے، تو بھی وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا، نہایت اصرار سے ہندوستان واپس کر دیا۔

۲...... الترغیب والترهیب ص ۳۲۸ ج ۲، الترغیب فی اکثار الصلوة علی النبی صلی الله علیه و سلم والترهیب من ترکها عند ذکره، صلی الله علیه وسلم کثیرا دائما۔

اور جو مجھ پر سو مرتبہ درود بھیجے گا، تو اللہ تعالی اس کی آنکھ کے درمیان نفاق اور جہنم سے برأت لکھ دیں گے' اور اللہ تعالی اس کو قیامت کے دن شہداء کے ساتھ رکھیں گے''۔ ا؎

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : من صلی علیّ صلوۃ واحدۃ صلی اللہ علیہ عشرا ، ومن صلی علی عشرا صلی اللہ علیہ مائۃ ، ومن صلی علی مائۃ کتب اللہ بین عینیہ براء ۃ من النفاق وبراء ۃ من النار، واسکنہ اللہ یوم القیامۃ مع الشہداء

اس لئے روزانہ سفر وحضر میں ہزار مرتبہ درود شریف کا وظیفہ کبھی ناغہ نہیں فرماتے۔ فرمایا کرتے تھے کہ: ہر مشکلات کا حل میں نے درود شریف میں پایا ہے۔ کوئی شخص اپنی پریشانی کے لئے دعاء کی درخواست کرتا اور کوئی تعویذ کی درخواست کرتا تو اسے درود شریف کی پانچ سو مقدار کا وظیفہ بتلاتے۔ زیادہ تر وقت کتب بینی میں صرف ہوتا۔

حلیہ ولباس

آپ کا رنگ گندمی حسن کو لئے ہوئے' نورانی چہرہ' قد درمیانہ' پستی کی طرف مائل' پیشانی کشادہ' جس سے ذہانت اور عزم نمایاں' قدرے گھنی ڈاڑھی' ناک نہ زیادہ اٹھی ہوئی اور نہ زیادہ لمبی' متوسط اور درمیانی' سنجیدہ و باوقار چال۔

لباس نہایت صاف ستھرا' کہیں داغ کا نام ونشان نہیں' سفید کرتہ گھٹنوں سے نیچا' پائجامہ' سنت کے موافق نصف ساق تک' امامت کے وقت اکثر سر پر عمامہ' کرتہ پر صدری۔

ازواج واولاد

مولانا کا نکاح جناب اسحٰق صاحب کارا کی صاحبزادی مسمی فاطمہ بی بی سے مؤرخہ

ا؎......الترغیب والترہیب ص۳۲۳ ج۲، الترغیب فی اکثار الصلوۃ علی النبی صلی اللہ علیہ و سلم والترہیب من ترکہا عند ذکرہ، صلی اللہ علیہ وسلم کثیرا دائما۔

۲۰ر شوال ۱۳۵۶ھ مطابق ۲۴ر دسمبر ۱۹۳۷ء بروز جمعہ ہوا، قاضی سید مصطفیٰ میاں صاحب نے نکاح پڑھایا۔ اس نکاح سے مولانا کے ایک لڑکے اور چار لڑکیاں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی مرضیات پر چلائے، آمین۔

مرحومہ کی وفات ۱۳ر جمادی الاولی ۱۳۹۸ھ مطابق ۱۱ر اپریل ۱۹۷۸ء میں ہوئی۔ ان کی وفات کے بعد مولانا نے دو شادیاں کیں۔

وفات

مولانا کی تمنا اور آرزو تھی کہ میری موت اپنے وطن میں آئے، آپ نے زندگی کی طویل عمر سنگاپور میں گزاری، مگر ﴿ وما تدری نفس بای ارض تموت ﴾ حق تعالیٰ نے آپ کی یہ آرزو پوری فرمائی اور وفات سے ایک ہفتہ قبل اپنے وطن لاجپور تشریف لے آئے۔

بہت کم لوگ بیان کر سکیں گے کہ مولانا نے ان کا دل دکھایا ہو۔ آپ کی طبیعت میں سادگی اور معصومیت تھی، وہ زندگی میں کسی پر بوجھ نہ بنے، اسی شان سے انہوں نے دنیا سے سفر بھی کیا۔

۲۹ر محرم الحرام ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۹ر جولائی ۱۹۹۳ء (ہندوستان میں ۲۸ر محرم تھی) پیر کا دن تھا، سورت میں حکیم مولانا اجمیری صاحب کے پاس بغرض علاج تشریف لے گئے، اور وہیں گھبراہٹ شروع ہوئی، اور چند لمحہ میں جاں بحق ہو گئے۔

دو چیز آدمی را کشد زور زور یکے آب و دانہ دیگر خاک گور

اس طرح انہوں نے نہ طویل بیماری اٹھائی، نہ کسی سے زیادہ خدمت لی، نہ کسی پر بار ہوئے ع

سبک بار مردم سبک تر روند

نعش لاجپور لائی گئی، غسل وکفن سے فراغت پر بعد نماز مغرب تدفین عمل میں آئی، نماز جنازہ دار العلوم اشرفیہ راندیر کے شیخ الحدیث عارف باللہ حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب دامت برکاتہم (رحمہ اللہ) نے پڑھائی۔ نماز جنازہ میں اطراف واکناف کے مختلف علماء کرام مدرسین عظام اورطلبہ نے شرکت فرمائی، خاص طور پر مولانا فقیہ الدین صاحب' شیخ الحدیث مدرسہ رحیمیہ دہلی، مولانا سید عبد الحق قادری صاحب' مدیر ماہنامہ ''حیات''، مولانا احمد بزرگ صاحب' مہتمم جامعہ اسلامیہ ڈابھیل، مولانا مفتی عباس صاحب بسم اللہ نائب مفتی جامعہ ڈابھیل، اور داعی الی اللہ مولانا موسیٰ صاحب سامروری مدظلہم وغیرہ حضرات کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

نماز سے فراغت پر لاجپور کے پرانے قبرستان میں اپنے ماموں حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے پہلو میں یہ گنجینۂ خوبی سپرد خاک ہوا، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے
سبزۂ نورستہ تیرے در کی نگہبانی کرے

مولانا کی وفات پر رفیق محترم مولانا عبدالحئ سیدات صاحب نے یہ مرثیہ کہا......حادثۂ جانکاہ

سوگ میں ڈوبا ہوا ہے آج پورا لاجپور

چل بسے ہیں آج ابراہیم ڈایا نیک نام
نیک سیرت نیک دل وہ قابل صد احترام
سوگ میں ڈوبا ہوا ہے آج پورا لاجپور
چار سو ماتم کناں اطراف میں ہیں خاص و عام
روشنی جاتی رہی ہر سو اندھیرا چھا گیا
ہوگیا رو پوش علم دین کا ماہ تمام
چل بسے دارِ فنا سے جانبِ دارِ بقا
واعظِ جادو بیاں وہ شاعرِ شیریں کلام
کون کھولے گا بھلا اب عقدۂ دشوار کو
چلے بسے وہ حکمت و علم معانی کے امام
آپ اہل علم کے اندر بڑے مقبول تھے
خوب رکھتے تھے عقیدت آپ سے سارے عوام
آپ تھے مشفق سراپا، حق شناسوں کے لئے
اور باطل کے لئے تھے ایک تیغِ بے نیام
آپ کا سینہ نبی کے عشق سے لبریز تھا

کوٹ کر دل میں بھری تھی الفت خیر الانام
وہ نماز پنج وقتہ کے بڑے پابند تھے
سنتِ خیر الوری کا ہر گھڑی تھا اہتمام
دو گھڑی کی زندگی ہے کچھ کمالو نیکیاں
تا دمِ آخر یہی دیتے رہے سب کو پیام
یہ دعا ہے مغفرت چومے قدم ہر موڑ پر
جنت الفردوس میں اللہ دے اونچا مقام
یہ دعا ہے خوب برسے تا قیامت قبر پر
رحمتوں کے پھول نادؔر نور کی بارش مدام

تعزیتی مکتوبات

مولانا کے وصال پر متعلقین کی طرف سے تعزیتی خطوط موصول ہوئے ان میں سے چند یہاں نقل کرتا ہوں۔

مکتوب: حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ اللہ

رزقکم اللّٰہ صبراً جمیلا و اجراً جزیلا

عزیزی الحاج مولوی مرغوب احمد سلمہ

سلام مسنون! عافیت طرفین مطلوب

بھائی تم اہل علم ہو، دنیا فانی ہے، جو آیا جانے ہی کے لئے آیا، لہذا اس میں قیل وقال کرنے کی سرمو گنجائش نہیں ہے، کسی نے فرمایا۔

لاتقل فیما جری کیف جری کل شئی بقضاء و قدر

مرحوم مولانا ابراہیم ڈایا رحمہ اللہ تعالیٰ سنگاپور میں کافی رہے، جب وقت موعود آ گیا تو اپنے وطن کی طرف مراجعت فرمائی۔

دو چیز آدمی را کشد زور زور یکے آب ودانہ یکے خاک گور

انا للّٰہ وانا الیہ راجعون ، غفر اللّٰہ لہ واسکنہ جنۃ الفردوس ، وافاض علیہ شابیب رضوانہ، حق تعالیٰ ان کی قبر کو نور رحمت سے بھرے، ایسے ہی روضۃ من ریاض الجنۃ کا نمونہ بنے۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گوہر افشانی کرے

حشر میں شان کریمی ناز برداری کرے

آمین بحرمت سید المرسلین ﷺ۔ تم دور ہو حادثہ کا قدرے اثر ہوگا، مگر صبر سے کام

لینا‘ رضا برقضا پر پابند رہنا۔ مرحوم کے پیچھے سنا ہے کہ لڑکا اور لڑکی ہے‘ ان کی حفاظت کرتے رہنا۔ فقط والسلام: سید عبدالرحیم

۱۰ر صفر المظفر ۱۴۱۴ھ

حضرت کا دوسرا گرامی نامہ بنام والد صاحب

گرامی قدر عزیزی الحاج بھائی میاں سلمہ ومولوی رشید احمد سلمہ واہل خانہ

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

عافیت طرفین مطلوب

مکرمی جناب الحاج مولانا ابراہیم ڈایا صاحب کی وفات کا علم ہوا۔

انا للّٰہ وانا الیه راجعون ، ماشاء یکون وما لا یشاء لا یکون ، غفر اللّٰہ له واسکنه جنة الفردوس، وافاض علیه شابیب رضوانه۔

مرحوم کی جدائی کا صدمہ قدرتی اور فطری امر ہے، اور اللہ رسول کے حکم پر راضی رہنا بھی ضروری ہے، رزقکم اللّٰہ صبرا جمیلا واجراً جزیلا۔

مرحوم کا سفر سے آجانا اور وطن میں اپنے لوگوں اور عزیزوں کے ہاتھ دفن ہونا یہ سب خدا کے فیصلہ کے مطابق ہے۔

لاتقل فیماجری کیف جری کل شئی بقضاء و قدر

مرحوم بڑے نیک اور مخلص اور دیندار تھے۔ عزیزوں کو خدمت کا ہوش رہ گیا اور چل بسے، توقع ہے کہ راحت نصیب ہوگی۔ ” تحفة المؤمن الموت “ ” الموت جسر یصل الحبیب الی الحبیب“۔ ؎

بفردوس اعلیٰ بود جائے او بہشت بریں بود ماوائے او

آمین بحرمت سید المرسلین ﷺ۔

آپ کو‘ حافظ رشید احمد‘ کو مرحوم کی بیٹی اور نواسی کو‘ اور جمیع متعلقین کو صبر جمیل عطا کرے، اور مرحوم کی قبر کو نور و رحمت سے بھر پور رکھے۔ احقر کو محبّ سے جدائی کا رنج بھی ہے اور نماز جنازہ کی شرکت سے محرومی کا بیحد افسوس بھی ہے، معذور ہوں‘ مجبور ہوں‘ اور شرمندہ بھی ہوں ’’العذر عند کرام الناس مقبول‘‘

میری طرف سے اپنے گھر کے تمام افراد کو سلام و دعاء۔

محزون و مغموم: احقر سید عبد الرحیم لاجپوری ثم راندیری

۲۹ محرم الحرام ۱۴۱۴ھ

حضرت مفتی صاحب کا ایک اور تعزیت نامہ

عزیزی مولوی مرغوب احمد سلمہ۔

سلام مسنون۔ آپ کے نانا جان مولانا ابراہیم ڈایا صاحب‘ واقعی ڈایا تھے، غفر الله له واسکنه جنة الفردوس وافاض علیه شابیب رضوانه،

موصوف بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ بڑا وصف ان کا اخلاص تھا۔ اللہ تعالی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں اعلی مقام نصیب کرے‘ اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازے، آمین۔

دادا صاحب کے فتاوی کا دوسرا نمونہ آیا نہیں۔ آنکھ کی تکلیف کی وجہ سے لکھنے پڑھنے میں بڑی دشواری ہے، اس لئے خط لکھنا کم کردیا ہے، بچوں کو سلام۔ لاجپور جا نہیں سکا۔

سید عبد الرحیم لاجپوری ثم راندیری

۱۲ ربیع الاول ۱۴۱۴ھ

تعزیت نامہ: حضرت مولانا اکرام الحق صاحب مدظلہ

محترم ومکرم جناب مولانا مرغوب احمد صاحب زادمجدہ

بعدہ سلام مسنون! مزاج گرامی

آپ کے نانا مرحوم کی وفات حسرت آیات سے بے حد قلق ہوا، اللہ پاک مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، جنت الفردوس میں اعلی سے اعلی مقام عطا فرمائے۔ ؎

بفردوس اعلیٰ بود جائے او بہشت بریں بود ماوائے او

آپ کو اور جملہ پس ماندگاں کو صبر جمیل اجر جزیل عطا فرمائے آمین۔

آپ کا پتہ یہاں نہ ہونے کی وجہ سے حضرت سید مفتی صاحب مدظلہ کا خط مولانا عبدالرؤف صاحب صوفی کی معرفت روانہ کیا جارہا ہے۔

اور آپ کے خسر صاحب سے ملاقات ہوئی تھی، یہاں تشریف لائے تھے، ان کو بھی سلام اور تعزیت مسنون پیش فرمادیں اور دعاء کی درخواست۔

فقط ناکارہ بندہ

اکرام الحق غفرلہ

مولانا سید عبدالحق قادری صاحب مدیر ماہنامہ حیات

عزیز محترم مولانا بھائی میاں صاحب

السلام علیکم

مزاج گرامی! مرحوم مولانا ڈایا صاحب کے جنازہ میں عجلت سے شرکت کی تھی، کچھ بات کرنے کا موقع بھی نہیں تھا۔

یادرفتگاں کے لئے کچھ بھیج دینا۔ بیرون لاجپور کے شرکاء خواص کے نام بھی لکھنا۔

سنگاپور کب گئے تھے؟ کتنے سال گزارے؟ کیا مشغلہ رہا؟ اس سے پہلے کیا کرتے تھے؟ فراغت کہاں کی تھی؟ اختصار سے جلد لکھ دینا۔

مرحوم مولانا ڈایا صاحب علماء قدیم کی نشانی تھے۔ صاحب استعداد تھے۔ مرحوم نے زندگی کا آخری قیمتی حصہ سفر میں گزار دیا، مٹی یہاں پر کھینچ لائی، یہ بہت اچھا ہوا۔ اہالیان لاجپور ایک قابل عالم سے محروم ہو گئے۔ اللہ مغفرت فرمائے، آمین۔

سید عبدالحق قادری

۲۱ ؍ جولائی ۱۹۹۳ء

تعزیت نامہ: حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب جونپوری دامت برکاتہم

عزیز محترم سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

آپ کے خسر مولانا ابراہیم صاحب کے انتقال کی خبر آپ کے خط سے ہوئی، اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرما کر جنت الفردوس میں مقام عطا فرمائیں، اور پس ماندگان کو صبر جمیل نصیب فرمائیں۔

مولانا مرحوم کے لئے انشاء اللہ کل صبح ایصال ثواب کا اعلان کیا جائے گا، فقط والسلام

املاہ: حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب دامت برکاتہم

بقلم وکیل احمد غفرلہ

۷؍۲؍۱۴۱۴ھ

تعزیت نامہ: حضرت مولانا نصیر احمد صاحب دامت برکاتہم
شیخ الحدیث و نائب مہتمم دارالعلوم دیوبند

از: دارالعلوم دیوبند

محترمی ومکرمی سلام مسنون

امید کہ مزاج بعافیت ہوں گے۔

آپ کے خسر صاحب مولانا ابراہیم صاحب مرحوم کے سانحۂ وفات کی خبر سے رنج وصدمہ ہوا، اللہ تعالی مرحوم کی مغفرت فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطا فرمائے نیز آپ تمام پسماندگان کو صبر کی توفیق بخشے، آمین۔

مرحوم کے لئے دارالعلوم میں ایصال ثواب کرادیا گیا ہے، خداوندکریم قبول فرمائے، امید کہ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں گے، والسلام:

نصیر احمد نائب

مہتمم دارالعلوم دیوبند

تعزیت نامہ: حضرت مولانا ابراراحمد صاحب دھلیوی دامت برکاتہم

باسمہ تعالی جل شانہ

بشرف ملاحظہ جناب قبلہ بھائی میاں زیدمجدکم

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

عافیت طرفین مطلوب۔ گرامی نامے سے مولانا ابراہیم ڈایا صاحب کے سانحۂ ارتحال کی خبر ملی ''انا لله وانا اليه راجعون'' اللہ پاک مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے اور کروٹ

کروٹ جنت نصیب فرمائے، آمین۔

مرحوم اس سیاہ کار سے بڑی محبت فرماتے تھے، اور بہت ہی اچھا گمان رکھتے تھے، ان کے ساتھ بعض مجلسوں کا نقشہ آنکھوں کے سامنے گھوم گیا۔ ادب وعظمت قرآن کریم اور دینی لباس کے باب میں بڑی غیرت رکھتے تھے۔ اللہ پاک ان کی جملہ حسنات کو قبول فرمائے، آمین۔

اس سیاہ کار کے حق میں بھی دعا فرماتے رہیں، اور خاص طور سے اصلاح حال اور حسن مآل کی۔ پرسان حال احباب سے سلام، فقط محتاج بندہ:

ابرار احمد

تعزیت نامہ: مولانا مفتی احمد بیمات صاحب

سابق شیخ الحدیث وصدر مفتی فلاح دارین ترکیسر

برادر عزیز الحاج المعروف بھائی میاں سلمہ الکریم

السلام علیکم ورحمة الله وبركاته

بعد سلام مسنون خیریت طرفین مطلوب۔

آپ کا گرامی نامہ ملا پڑھ کر انتہائی رنج ہوا، مگر انسان تعلیم خداوندی ''انا لله وانا اليه راجعون'' کے سوا کیا کرسکتا ہے۔

مرحوم جوانی سے صالح، متقی، خادم قوم وملت تھے۔ اللہ جل شانہ ان کی خدمات جلیلہ کو قبول فرماوے، اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ قرآن خوانی کے بعد دعا ہوگی انشاء اللہ۔ محتاج دعاء:

احمد

تعزیت نامہ: استاذی مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی دامت برکاتہم شیخ الحدیث دارالعلوم آزادول افریقہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم جناب بھائی میاں صاحب مدظلہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں بحمدہ تعالیٰ جملہ متعلقین کے ساتھ خیریت سے ہوں۔ مولوی رشید احمد سلمہ کا خط موصول ہوا، جس سے یہ جان کر دکھ ہوا کہ حضرت مولانا ابراہیم ڈایا صاحب لاجپوری اللہ تعالیٰ کی رحمت کو پہونچ گئے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

بعد میں انگلینڈ سے بھی ایک صاحب کے ذریعہ یہ خبر ملی۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی بال بال مغفرت فرمائے، اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب کرے، پسماندگاں کو صبر جمیل نصیب کرے، مولوی رشید احمد سلمہ اوران کی والدہ بہنوں سب کو سلام عرض کریں، اور ہماری طرف سے کلمات تعزیت۔ سب کو جانا ہی ہے، مرحوم تو عمر طبعی بھی پوری کر چکے رہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو آخرت کی تیاری کی توفیق عطا فرمائے۔

مولوی مرغوب سلمہ کے خطوط چند ماہ قبل ملے تھے، پھر معلوم ہوا کہ حج میں تھے، اور مجھ کو تلاش بھی کررہے تھے لیکن ملاقات نہ ہوسکی، جس کا افسوس ہے۔ ''سفینۃ البلغاء'' پر کچھ لکھ رہے ہیں میرے پاس یہاں بھیجا تھا۔ ان کو خط لکھیں تو میرا سلام لکھیں۔

مولانا ابراہیم کاوی صاحب آتے ہوں تو ان کو بھی سلام عرض کریں۔ دیگر پرسان احوال کو بھی۔ اپنی دعوات صالحات میں یاد فرمائیں۔ والسلام

فضل الرحمٰن اعظمی

۱؍ربیع الاول ۱۴۱۴ھ ۲۰؍اگست ۱۹۹۳ء، جمعہ

تعزیت نامہ: مولانا بشیر احمد دیوان صاحب دامت برکاتہم

گرامی القدر رفیق العزیز مولانا بھائی میاں صاحب زیدت عنایتکم اور جملہ اہل خانہ سلمکم اللہ تعالیٰ۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

بعد سلام مسنون، یہ بندہ ناچیز مع اہل وعیال بفضلہٖ تعالیٰ اورآں عزیز کی مخلصانہ دعاؤں سے مع الخیر رہتے ہوئے، آپ کی خیر و عافیت مع اہل خانہ خداوند کریم سے ہمہ وقت مطلوب ومقصود۔

کئی دنوں سے ارادہ کررہا تھا کہ آپ کی خدمت میں ایک عریضہ خیریت کا ارسال کروں، مگر مصروفیت کی وجہ سے آج کل پر ٹلتا رہا، آخر آج بجائے خیریت نامہ کے تعزیت نامہ تحریر کرنا پڑا۔

عزیزی بھائی حافظ عبدالحق سلمہ کا عنایت نامہ موصول ہوا جس میں یہ رنج وافسوس سے بھری ہوئی خبر دی گئی تھی کہ آنجناب کے عزیز خسر اور ناچیز کے استاذ محترم حضرت مولانا ابراہیم ڈابا صاحب وطن لاجپور میں اللہ کی رحمت کو پہنچ گئے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' وفات حسرت آیات کی یہ افسوس ناک خبر سے دل کو بے حد صدمہ ہوا، دعا ہے کہ اللہ رب العزت استاذ محترم کی مغفرت فرمائے، رحمت خاصہ ومغفرت تامہ نصیب فرمائے، قبر میں انوار الٰہی کا نزول ہو، جنت الفردوس میں اعلیٰ ترین مقام عطا ہو، اور آپ تمام عزیزوں کو صبر جمیل کی توفیق بارگاہ الٰہی سے نصیب ہو، اللّٰھم اغفرلہ وارحمہ وسکنہ فی الجنۃ الفردوس رحمۃ واسعۃ ومغفرۃ تامۃ،

عزیزم! اس تعزیت نامہ میں استاذ محترم کی مختصر صفات عالیہ واوصاف حمیدہ اپنے

مختصر علم و تجربہ کی روشنی میں عرض کرتا ہوں۔

حضرت مولانا ہمارے قصبۂ لاجپور کے ممتاز علماء میں شمار ہوتے تھے، علمی استعداد اعلی درجہ کی تھی، خوش بیان مقرر تھے، حلیم الطبع' بردبار' خوش مزاج' پرلطف ذوق' بارگاہ الٰہی سے ودیعت ہوئے تھے۔ شعر شاعری کا بھی عمدہ ذوق رکھتے تھے۔

بندۂ ناچیز نے فارسی کی چند کتابیں مولانا مرحوم کے مکان ہی پر پڑھی تھیں۔ مرحوم جب جامع مسجد میں امامت کے فرائض انجام دیتے تھے میرا طالب علمی کا زمانہ تھا چھٹیوں میں گھر پر آتا تو اکثر نمازیں بندہ ہی پڑھاتا، مجھے نماز پڑھانے کا حکم دیتے تو میں حکم بجالاتا، غالباً مرحوم کا منشا یہ تھا کہ بندہ ان کی نگرانی میں امامت کی تربیت حاصل کرلے، اکثر نماز کے بعد استاذ محترم ناچیز کا باہر انتظار کرتے اور پھر ہم ساتھ میں گھر پر آتے، چائے وغیرہ پلاتے، بڑی محبت کرتے۔

گاؤں میں کسی جگہ تقریر کا پروگرام ہوتا تو اکثر مجھے ساتھ لے جاتے، اور اپنے ناچیز شاگرد کو پہلے تقریر کے لئے فرماتے، میری خوب حوصلہ افزائی فرماتے۔ الحاصل مختصر یہ کہ اللہ تعالی نے مولانا مرحوم کو بہت سی خوبیوں سے نوازا تھا۔

قریباً ڈیڑھ دو سال قبل جب میں فیجی سے مع اہلیہ وطن وعمرہ کی نیت سے آرہا تھا' تو ہم ملاقات کے لئے سنگاپور مرحوم کے مکان پر پہنچے، ایک مدت کے بعد ملاقات ہوئی۔ تو بہت ہی خوش ہوئے' اور جب میں نے واپسی پر خبر دی کے فلاں دن سنگاپور آرہا ہوں' آپ ہمارے لئے کسی اچھے ہوٹل میں جگہ بک کرادے، آپ خود تکلیف نہ اٹھائے، جب ہم دونوں وقت پر ایرپورٹ سے باہر آئے تو دیکھا کہ مولانا مرحوم مع اہلیہ ایرپورٹ پر لینے تشریف لائے ہیں، خوشی خوشی ملاقات کی اور فرمایا کہ میرے غریب خانہ ہی پر قیام کریں،

ہوٹل میں آپ کے لئے مناسب نہیں، میں نے عرض کیا کہ آپ نے بیماری اور ضعیفی میں ایر پورٹ آنے کی تکلیف کیوں اٹھائی؟ فرمانے لگے یہ کوئی تکلیف کی بات نہیں، یہ میری سعادت ہے مجھے خوشی ہے کہ قیام میرے ساتھ ہو، اور خدمت کا موقع حاصل کروں، مجھے بڑی شرمندگی ہوئی۔

سوچتا ہوں کہ اللہ تعالی نے کتنے اعلیٰ اخلاق سے مولانا کو نوازا تھا۔ میں ہر حالت میں مرحوم سے چھوٹا تھا' اور چھوٹا ہی ہوں، لیکن اپنے سے چھوٹوں کو آگے بڑھانے کا جذبہ' اپنے شاگرد کو اپنے سے بلند مرتبہ پر دیکھنے کی تمنا' یہ وہ اوصاف حمیدہ ہیں جو آج طبقہ علماء میں بھی عنقاء ہے۔

الحاصل یہ کہ ہمارے درمیان سے اسلاف کا ایک اعلی نمونہ اٹھ گیا۔ بہت سی خوبیاں تھیں مولانا مرحوم میں۔ کاش ہم نے اس نعمت عظمی کی قدر کی ہوتی۔

ہمارا ایمان ہے کہ موت برحق ہے' وقت پر ہی آتی ہے ﴿ کل نفس ذائقة الموت ﴾ اور ﴿ کل من علیها فان ﴾ فرمان ربانی ہے، رب ذوالجلال کی پاک واکرام والی ذات کے علاوہ ہر چیز کے لئے فنا مقدر ہو چکا ہے، یہ نہ ٹل سکتا ہے اور نہ ٹالا جا سکتا ہے، یہاں کی ہر نعمت کے لئے زوال ہے' فنا ہے، عربی شاعر لبید بن ربیعہ کا مشہور شعر ہے ؎

الا کل شئی ما خلا اللّٰہ باطل   وکل شئی لا محالة زائل

آگاہی ہو اللہ کے سوا ہر چیز فانی ہے، اور یہاں کی ہر نعمت ایک دن ختم ہو جانے والی ہے۔ ذوق مرحوم نے بالکل سچ کہا ہے ؎

یہ چمن یوں ہی رہے گا اور ہزاروں بلبلیں
اپنی اپنی بولیاں سب بول کر اڑ جائیں گے

عزیزم! یہ مختصر چند باتیں نوک قلم پر آ گئیں، جو آپ کی خدمت میں پیش کر دی ہیں۔ گھر میں سب کی خدمت میں ہم سب کی طرف سے سلام و دعا عرض کر کے تعزیت کے مسنون الفاظ پیش کر دیں۔ پرسان حال حضرات کی خدمت میں سلام و دعا عرض ہے۔ اور خصوصی دعاؤں کی استدعا ہے۔ والسلام محتاج دعا:

آپ کا مخلص: بشیر احمد عفی عنہ

نوٹ:......ملاقات ہونے پر محترم المقام حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب دامت برکاتہم' مولانا سید عبدالحق قادری صاحب زید مجدکم' مولانا یوسف گھرڈا صاحب' بھائی حافظ عبدالحق صاحب' احمد میاں کارا صاحب و دیگر حضرات کی خدمت میں سلام و دعا عرض کر دیں۔

چند آخری کلمات

بندہ کی طرف سے اور گھر میں سے اہلیہ حلیمہ بی بی سلمہا کی طرف سے خصوصی سلام و دعا آپ کے ساتھ اہلیہ رابعہ بی بی' بیٹی خدیجہ بی بی' فرزند مولوی حافظ رشید احمد' فرزند محمد حسن اور دیگر پیارے بچوں کی خدمت میں عرض ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو خوش و آباد رکھے' دین و دنیا کی بھلائیاں عطا ہو' آمین۔

فرزند رشید احمد اور سب بچے بھی سلام و دعا عرض کرتے ہیں۔

لندن خط لکھے تو فرزند مولوی مرغوب احمد سلمہ، اور بچوں کی خدمت میں بھی سلام و دعا ہماری طرف سے تحریر کر دے، دعاؤں میں یاد رکھیں۔ فی امان اللہ والسلام۔

۲۲ / صفر المظفر ۱۴۱۴ھ مطابق ۱۲ / اگست ۱۹۹۳ء

پنج شنبہ

گجراتی ماہنامہ ''امید'' کے تأثرات

۳۰؍جولائی،۱۹۹۳ء

حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب لاجپوری کے بھانجے اور مولانا اسماعیل (بھائی میاں) صاحب دامت برکاتہم کے خسر جناب حضرت مولانا ابراہیم ڈایا صاحب ۱۹؍ جولائی ۱۹۹۳ء بروز ہفتہ اللہ کو پیارے ہوگئے۔

مولانا کچھ سال مدرسہ اسلامیہ لاجپور میں درس کی خدمت انجام دینے کے بعد بغرض تبلیغ دین سنگاپور تشریف لے گئے تھے، اور وہیں مقیم تھے، ابھی آبائی وطن لاجپور آئے ہوئے ایک ہی ہفتہ گزرا تھا کہ جاں بحق ہوگئے۔

عمر تقریباً ۷۵؍سال تھی، اسی دن مغرب کی نماز کے بعد سپرد خاک کئے گئے۔ نماز جنازہ شیخ الحدیث حضرت مولانا اجمیری صاحب دامت برکاتہم نے پڑھائی۔

حضرت مولانا ابراہیم صاحب ڈایا رحمہ اللہ کے اشعار، نعتیں، نظمیں

حضرت مولانا ابراہیم صاحب ڈایاؒ کے اشعار، نعتیں، نظمیں جو مل سکیں وہ درج کی جاتی ہیں۔ کئی نعتیں اور نظمیں جو حضرت کی تھیں وہ نہ مل سکیں، جس کا افسوس ہے اور رہے گا۔

مرغوب احمد لاجپوری

نذرانۂ عقیدت

ہزاراں بار از مشک وگلابم گر زباں شویم

۱ چگونہ مدح سرکارِ مدینہ می تواں خوانم
کہ من عاصی و نا اہلم الف از با نمی دانم
۲ تعالی اللہ کجا سرکار دو عالم شہِ والا
منم مدحت نگار کم از طفلِ دبستانم
۳ چہ گویم خود خداوند کریمش در حقش فرمود
نبودے وے نہ کردم پیدا عالم عالمیانم
۴ خدا فرمود از آدم محمد گر نمی بودے
نہ بودے عرش و کرسی ہم نہ جنت را پدیدانم
۵ محمد اول مخلوق و نورش نورِ ربانی
ہمہ انوارِ عکس او چہ خوش گویم چہ خوش خوانم
۶ مبارک انبیاء را اقتدایش در شبِ اسراء
مؤذن جبرئیل وے امام پیشوا یانم
۷ محمد در مراتب ہا ز جملہ انبیاء بر تر
ملائک ہم زمین بوس مقامش چہ علا خوانم
۸ بہ یومِ عرض محشر آدم و ذریتِ آدم
ستادہ صف زدہ زیرِ لوایش بالیقین دانم

۹ خدا فرمود اے انسان مرا محبوب گر داری
اطاعت کن محمد را شوی بس از حبیبانم
۱۰ محمد مصطفیٰ فرمود موسی گر ہمیں بودے
اطاعت کرد مارا گر بودے زندہ بدورانم
۱۱ چہ خوش گفت آں شہِ جیلان درنعت رسول من
نبی را بدرِ کامل داں و عالم مقتدی مانم
۱۲ شہِ اجمیر گفتہ کے میسر می شود یاراں
بغیر از اتباع مصطفیٰ دیدارِ یزدانم
۱۳ بہ حق حضرتِ خیر الوری صدر العلی یارب
نیاید تادم آخر زیاں در دین و ایمانم
۱۴ صلوۃِ رب عالم بر روانِ قبلۂ ایماں
برآلیش صد ہزاراں رحمت اصحاب سلطانم
۱۵ ہزاراں سال گر مدحت بگویم یارسول اللہ
ادا حقت نخواہم کرد گر از صد زباں خوانم
۱۶ ہزاراں بار از مشک و گلابم گر زباں شویم
ہنوز اسمِ رسولِ پاک بر دم سخت نادانم
۱۷ پس از باری تعالیٰ شانہ بزرگ توئی شاہا
من ابراہیم یاشمس الضحی بس ایں قدر دانم

ترجمہ

۱:......کیونکر رسول اللہ ﷺ کی تعریف میں کرسکتا ہوں کہ میں گنہگار اور نااہل ہوں، الف سے با تک نہیں جانتا ہوں۔

۲:......سبحان اللہ کہاں سرکارِ دو عالم شہِ والا، کہ میں آپ کی مدح کرنے والا، مکتب کے بچے سے بھی کم ہوں۔

۳:......میں کیا کہوں، خود اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں فرمایا ہے کہ: اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے، تو دنیا اور دنیا والوں کو پیدا نہ کرتا۔

۴:......اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام سے فرمایا: اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو عرش، کرسی، جنت و دوزخ کچھ پیدا نہ کرتا۔

۵:......محمد ﷺ سب سے پہلے پیدا ہوئے، اور آپ کا نور اللہ تعالیٰ کے نور سے بنا ہے، اور تمام مخلوقات کے انوار آپ کے نور سے بنے ہیں، کیاں کہوں، یا تعریف کروں۔

۶:......تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام شب معراج میں آپ ﷺ کے پیچھے کھڑے تھے، مؤذن جبرئیل علیہ السلام تھے اور آپ تمام کے پیشوا، اور ان کے امام تھے۔

۷:......محمد ﷺ مرتبوں میں تمام انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام سے بڑے ہیں، ملائک بھی آپ کی قدم بوسی کرتے ہیں، کیا بلندی میں آپ کی بیان کروں۔

۸:......میدان محشر میں آدم علیہ الصلوۃ والسلام اور اولاد آدم سب صف بنا کر آپ کے جھنڈے کے نیچے کھڑے رہیں گے، یہ بات یقین سے جانتا ہوں۔

۹:......اللہ تعالیٰ نے فرمادیا: اے انسان! اگر مجھے محبوب رکھتا ہے تو محمد (ﷺ) کی اطاعت کر، میرا بھی محبوب بن جائے گا۔

۱۰:......اور خود حضرت محمد ﷺ نے فرما دیا: اگر موسیٰ (علیہ الصلوۃ والسلام) بھی ہمارے زمانہ میں زندہ ہوتے' تو میری ہی اطاعت کرتے۔

۱۱:......شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ: میرے مقتدا' میرے پاک دادا نبی' بدر کامل ہیں' اور تمام دنیا ہماری مقتدی ہے۔

۱۲:......شاہ اجمیری نے فرمایا کہ: یاروں کو رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کے بغیر دیدار خداوندی کیسے نصیب ہوسکتا ہے؟

۱۳:......اے میرے رب! حضرت خیرالوریٰ' صدرالعلیٰ (ﷺ) کے طفیل میرے دین و ایمان میں آخری دم تک نقصان نہ آئے۔

۱۴:...... ہر دم اللہ تعالیٰ کا درود ہو میرے آقا ﷺ کی روح پر' میرے کعبہ کی آل اور میرے سلطان کے تمام صحابہ پر۔

۱۵:...... یارسول اللہ! اگر ہزار سال بھی آپ کی تعریف کروں' تب بھی آپ کا حق ادا نہیں کرسکتا' چاہے سو زبان سے تعریف کروں۔

۱۶:......اگر ہزار بار بھی مشک و گلاب سے اپنی زبان دھولوں' تو بھی رسول پاک ﷺ کا نام لینا سخت نادانی سمجھوں گا۔

۱۷:......پس اللہ تعالیٰ کے بعد آپ ہی بزرگ ہیں' میں ابراہیمؔ اے شمس الضحیٰ! فقط اتنا ہی جانتا ہوں۔

آس لگائے بیٹھے ہیں سارے ان کی شفاعت پر

آسماں چاند سورج ستارے حیراں ہیں سارے
جن و انس حور و فرشتے قرباں ہیں سارے
حلیمہ کا پیارا خدا کا دلارا سہانا سہانہ ہے
تشریف لائے اس دنیا میں کونین کے سرور
پیدا ہوئے آمنہ کے مکاں پر معصوم پیغمبر
شاہ حرم کا نبی کے کرم کا کھینچا شامیانہ ہے
چاندنی چمکی روشنی آئی ہوا اندھیرا دور
جگ پر چھائی عدل کی شاہی ظلم ہوا کافور
گھر گھر میں ان کا بیان، انہیں کی ثنا، انہیں کا ترانہ ہے
چھا گئی بزم کون و مکان میں اسلام کی شوکت
پھیل گیا دین سارے جہاں میں کفر ہوا غارت
پرچم شفیع الوری کا امام الوری کا بڑا افتخانہ ہے
آس لگائے بیٹھے ہیں سارے ان کی شفاعت پر
پلتے ہیں دونوں جہاں والے ان کی سخاوت پر
حضرت رسول خدا کا شہ دوسرا کا بڑا آستانہ ہے
مجھ کو چھپالو دامن میں اے شاہ عرب اے شاہ عجم
میری خطائیں بخشا دو اور حق سے مٹا دو رنج و الم
آقا سوائے تمہارے نہیں ہے سہارا نہ کوئی ٹھکانہ ہے

بوبکر و عمر و عثمان و علی خلفائے پیغمبر
حسین و حسن اولاد علی جنت کے دو گوہر
دین رسول امین کا شہ مرسلین کا ہر ایک پروانہ ہے
ایک جھٹکے میں اکھاڑ ڈالا شہ نے در خیبر
مرحب یہودی کو کاٹ ڈالا کر دیا بے سر
پنجہ شیر خدا کا علی مرتضی کا بڑا مردانہ ہے

....

مہبط روح الامیں ہو مطلع وحی مبیں ہو

فرض ہے ایمان والفت فرض ہے تعظیم وحرمت
ختم ہے تم پر نبوت ختم ہے تم پر رسالت
اب نبی کوئی نہ ہوگا تم نبی آخری ہو
اب نہ ہوگا کوئی مرسل تم رسول آخری ہو
پیکر صبر و رضا ہو با حیا ہو با وفا ہو
شاکر رب العلی ہو با صفا ہو با خدا ہو
صاحب حوض و لواء ہو شافع روز جزاء ہو
شاہد کل انبیاء ہو حامد خاص خدا ہو
صاحب علم الیقیں ہو صاحب عین الیقیں ہو
صاحب حق الیقیں ہو مرجع کل عارفیں ہو
مل چکی تھی یہ بشارت' ہیں خطا سے پاک حضرت

باوجود ایں فضیلت رات بھر کرتے عبادت
کوہ استقلال و ہمت معدن حلم و مروت
صاحب تقوی و غیرت خوش مزاج و خوش طبیعت
مہبط روح الامیں ہو مطلع وحی مبیں ہو
واقف اسرار دیں ہو بحر ایمان و یقیں ہو
صاحب قرآن ہو تم صاحب برہان ہو تم
صاحب احسان ہو تم رحمت رحمان ہو تم
رہبر رشد و ہدیٰ ہو ہادیٔ صدق و صفا ہو
آفتاب پر ضیاء ہو نور ذات کبریاء ہو

....

آپ کو حاصل ہے حضرت دونوں عالم کی امامت

انتخاب انبیاء ہو افتخار اولیاء ہو
آپ کی تعریف کیا ہو آپ محبوب خدا ہو
منبع جود و سخا ہو چشمۂ فیض و عطا ہو
حامیٔ ہر بیوا ہو بیکسو کے آسرا ہو
صادق الوعد الیقیں ہو حامل دین متیں ہو
داعی راہ مبیں ہو مالک خلد بریں ہو
صاحب لطف و کرم ہو سید عالی ہمم ہو
قبلۂ خیر الامم ہو کعبۂ عرب و عجم ہو

گالیاں کھا کر دعا دی دشمنوں کو بھی غذا دی
دشمنی ساری بھلادی دولت ایماں دلادی
آمنہ بی بی کے فرزند عبد اللہ کے پیوند
عبدالمطلب کے دلبند آپ سے خوش ہے خداوند
روضۂ سرکار کیا ہے گلشن خلد بقاء ہے
نور سے سارا بھرا ہے مشک وعنبر میں بسا ہے
التجاء ہے پیشوا سے نور چشم آمنہ سے
مصطفیٰ سے مجتبیٰ سے بخشوا دیجئے خدا سے
جان کر سہارا لے لیا ہے در تمہارا
سرور عالم خدارا لو سلام اب تو ہمارا
مرد میداں شجاعت حاکم عدل و صداقت
آپ کو حاصل ہے حضرت دونوں عالم کی امامت
آشکارا تھی امانت اور مسلم تھی شرافت
باوجود صد شفقت دور تک پھیلی تھی ہیبت

ہو نہیں سکتا کوئی ہرگز مثال مصطفیٰ

سرمۂ چشم امم خاکِ نعالِ مصطفیٰ
دولت دارین ہے جود و نوال مصطفیٰ
افضل واعلیٰ ہیں کل مخلوق سے آل رسول
قیصر و کسریٰ سے بہتر ہے بلال مصطفیٰ
آپ ہیں اللہ کے محبوب مولا کے حبیب
ہو نہیں سکتا کوئی ہرگز مثال مصطفیٰ
دیکھ لیں گے آنکھ سے سب اولین وآخریں
حشر کے میدان میں قرب و کمال مصطفیٰ
پاک دامانی کے قائل منکران وقت بھی
کس قدر معصوم ہیں حسن وجمال مصطفیٰ
بارگاہ خاص عرش پاک پر پہنچے حضور
اے تعالی اللہ اوج بے مثال مصطفیٰ
آشکارا ہے جہاں میں رفعت خیر البشر
ہے نمایاں دہر میں فضل و کمال مصطفیٰ
تا ابد قائم رہے گا با ہمہ عز و وقار
مٹ نہیں سکتا کبھی جاہ و جلال مصطفیٰ
حشر تک زندہ رہے گا آپ کا دین مبیں
بجھ نہیں سکتا چراغ لا زوال مصطفیٰ

آپ کی تعلیم ہے تعلیم رب العالمین
دانش وحکمت سے پر ہے قیل وقال مصطفیٰ
کانپتے تھے بادشاہان جہاں بھی آپ سے
اللہ اللہ عظمت رعب و جلال مصطفیٰ
کردیا آزاد سارے دشمنان جان کو
مرحبا صلِّ علی شان جمال مصطفیٰ
صاحبِ خلق عظیم و صاحبِ لطف عمیم
خوب پاکیزہ ہے عادات و خصال مصطفیٰ
ذات پاک مصطفیٰ پر ہو درود بے حساب
ہو سلام بے حد و غایت بر آل مصطفیٰ
جان دیدی کربلا میں آپ کی اولاد نے
ہوگئی ایمان پر قربان آل مصطفیٰ
آرزو یہ قلب پر آئے الٰہ العالمین
خواب میں ہوجائے دیدار جمال مصطفیٰ
باغ جنت میں رہوں نار جہنم سے بچوں
آپ کے صدقے اے معراج والے مصطفیٰ

پسینے کی خوشبو ہے عنبر سے بڑھ کر

محمد کی آمد سراجا منیرا ۱ فصلوا علیہ کثیرا کثیرا
صلی اللہ علی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ندا تھی کہ سرکار تشریف لاؤ ۲ شہنشاہِ ابرار تشریف لاؤ
رسولوں کے سردار تشریف لاؤ دوعالم کے غم خوار تشریف لاؤ
تو آئے محمد بشیراً نذیرا فصلوا علیہ کثیرا کثیرا

ہے معصوم معصوم صورت پیمبر ۳ حسین و جمیل و منوّر منوّر
مقدّس مقدّس مطہر مطہر پسینے کی خوشبو ہے عنبر سے بڑھ کر
نکلتی ہے تن سے مہک بے نظیرا فصلوا علیہ کثیرا کثیرا

محمد کی تشریف آئی نہ ہوتی ۴ تو ظاہر یہ ساری خدائی نہ ہوتی
اگر راہ رب کی دکھائی نہ ہوتی خدا تک کسی کی رسائی نہ ہوتی
یہاں پر ضروری ہے ان کا وسیلہ فصلوا علیہ کثیرا کثیرا

محمد کی ظاہر نبوت نہ ہوتی ۵ تو حاصل کسی کو ہدایت نہ ہوتی
جہنم سے بچنے کی صورت نہ ہوتی میسر کسی کو بھی جنت نہ ہوتی
محمد کی ہستی ہے فضلاً کبیرا فصلوا علیہ کثیرا کثیرا

کی بندوں پے اللہ نے پوری نعمت ۶ پیمبر کو بخشی مکمل شریعت
اس امت پے مولی کی بے حد ہے رحمت نہ ہو جائے گمراہ دنیا میں امت
اتاری نبی پر کتاباً منیرا فصلوا علیہ کثیرا کثیرا

وجود ان سے بخشا فلک اور زمیں کو ۷ منور کیا ان سے عرش بریں کو

چمک ان سے دی کرسیٔ دل نشیں کو مجلی کیا آفتابِ متیں کو
به نوّر الله قمراً منیرا فصلوا علیه کثیرا کثیرا

۸ نبی مصطفیٰ ہیں دوعالم کے رہبر امام انبیاء کے رسولوں کے سرور
ہوئی ختم پیغمبری مصطفیٰ پر نہ ہوگا کوئی حشر تک اب پیمبر
کہ ہیں آپ اخیری رسولاً نبیا فصلوا علیه کثیرا کثیرا

۹ نبی نے شہادت کی انگلی اٹھا کر[۱] اشارہ کیا جانب ماہ انور
کہا چاک ہوجا بفرمانِ داور وہیں ہوگیا چاک ماہِ منور
جھکا کر جبینِ مبیناً منیرا فصلوا علیه کثیرا کثیرا

۱۰ گئے شاہ لولاک عرش بریں پر ملے حق تعالی سے فرش مبیں پر
فدا واپسیٔ شہِ مرسلیں پر کہ تحفہ نمازوں کا لائے زمیں پر
خدا کی قسم یہ ہے فوزاً کبیرا فصلوا علیه کثیرا کثیرا

۱۱ دلی درد ہے مؤمنوں سے نبی کو وہ بخشائیں گے نیک اور بد سبھی کو

---

[۱] ......آپ ﷺ کے معجزہ شق القمر میں انگشت مبارک کا اشارہ کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں ہے، یہ سب غیر معتبر باتیں ہیں، ہاں البتہ کفار نے حضور ﷺ سے سوال کیا تھا، جس پر آپ ﷺ نے اللہ تعالی سے دعا کی تھی، جس سے چاند دو ٹکڑے ہوگیا تھا۔

’’قال المشركون للنبی صلی الله علیه وسلم : ان كنت صادقا فشق لنا القمر ، فقال : ان فعلت تؤمنون ؟ قالوا : نعم ‘ وكانت ليلة الجمعة ‘ فسأل الله تعالى ‘ فانشق فرقتين ‘ نصف على الصفا و نصف على قعيقان ، الخ‘‘۔

(عمدۃ القاری ص۲۰۶ ج۱۹، باب وانشق القمر ، تحت رقم الحدیث:۴۸۶۴)

’’وقد شاع ان النبی صلی الله علیه وسلم اشار الى القمر بسبابته الشريفة ‘ فانشق ، ولم اره فی خبر صحیح‘‘۔ (روح المعانی ص ص۱۱۵ ج۱۵، سورۃ القمر۔ فتاوی قاسمیہ ص۱۰۷ ج۲، سوال نمبر:۲۳۱)

جہنم میں رہنے نہ دیں گے کسی کو نکالیں گے دوزخ سے ہر امتی کو
کہ خیر الوریٰ ہے رؤفاً رحیماً فصلوا علیه کثیرا کثیرا
محمد نبی وہ پیمبر ہمارے ۱۲ وہ دائی حلیمہ کی آنکھوں کے تارے
وہ ہے والدہ آمنہ کے دلارے ہر ایک امتی اور مولی کے پیارے
دلائیں گے جنت میں ملکاً کبیراً فصلوا علیه کثیرا کثیرا
بشوق شہادت گیا کربلا میں ۱۳ دکھایا بڑا حوصلہ کربلا میں
ہزاروں کو غارت کیا کربلا میں گلا حق پے کٹوادیا کربلا میں
بڑا شیر تھا مصطفیٰ کا نبیرا فصلوا علیه کثیرا کثیرا
چھپے غار میں جا کے صدیق وسرور ۱۴ کبوتر نے انڈے دیئے تازہ وتر
تنا جال مکڑی نے مامور ہوکر بچے جان کے دشمنوں سے سراسر
خدا نے حفاظت کی حفظاً کبیرا فصلوا علیه کثیرا کثیرا
مبارک ہو تمہیں خوش نصیبی قسمت ۱۵ مسلمان ہیں سب محمد کی امت
انہیں آخرت میں نہیں کوئی کلفت محمد کی امت ہے مہمان جنت
وہاں پائے گی فضل وملکاً کبیرا فصلوا علیه کثیرا کثیرا
صلی الله علی محمد صلی الله علیه وسلم

مبارک ہورسول رحمت ولطف وعطا آئے

مبارک ہو رسولِ رحمت و لطف و عطا آئے
مبارک ہو نبیٔ بخشش و جود و سخا آئے
مبارک ہو امامِ انبیاء و خیر الوری آئے
سنادو ابر رحمت مشرق و مغرب پے چھا جائے
کہ بن کر رحمت عالم محمد مصطفیٰ آئے

قحط ملک عرب میں تھا بپا ہر سو تھی ناشادی
نظر آتی تھی ہر جانب تباہی اور بربادی
ہوئے جب اس جہاں میں جلوہ گر کونین کے ہادی
گھٹا آئی ابر برسا ہوئی ہر سمت آبادی
لئے سب نعمت و برکت وہ برکاتِ لقا آئے

ہوا لطف و کرم دریائے رحمت جوش میں آیا
مٹا ظلم و ستم انصاف ہر سو ہر طرف چھایا
یتیموں اور بیواؤں نے امن و اطمیناں پایا
ضعیف و بے کس و مظلوم نے آرامِ جاں پایا
سراپا رحمت و رأفت رسول کبریا آئے

بجھی فارس کی آتش نور کعبہ جگمگا اٹھا
سمندر سر زمین روم میں خشک ہوگیا سارا
جلالِ حق سے کسری کے محل میں زلزلہ آیا

گرے دنیا کے بت اوندھے خدائی فیصلہ آیا
نہایت شان وشوکت سے رسولِ مجتبیٰ آئے
مٹی ظلمت جہالت کی نحوست اور پستی کی
فضائیں بھر گئیں علم وعمل سے بستی بستی کی
کٹی یکبارگی جڑ کفر و شرک و بت پرستی کی
ہوئی جلوہ گری توحید کی اور حق پرستی کی
منور ہوگیا ایمان جب بدرالدجیٰ آئے
ملایا حق سے غیروں کی غلامی سے رہائی دی
(یہ مصرعہ سمجھ میں نہ آیا)
بسایا باغ جنت میں ارم کی بادشاہی دی
ادھر اقوام عالم کی امامت پیشوائی دی
لئے دونوں جہاں کی دولتیں خیرالوریٰ آئے
شرافت تقویٰ و غیرت امانت صدق سچائی
(یہ مصرعہ سمجھ میں نہ آیا)
جواں مردی تحمل شفقت و صبر و شکیبائی
خوش اخلاقی تدبر خوش مزاجی عقل و دانائی
غرض ہمراہ پیغمبر کل اوصاف عُلا آئے
بشر ہو کر بشر سے بڑھ گئے کونین کے سرور
ہرن کا خون بن جاتا ہے جیسے مشک خوں ہوکر

اور اس مشک مصطفائی کی حفاظت سے کہیں بڑھ کر
حفاظت آپ کی فرما چکا ہے خالق اکبر
تو بن کر بزرگ و برتر امام الانبیاء آئے

....

ہیں سب کے سلطان عربی پیغمبر

روحِ ایماں عربی پیغمبر
جانِ مسلمان عربی پیغمبر

جن و بشر اور حور و ملائک
ہیں سب کے سلطان عربی پیغمبر

سر تا بہ پا نور علی نور
محبوبِ سبحاں عربی پیغمبر

ہے سب سے بڑھ کر ان کی گدائی
ہے ظلِ رحماں عربی پیغمبر

گلزار دین و رشد ہدی کے
تم ہو نگہباں عربی پیغمبر

امت پر اپنی واللہ تم ہو
بے حد مہرباں عربی پیغمبر

تیری ہدایت پا کر ہوئے ہیں
روشن دل وجاں عربی پیغمبر

طالب ہے تیرے ہر امتی کی
فردوسِ رضواں عربی پیغمبر

مجھ کو چھپالو کملی میں اپنی
میں ہوں پریشاں عربی پیغمبر

نازل ہو تم پر رحمت خدا کی
ہر وقت ہر آں عربی پیغمبر

شجر جھکتے حجر جھکتے فلک شمس وقمر جھکتے

بڑی برکت تھی ختم المرسلیں تشریف رکھتے تھے
جناب رحمۃ للعالمیں تشریف رکھتے تھے
وحی آتی تھی اور اللہ کے احکام آتے تھے
سلام آتے تھے اور اللہ کے پیغام آتے تھے
وحیٔ آسمانی لے کے جبریل امیں آتے
حضور آیات قرآنی سناتے معانی سمجھاتے
تسلی عالم بالا سے ہوتی تھی عجب طاری
خموشی ہر طرف ہوتی تھی محفل پر سکون ساری
ادب سے بیٹھے رہتے تھے صحابہ سرنگوں ہوکر
پرندوں نے جمائے رکھے ہیں گویا کہ پَر سر پر
صحابہ سرورِ دیں کی بڑی تعظیم کرتے تھے
محبت کا یہ عالم تھا کہ ہر ہر شئی پہ مرتے تھے
لعاب پاک مَل لیتے تھے چہروں پر بصد تعظیم
ٹپکتے ہی وضوء کے قطرے پی جاتے بصد تکریم
مبارک بال جب تقسیم فرماتے تھے پیغمبر
عقیدت سے صحابہ جھٹ اٹھا لیتے تھے ہاتھوں پر
جوں ہی کٹ کر مبارک زلف وکاکل چھوٹ پڑتے تھے
بصد ارمان لینے کو صحابہ ٹوٹ پڑتے تھے

جناب ام ہانی دلہنوں کو جب سجاتی تھیں
تو پیمبر کا پسینہ ان کے کپڑے میں لگاتی تھیں
نکل جاتے تھے جس کوچے میں خوشبو پھیل جاتی تھی
پتہ حضرت کے اس جانب گزرنے کا بتاتی تھی
ہمیشہ سر پے ظل رحمت حق جلوہ گر رہتا
ادب سے سایہ داری کے لئے سر پر ابر رہتا
شجر جھکتے حجر جھکتے فلک شمس و قمر جھکتے
زمیں جھکتی جبل جھکتے جمیعِ بحر و بر جھکتے
دیارِ خلد جنت کے پریر و سیم بر جھکتے
پیمبر کی ادب تعظیم کو جن و بشر جھکتے
بصد تعظیم جبریل امین فرماں اٹھاتے تھے
ادب سے جھکتی تھیں حوریں فرشتے پر بچھاتے تھے

....

فرشتوں نے فوراً سنبھالی کملیا

جناب محمد کی کالی کملیا — دو عالم میں دیکھی نرالی کملیا
کھلی چاندنی، چاند بدلی سے نکلا — رخِ پاک سے جب ہٹالی کملیا
کبھی جسمِ اطہر سے گرنے لگی تو — فرشتوں نے فوراً سنبھالی کملیا
سفارش کرے گی یہ ہر امتی کی — نہ جائے گی جنت میں خالی کملیا
اجالے زمانے میں پھیلا گئی ہے — ہمارے نبی جی کی کالی کملیا

بڑا ہے عرش سے رتبہ نبی کی خاکِ مرقد کا

زمین و آسمانوں میں اجالا ہے محمد کا
ظہور ہر دو عالم ہے کرشمہ نورِ احمد کا
عجم میں گر گئے چودہ کنگورے قیصر وکسری کے
عرب میں شور اٹھا جب نبی کی آمد آمد کا
لعیں چاروں طرف بھاگے چھپا شیطاں پہاڑوں میں
پڑی لعنت منہ کالا ہوگیا ہر کافر بد کا
ازل سے آچکا ہے نام بخشش کے قبالے میں
بڑا عالی مقدر ہے غلامانِ محمد کا
نبی کو چھوڑ کر جنت میں کوئی جا نہیں سکتا
کہ سودا ہو چکا ہے آپ سے خلدِ مخلد کا
رسول اللہ لے جائیں گے ہر مؤمن کو جنت میں
دو عالم میں ہے چرچا آپ کے الطافِ بے حد کا
محمد کے فضائل کی نہیں ہے انتہاء کوئی
کنارہ ہی نہیں بحرِ کمالاتِ محمد کا
ملائک جن و انسان حوراور پریاں کسی سے بھی
نہیں ممکن بیاں ہو آپ کے اوصافِ بے حد کا
محمد مصطفیٰ کی رفعت و عظمت کا کیا کہنا
خدا کے بعد ہے سب سے بڑا رتبہ محمد کا

خوشاں صلِّ علی کیا شان ہے قربِ محمد کی
قریب عرش ہے محشر میں کاشانہ محمد کا
بنالے اے مسلماں دل میں گھر حب محمد کا
غلام با وفا بن جا رسولِ رب امجد کا
محمد کی غلامی دو جہاں کی بادشاہی ہے
محمد کی وفاداری سے خوش ہے رب محمد کا
محمد کی اطاعت جب کریں گے ہر قدم پر ہم
بنالے گا ہمیں محبوب اپنا رب محمد کا
سکون و راحت و آرام و خیر و برکت و عزت
عطا فرمائے گا سب کچھ ہمیں مولی محمد کا
محمد کی اطاعت کے سوا چارہ نہیں کوئی
فقط چلتا ہے اس میدان میں سکہ محمد کا
محمد کے اصولوں پر عمل کرنا نہیں ہم کو
فقط دعوی ہی دعوی ہے ہمیں حب محمد کا
لباس وشکل وصورت میں یہودی ونصاری ہیں
رہن چال وچلن سب ہے مخالف اور مرتد کا
رسول اللہ کی تقلید میں اصلی ترقی ہے
غلط ہے کافروں کا کفر اور انکار مرتد کا
تمنا ہے کہ گنبد پر تیرے روضہ کی جا بیٹھے

قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا
سلامت لیکے جاؤں اس جہاں سے دولت ایماں
اجل آئے میری پڑھتے ہوئے کلمہ محمد کا
اگر دوزخ سے بچنا ہے اگر جنت میں جانا ہے
پڑھا کر دل لگا کر رات دن کلمہ محمد کا
بصد توقیر و عز و شان پہنچے عرش اعظم پر
کیا دیدار فرش اعظم پر نورِ محمد کا
فلک کی کیا حقیقت اور کیا ہستی ثریا کی
بڑا ہے عرش سے رتبہ نبی کی خاکِ مرقد کا
ادھر اللہ سے واصل ادھر مخلوق میں شامل
خواص اس برزخ کبری میں حرف مشدد کا
درودِ پاک ساری عمر گر پڑھتی رہے امت
ادا حق ہو نہیں سکتا ہے احسان محمد کا

انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام

ہوئی جنت سے آدم کی جدائی زمیں حوا و آدم نے بسائی
بغیچہ بن گئی کافر کی آتش سواری جب خلیل اللہ کی آئی
سنی یونس کی مچھلی کے شکم میں بھنور میں نوح کی کشتی ترائی
زلیخا ہوگئی آخر مسلماں رہائی قید سے یوسف نے پائی
ملی یعقوب کو آنکھیں دو بارہ خدا نے صورت یوسف دکھائی
پہونچے آسماں پر ابن مریم جگہ ادریس نے جنت میں پائی
بچے صالح پیمبر اور نبی ہود ثمود و عاد پر آفت ہے آئی
کیا داؤد نے طالوت کو قتل شکستِ فاش کفاروں نے کھائی
سلیماں کی بڑی ہے شان وشوکت حکومت آپ نے بے مثل پائی
دیا بلقیس کو پیغامِ اسلام خدا کی روشنی اس کو دکھائی
مسلماں ہوگئی بلقیس دل سے خدائے پاک پر ایمان لائی
محمد عرش پر دیدار دیکھے تجلی طور پر موسی نے پائی
رہیں گے خضر و الیاس[۱] زندہ قیامت تک بحکم کبریائی
زکریا چر گئے آری کے پھل سے شہادت فی سبیل اللہ پائی

---

[۱]......حضرت الیاس علیہ الصلوۃ والسلام کا زندہ ہونا کسی معتبر اسلامی روایت سے ثابت نہیں ہے، لہذا اس معاملہ میں سلامتی کی راہ یہ ہے کہ اس میں سکوت اختیار کیا جائے، اور اسرائیلی روایات کے سلسلے میں آپ ﷺ کی تعلیم پر عمل کیا جائے کہ ''نہ ان کی تصدیق کرو نہ تکذیب''۔

(معارف القرآن ص۴۷۳ ج۷، سورۂ صفت)

شانِ صحابہ رضی اللہ عنہم

بنے کیوں گوہرِ ناقص کوئی کانِ مطہر میں

بھری ہیں خوبیاں سب جانشینانِ پیمبر میں
ابوبکر و عمر فاروق اور عثمان و حیدر میں
صحابہ اور آلِ مصطفیٰ ہیں سب کے سب کامل
بنے کیوں گوہرِ ناقص کوئی کانِ مطہر میں
ابوبکر و عمر عثمان علی عباس اور حمزہ
سعید و بو عبیدہ عبدِ رحمٰں سعد اور طلحہ
صہیب و ابن عباس و بلال و بوذر و سلماں
عقیل بن ابی طالب معاویہ ابوسفیاں
زبیر و خالد و ابن رواحہ جعفر طیار
معاذ ابن جبل زید بن ثابت علم کے کہسار
ابی ابن کعب اور بوہریرہ اور ابو موسیٰ
انس مالک سعد ابن عبادہ اور ابو درداء
امیرالمؤمنیں فاروق کے فرزند عبداللہ
فقیہ النفس عبداللہ بن مسعود روشن راہ
خوشاں حسان بن ثابت رسول اللہ کے شاعر
بہ فنِ شاعری حسان تھے بے انتہا ماہر

الٹ دیتے تھے من جانب رسول اللہ منکرکو
جواب اشعار کا اشعار میں دیتے تھے کافرکو
اسامہ زید ابن حارثہ عمار بن یاسر
زبیر پاک کے فرزند عبداللہ خوش خاطر
حذیفہ بن یماں وہ صاحب سرِّ رسول اللہ
امین راز ہائے سرور کونین صلی اللہ
پیمبر کے صحابہ اور صحابیات صلی اللہ
نبی کی آل اور اولاد اورسادات صلی اللہ
یہی ہیں سب سے افضل انبیاء ومرسلیں کے بعد
محمد مصطفیٰ محبوب رب العالمیں کے بعد
صحابہ اور اٰل پاک پارس ہوگئے تھے سب
محمد کے تقدّس سے مقدّس ہوگئے تھے سب
یہ سب اصحاب دین مصطفیٰ کے چاندتارے ہیں
کلام اللہ کے شاہد ہدایت کے منارے ہیں
عدول و کامل الایماں تھے یہ سب خداوالے
جواہر تھے مکمل سب یہ شاہِ دین کے پالے

مناقب اہل بیت

یہ دنیا بھر کے فرزندوں سے افضل واعلی ہیں

شہ سادات فخر العارفیں فردوس کے تارے
کریم النفس زین العابدیں شبیر کے پیارے
قریشی ہاشمی فرزند ہیں دلبند کسری ہیں
یہ دنیا بھر کے فرزندوں سے افضل و اعلی ہیں
محمد بن رضا جواد کوہِ علم و عرفاں ہیں
علی ہادی نقی اسلام کے خورشیدِ تاباں ہیں
حسن نام مبارک ہیں لقب ہے عسکری ان کا
جہاں میں آشکارا ہے مقامِ سروری ان کا
امام آخری مہدی خدا کے فضل سے آکر
زمین کوعدل اورانصاف سے بھردیں گے سرتاسر
امام اہل سنت والجماعت آپ بھی ہوں گے
مددگارآپ کے اس دور میں عیسی نبی ہوں گے
محمد اور علی اور فاطمہ شبیر اور شبر [۱]

---

[۱]......حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا نام شبّر اور حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا نام شبیر تھا۔آپ ﷺ نے اپنے تینوں نواسوں کے نام حضرت ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کے بیٹوں کے ہم نام رکھے تھے۔حضرت ہارون علیہ الصلوۃ والسلام کے صاحبزادوں کے اسماء شبیر وشبّر اور مبشّر تھے۔

(اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ ص ۴۸۸ ج ۱، بیروت۔فتاوی قاسمیہ ۶۶۸ ج ۲۴۔فتاوی دارالعلوم زکریا ص ۱۵۵ ج ۷)

لقب ہے پنجتن ان کا یہ ہیں فردوس کے گوہر
خوشاں صلی علی کیا خوب فرماتے ہیں پیغمبر
رہیں گے ہم ہمیشہ ساتھ ہی فردوس کے اندر
علی شیر خدا خیبر شکن شبیر اور شبر
امامِ پاک زین العابدیں شبیر کے دلبر
امام العارفیں باقر امام الصادقیں جعفر
مقدس موسی کاظم رضائے طاہر و اطہر
علی المرتضی اور فاطمہ شبیر اور شبر
محمد مصطفیٰ کے لاڈلے خاصانِ پیغمبر
عمل پیرا سبھی تھے پورے احکامِ شریعت پر
فدا تھے جان اور دل سے یہ سب قرآن وسنت پر
امامِ اہل سنت والجماعت تھے یہ سب کے سب
امیر ورہبر رشد وہدایت تھے یہ سب کے سب
جو کچھ منسوب ہے ان کی طرف وہ جھوٹ ہیں سارا
غلط کاروں کی غلطی ہے نفاق اور پھوٹ ہیں سارا
یہ سب آقا ہمارے پاک ظاہر پاک باطن ہیں
نجاتِ امت خیرالوریٰ کے خاص ضامن ہیں

داستان کربلا

نازل ہوا ہمارے گھر اللہ کا کلام

ابن جریر لکھتے ہیں اس طرح واقعہ
کوفہ چلے جو شاہ تو رستے میں حور ملا
روکا امامِ پاک کو فرمائے پیشوا
جائیں گے ہم کہیں بھی ہمیں دیدو راستہ
ہرروز واں سے چلتے رہیں سات دن امام
آتا تھا پھر وہیں کا وہیں قافلہ تمام
تب خواب دیکھا نانا ہیں سایہ کئے ہوئے
لاکھوں سلام آپ کے نانا کی روح پے
فرماتے ہیں نواسے حضرت حسین سے
بیٹا شہادت آپ اسی کربل میں پاؤ گے
طے ہوچکا ہے روز ازل سے یہ فیصلہ
مٹتا نہیں ہے مؤمنو تقدیر کا لکھا
لے جاکے ایک کونے میں فرماتے ہیں امام
نوشیرواں کی پوتی اے بانوئے نیک نام
یہ بھوک پیاس دھوپ کا گرمی کا ہے مقام
ہر ہر قدم پہ کنکرے کانٹے بچھے تمام
تکلیف یوں اٹھائی نہیں آپ نے کبھی

جاؤ مکاں خوشی سے اے سلطاں کی لاڈلی
تب رو کے عرض کرتی ہیں بانو امام سے
جاؤں کہاں میں چھوڑ تمہیں پیشوا میرے
آلِ نبی سے کون ہیں افضل بتائیے
شرمندہ کر رہے ہو مجھے آپ کس لئے
میں آج آپ کو جو یہاں چھوڑ جاؤں گی
محشر میں نانا جان کو کیا منھ دکھاؤں گی
میں خوش ہوں رہنے دیجئے مجھ کو تو بس یہیں
دل میں یہی ہے آرزو جاؤں نہ اب کہیں
چھوڑوں نہ دامن شہِ عالی مقام میں
جاؤوں گی ساتھ آپ کے دارالسلام میں
ہو جاؤں گی شہید تو ہے میرا بیڑا پار
میدان حشر میں میرا بڑھ جائے گا وقار
رحمت میں اپنی لیں گے رسول خدا مجھے
نانی خدیجہ کبری بٹھائے گی آنکھ پے
گھر والے سب رسول کے ہو جائیں گے میرے
جنت میں ان کے پاس ملے گی جگہ مجھے
کہلاؤں گی وہاں بھی بہو میں بتول کی
لے لے گی مجھ کو گود میں بیٹی رسول کی

بیٹا علی کا شیر خدا کا ہوں لاڈلا
نانا میرے رسول خدا شاہِ انبیاء
نانی خدیجہ فاطمہ زہرا ہیں والدہ
مشہور ذوالجناحین جعفر میرے چچا
اللہ کے چراغ ہیں ہم شک نہیں ذرا
ہوتا ہے ہم میں وحی و ہدایت کا تذکرہ
نازل ہوا ہمارے گھر اللہ کا کلام
تشریف جبرئیل امیں لاتے تھے مدام
انا ابن علی الخیر من اٰل ھاشم
کفانی بھذا مفخراً حین افخر
و جدی رسول اللّٰہ اکرم من مشی
و سراج اللّٰہ فی الناس یزھر
و فاطمہ الی سلالة احمد
و عمی یدعی ذوالجناحین جعفر
و فینا کتاب اللّٰہ انزل صادقا
و فینا الھدی والوحی و الخیر یذکر

الٹ دی آن میں جس نے صفیں اہل ضلالت کی

الٹ دی آن میں جس نے صفیں اہل ضلالت کی
دکھا دی جس نے طاقت کفر کو شمشیر وحدت کی
بٹھا دی دھاک جس نے ہند پر اپنی شجاعت کی
دیارِ کفر پر سال آٹھ سو جس نے حکومت کی
خدا کی شان دست کفر سے پامال ہو جائے
وہی بے دست و پا ہو کر پناہ کفر میں آئے
الٹ کر قیصر و کسریٰ کا تختہ رکھ دیا جس نے
دیارِ غرب تک پھیلا دیا دین خدا جس نے
کلیساؤں میں جا کر دیں اذانیں برملا جس نے
شاہان اہل یورپ کو جھکایا جا بجا جس نے
خدا کی شان کے کلہائے یورپ میں الجھ جائے
ترقی نیوٹن و کیمل کے آرٹیکل میں رہ جائے
عزیزو دیکھ لو مستقبل روشن ذرا بڑھ کر
(یہ مصرعہ سمجھ میں نہیں آیا)
کہ سیکھیں حسب حاجت ہم زبان ایمپائر
تو سیکھیں شوق سے لیکن بقول حضرت اکبر
ضرورت کچھ نہیں اس کی کہ آپس میں بھی ہو جائے
سلام ورحمۃ اللہ کی جگہ گڈ نائٹ و گڈ ڈے

مٹے جاتے ہیں سب کافر ادا تہذیب یورپ پر
کٹے جاتے ہیں جان و دل فدا تہذیب یورپ پر
ہوا جاتا ہے قرباں ایشیا تہذیب یورپ پر
مرا جاتا ہے ہر چھوٹا بڑا تہذیب یورپ پر
ہر اک فردِ بشر ہے ٹاکیز و سینما کا دیوانہ
زباں پر ہر کسی کے ایکٹر و ایکٹرس کا ہے گانہ
زبان پر بار بار آتا ہے نامِ ملت اسلام
گلے کے نیچے لیکن کچھ نہیں عظمت اسلام
غلامی دین کی مفقود رخصت طاعت اسلام
دلوں میں کن کے ڈھونڈے آہ نقش الف اسلام
یہی حالت رہی تو دیکھا کیجئے گا سر تا سر
جہاں سے نیست اور نابود ہو جائیں گے ہم یکسر

علماء حق

دولت توحید وسنت بانٹ دی

شاہ اسماعیل شیر کبریا   غازیٔ دین محمد مصطفیٰ
کاٹ کر کفار ناہنجار کو   مصطفیٰ کا دین زندہ کردیا
مرشد گنگوہ مست کبریاء   عبد قدوس مقدس پیشویٰ
گوہر گنگوہ فخر الاولیاء   آں رشید احمد امام الاصفیاء
قاسم حق آشنا و حق پسند   بانیٔ دار العلوم دیوبند
شاہ اشرف عارف تھانہ بھون   رحمتِ پروردگار ذو المنن
دولت توحید و سنت بانٹ دی   شرک وبدعت کی جڑیں سب کاٹ دی
آپ کی روح مقدس جان پاک   گلشن جنت میں ہے جلوہ فگن
جامع علم و عمل اشرف علی   عالم و فاضل اجل اشرف علی
زندگی کے آخری دن تک رہے   راہ سنت پر اٹل اشرف علی
سنت و بدعت میں کردی ہے تمیز   ہادیٔ حق آشنا اشرف علی
رہبر و رشد و ہدی اشرف علی   مرحبا صل علی اشرف علی
دین کے ماہ مبین اشرف علی   تھے مجدد بالیقین اشرف علی
سنتوں کو کھول کر سمجھا دیا   آفریں صد آفریں اشرف علی

حضرت اقدس عارف باللہ شاہ صوفی سلیمان صاحب لاجپوری

وہ بے حد خوش نصیب افراد ہیں حضرت کی امت میں
کہ جو مشغول ہیں آٹھوں پہر ملت کی خدمت میں
فضیلت ان کی یوں وارد ہے ارشاد نبوت میں
رہے گی حق پے قائم اک جماعت میری امت میں
نہ ہوگا خوف ان کو لومۃ لائم کا ذرہ بھر
ہے مقصد ان کا رونق پائے سنت جابجا گھر گھر
علوم انبیاء و مرسلیں ہیں ان کے سینوں میں
حدیث و فقہ اور تفسیر ہیں دل کے خزینوں میں
ہوئی ہیں تخم ریزی ہدی ان کی زمینوں میں
عیاں رشد و ہدایت کے نشاں ان کی جبینوں میں
یہی دنیا میں سچے جانشینان پیمبر ہیں
مراتب آخرت میں ان کے بالا اور برتر ہیں
انہیں علم الیقین حاصل ہیں از حد راسخ الایماں
ضیاء پاشی ہے ہر فرد و بشر پر ان کے یاں یکساں
فقط محروم فیض قدسیاں ہیں دشمن ایماں
ملا دیتے ہیں حق سے ورنہ خلقت کو میرے سلطاں
انہیں حضرات میں صوفی سلیمان لاجپوری تھے
امام و شیخ عرفاں رہنمائے راہ نوری تھے

حضرت مدنی وشبیر ہیں یکساں دونوں

حضرت مدنی و شبیر ہیں یکساں دونوں
میرے آقا میرے مولی میرے سلطاں دونوں
اختلاف ان میں اگر ہے بھی تو مجھے کیا
میرے سرکار تو ہیں جوں مالک ونعماں دونوں
اختلاف امتی رحمت کا کرشمہ دیکھو
پاک و بھارت میں پھلے سنت وقرآں دونوں
دین وایماں کے، علم مذہب وملت کے ستوں
شیخ الاسلام ہیں یہ رحمت یزداں دونوں
فن تفسیر و احادیث کے دونوں ماہر
ہیں بخاریٔ زماں مسلم دوراں دونوں
جادۂ علم و عمل کے دو منارے روشن
گلشن صدق و صفا کے گل خنداں دونوں
تربیت گاہ سیاست کے مسلم استاد
کشورِ دانش و حکمت کے سلیماں دونوں
مستفیدان سے ہزاروں ہیں زمانے والے
معدنِ علم و حکم مصدرِ فیضاں دونوں
رہبر رشد و ہدی ہادی راہِ عرفاں
اہل تقوی و تقدس میں نمایاں دونوں
واجب الحرمت وتعظیم وادب ہیں لاریب

عالم و فاضل و علامۂ ذیشاں دونوں
ان کی تربت پہ ہوں دن رات نزولِ رحمت
ہوگئے گلشن فردوس کے مہماں دونوں
مقتدی انور و آزاد و کفایت اشرف
اور سرتاج ہیں شبلی و سلیماں دونوں
شوکت و جوہر و انصاری و اجمل و ظفر
سب کی عظمت سے پُر میرے دل وجاں دونوں
بوالمحاسن میرے مخدوم ہیں آقا ہیں میرے
حفظِ رحمٰن و سعید احمد سحباں دونوں
حضرت شیخ زکریا تھے حرم کے خورشید
اور ہیں طلحہ و اسعد مہِ تاباں دونوں
حقِ تبلیغ ادا کرکے گئے سوئے ارم
شاہِ الیاس و شہِ یوسف ذیشاں دونوں
یہ عمر اور یہ انعام حسن امیر تبلیغ
میری آنکھوں کے یہ تارے ہیں درخشاں دونوں
جلوہ افگن رہیں آفاق میں منظور و علی
رہبرِ رشد و ہدی فاضل دوراں دونوں
اوربھی جتنے ہیں اسلام کے غازی یا رب
سب پہ قرباں ہیں جگراورمری جاں دونوں
تیرے دربار مقدس سے ہمیشہ رب
سب پہ ہوں سایہ فگن رحمت ورضواں دونوں

حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد لاجپوری نوراللہ مرقدہ

امامِ اہل حق مرغوب احمد لاجپوری تھے
کمالات آپ کی ہستی میں سب سری وصوری تھے
فنا فی اللہ فانی فی رسول اللہ بھی تھے آپ
محدث اور مفسر فقہ میں ثانیٔ قدوری تھے
خوشا صلِّ علی کیا موت تھی مرغوب والا کی
تبسم کلمۂ توحید برلب ہائے نوری تھے
کیا کرتے تھے خدمت آپ دل سے شاہ صوفی کی
قلم کش کاتب صوفی سلیماں لاجپوری تھے
سفینہ سے ہے ظاہر حبِّ آل سرورِ عالم
فدائے سرورِ عالم نثارِ آل نوری تھے

۱/۱پریل ۱۹۶۱ء لاجپور کے مشاعرہ میں پڑھے گئے چند اشعار

گلستان سخن کے باغباں تشریف لے آئے
خوشا قسمت معزز مہماں تشریف لے آئے
مبارک شاعرانِ خوش بیاں تشریف لے آئے
فنا ناچیز سے گوہر فشاں تشریف لے آئے
گلستان سخن کے باغباں تشریف لے آئے
وہ فخر خطۂ گجرات جن کی ذات اطہر ہے
زمین لاجپور آج جن کے قدموں سے منور ہے

حکیم الاسلام حضرت قاری محمد طیب صاحب کی لاجپور تشریف آوری پر

تو کیا ہے آپ کے آباء نے سب سے سامنا ڈٹ کر

عیاں ہے شان عالی حضور طیب والا
ہے سر بر آمد ان قدسیوں میں حضرت اعلا
ہوائیں کفر کی جب جب چلی ہیں دین ملت پر
گھٹائیں چھائیں جب شرک و بدعت کی شریعت پر
جو حملہ نیچریت نے کیا قرآن و سنت پر
تو کیا ہے آپ کے آباء نے سب سے سامنا ڈٹ کر
رہا ہے خادم دین خاندان حضرت عالی
شہادت دیتا ہے دارالعلوم دیوبند اب بھی
مبارک ہو ہمارے پیشوا تشریف لائے ہیں
مبارک ہو ہمارے مقتدا تشریف لائے ہیں
ہے جن کی ذات ملت کی ضیاءؔ تشریف لائے ہیں
ہے جن سے باغ ملت کھل رہا' تشریف لائے ہیں
وہ جن کی قدسی الفطرت کل اصل وفرع اطہر ہے
زمین لاجپور آج ان کے قدموں سے منوّر ہے

ہدیۂ تبرک بہ تقریب شادی خانہ آبادی

حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی رحمہ اللہ

شہِ ابرار احمد افتخار اہل عرفاں ہیں

مقدر اوج پر آیا شہِ ابرار احمد کا
کرم نازل ہوا خاص آپ پر خلّاقِ امجد کا
ہوئی بنتِ شہِ عبدالرحیمِ پاک سے شادی
ہوئی صلِّ علی دو قدسیوں کی خانہ آبادی
یہ شادی خانہ آبادی بصد فرحت مبارک ہو
رسول اللہ کی سنت بصد برکت مبارک ہو
یہ شادی ہر طرح کی خیر و برکت کا خزانہ ہو
سکون و امن اور آرام و راحت کا خزانہ ہو
حقیقت آشنا ہیں محرمِ اسرار یزداں ہیں
شہِ ابرار احمد افتخار اہل عرفاں ہیں
وہ کمسن کون ہیں جو مالک صدہا محاسن ہیں
شہِ ابرار احمد پیشوائے پاک باطن ہیں
محدث ہیں مفسر ہیں مبلغ ہیں مقرر ہیں
حدیث وفقہ وتفسیر وتصوف سب کے ماہر ہیں
دقائق خوب ہوتے ہیں بیاں قرآن وسنت کے

زبان سے پھوٹتے رہتے ہیں چشمے علم و حکمت کے
وجودِ پاک ہیں علم و عمل کا پیکر محکم
فیوض ظاہری و باطنی کا مصدرِ خرم
جہاں میں پھیلتا جاتا ہے فیض مرشد کامل
اٹھاتے آپ سے ہیں منفعت خود عالم و فاضل
ہوا گلزار دیوا پر نزول رحمت باری
قدم سے آپ کے اس میں ہوئی اک خانقاہ جاری
خدا جاری رکھے ہر سال فیض حضرت والا
رہیں قائم ہمارے سر پہ ظل سید اعلی
خلافت یافتہ پیر طریقت شاہ والا ہیں
وصی اللہ و طیب کی امانت شاہ والا ہیں

بیادِ قاری محمد چوکسی صاحب رحمہ اللہ

بڑے حافظ ہیں محنت خوب کی ہیں حفظ قرآن میں

مقلد حنفی المذہب مرید چشتی المشرب
امام و حافظ و قاری محمد چوکسی صاحب
چلے آبادئ منگروؔل سے اور لاجپوؔر آئے
معلم بن کے بچوں کے بصد نور و سرور آئے
لگے رہتے ہیں یہ دن رات پڑھنے اور پڑھانے میں
مزا آتا ہے ہر وقت قرأت وقرآن سکھانے میں
مسلسل آپ پڑھاتے رہیں، پڑھتے رہیں بچے
کلام اللہ کی تحویل میں بڑھتے رہیں بچے
بہ خوبی آپ واقف ہیں امامت کے مسائل سے
امامِ مسجد جامع تھے، خوش تھے مقتدی دل سے
پڑھاتے ہیں تراویح آپ جم کر ماہ رمضاں میں
بڑے حافظ ہیں محنت خوب کی ہیں حفظ قرآن میں
پڑھاتے ہیں تراویح آپ کے شاگرد لندن میں
مقام لاجپور و آسنہ سے پاک و بھارت میں
خدا کی دین ہے لاریب ہے یہ بخشش باری
لقب ہے آپ کا سب کی زباں پر قدرتاً قاری

بروفات حاجی احمد قاضی صاحب، متوفی: ۲۵؍اگست ۱۹۵۵ء مکہ معظّمہ

یہاں حیران ہے فہم غزالی حکمت رازی

سبحان اللہ شان بے نیازی حق تعالی کی
یہاں حیران ہے فہم غزالی حکمت رازی
تصدق جان و دل معبود کی بندہ نوازی پر
نوازا جس کو اس معبود نے وہ لے گیا بازی
حرم میں پیش کعبہ سونپ دی جاں آفریں کو جاں
ہزاروں زندگی قرباں بہ مرگ حضرت قاضی
گئے تھے چھوڑ کر فرزند و زن حج و زیارت کو
بخوبی ہوگیا مقبول حج حضرت قاضی
مقرر ہوگیا بس اک فرشتہ ان کی صورت کا
قیامت تک کرتا رہے گا حج وہ غازی
لکھے جائیں گے سب حج آپ کے اعمال نامہ میں
خوشا قسمت خوشا بخت بلند حضرت قاضی
عنایت ہو جگہ فردوس میں مرحوم کو یارب
رہیں وہ تا ابد یا رب ہمیشہ خرم و راضی
عطا فرمائے صبر و اجر فرزندان غمگیں کو
رہے دائم خدائے دوجہاں مرحوم سے راضی

ترانۂ مدرسہ صوفیہ لاچپور

اونچا ہوں آسماں سے ایوانِ لاچپوری

آباد باد یا رب سکان لاچپوری
شاداب ہوں الٰہی بستان لاچپوری
فضل و کرم سے تیرے قائم کرے خدایا
دار العلوم دینی مردان لاچپوری
زندہ ہوں دین وایماں اس سرزمیں سے یارب
پھیلے جہاں میں علم و فیضان لاچپوری
محفوظ ہوں ہمیشہ مفتّن کی سازشوں سے
سکان لاچپوری بستان لاچپوری
کرتا رہے ہمیشہ سیراب قلب و جاں کو
دار العلوم کوثر افشان لاچپوری
تعمیری کارنامے انجام پائے ان سے
تخریب سے الگ ہوں سکان لاچپوری
کردے دماغ و دل کو تعلیم سے منوّر
ظلمت مٹادے شمع رخشان لاچپوری
ہوں صبح و شام درس فقہ و حدیث و تفسیر
علمی عروج پائے سکانِ لاچپوری
نکلے حسد عداوت' آپس میں ہوں محبت

اک دل ہوں سب جوان و پیرانِ لاجپوری
دل سے کرے تعاون دارالعلوم کا سب
باشندگانِ باغ و بستانِ لاجپوری
کامل اساتذہ ہوں فاضل تلامذہ ہوں
فضل و کمال باٹیں شاہانِ لاجپوری
عالم ہوں باعمل ہوں ابرارِ بے بدل ہوں
علم و عمل سکھائیں شیخانِ لاجپوری
بانی ہو یا معاون ہو سب کے دل میں اخلاص
مخلص ہوں سارے ذمہ دارانِ لاجپوری
دن رات ہوں گھروں میں بس ذکر اللہ اللہ
اونچا ہوں آسماں سے ایوانِ لاجپوری
زردار ہوں مسلمان کافی ہوں خیر و برکت
خوش حال ہوں عقیدت مندانِ لاجپوری
ظاہر میں ہوں مشرّع باطن میں ہوں مزکیّٰ
وابستگان علم و عرفانِ لاجپوری
اسلاف کی سخاوت دکھلائیں اہل دولت
عثماں صفت کشادہ دستانِ لاجپوری
دارالعلوم دیں کی امداد اس قدر ہوں
مستغنی ہوں یہ علمی ایوانِ لاجپوری

مقبول بارگاہ پروردگار ہوں سب
اسلام کے ہوں شیدا سکّانِ لاجپوری
آزاد رہ کے خدمت کرتے رہے ہمیشہ
دارالعلوم دیں کے ارکانِ لاجپوری
اسلاف کی امانت علم کتاب و سنت
زندہ کریں دو بارہ مردانِ لاجپوری
کلمہ نماز روزہ حج و زکوٰۃ کے ہوں
پابند سارے اہل ایمانِ لاجپوری
اللہ اور نبی کی کرتے رہیں اطاعت
پیر و جوان و مرد و نسوانِ لاجپوری
خدمات طالبان تعلیم دیں کے خاطر
حاضر رہیں ہمیشہ ہر جانِ لاجپوری
فضل و کرم سے تیرے محشر میں یا الٰہی
پائے نجات اہل ایمانِ لاجپوری
پائے ثواب دائم بانی و کل معاون
جاری رہے یہ علمی ایوانِ لاجپوری
صوفی و اولیاء ہوں اس سرزمین سے پیدا
ایسی ہوں خانقاہ خاصانِ لاجپوری
صوفی شہِ سلیماں سلمانِ لاجپوری

روحِ روان اہل عرفانِ لاجپوری
فرزند شاہ صوفی شاگردِ شاہِ انور
عبد السلام زیب بستاں لاجپوری
سلطان اولیاء کے فرزند دوسرے ہیں
صوفی نذیر احمد سلماں لاجپوری
فاضل خلیق عالم با ہوش پر عزائم
دونوں ہیں وارثانِ سلماں لاجپوری
مقبول حق سلیماں صوفی و با صفا کی
اولاد ہیں نرینہ خاصانِ لاجپوری
حالت نہ ہوگی اچھی بگڑی نہیں بنے گی
جب تک نہ ہوں گے غالب خاصانِ لاجپوری
مقبول حق سلیماں سلطان لاجپوری
صوفی تھے اور عارف سلمانِ لاجپوری
ان کے مخالفوں کے دل تھے بہت ہی کالے
اصلی لقب تھا ان کا فتانِ لاجپوری
فتنہ اٹھانا ان کا دن رات مشغلہ تھا
ماہر تھے اس میں وہ سب زاغانِ لاجپوری
ہوں اتفاق سب میں نااتفاقی ہوں دور
ہوں خیر خواہ سارے سکانِ لاجپوری

دین متین کے خادم تعلیم کے معاون
شیدائے شاہ صوفی سلمان لاجپوری
صوفیہ مدرسہ کی بنیاد رکھنے والے
کاسوجی حاجی احمد ہیں شانِ لاجپوری
پڑھ کر دعائے برکت اجمیری پیشوانے
بنیاد اس کی ڈالی سکانِ لاجپوری
میرشریعت حق گجرات کے ہیں حضرت
قسمت سے آج ہیں وہ مہمانِ لاجپوری
اللہ کا کرم ہے مولا کی ہے عنایت
قدر اس کی کیجئے گا سکانِ لاجپوری
مرشدمسیح نے جواک اینٹ پڑھ کے دی تھی
پائے میں ہے جمادی وہ جانِ لاجپوری
وہ اینٹ ہے تبرک معمولی مت سمجھنا
احساں ہے آپ کا بر سکانِ لاجپوری
یا رب رہے سلامت مدرسہ صوفیہ یہ
ہوں مستفیض اس سے ہر جانِ لاجپوری

ویلفیر کو مبارکباد

زمین لاجپور آخر مقدر کھل گیا تیرا

خدائے پاک ہم پہلے تیری تعریف کرتے ہیں
تیرے محبوب پیغمبر کی پھر توصیف کرتے ہیں
تیری رحمت سے رب العالمیں سب کام ہوتے ہیں
نہ ہو رحمت اگر تیری تو سب ناکام ہوتے ہیں
مبارک ویلفیر سوسائٹی حب وطن تجھ کو
خدا رکھے ہمیشہ شادمان و خندہ زن تجھ کو
کمی آنے نہ پائے تیری اس قومی محبت میں
تو ساؤتھ افریقہ میں ہے تو دل تیرا ہے بھارت میں
ہزاروں میل کے چکر لگائے قوم کے خاطر
کیا چندہ بڑی محنت سے دولت جمع کی آخر
رقم معقول لے کر ایک صاحب لاجپور آئے
بچھڑ کر بال بچوں سے وہ صدہا میل دور آئے
الٰہی دے تو اس تکلیف پر پورا ثواب ان کو
بنا دے دوجہاں میں بامراد و کامیاب ان کو
مدد فرمائی دیگر ملک والوں نے بھی تن من سے
رقم آگئی رنیونؔ برؔبو اور لندنؔ سے
عنایت کی سعادت مند مردوں نے زمین اپنی

خدا کے نام پر کی وقف ملکت بالیقین اپنی
الٰہی ان کی ساری کوششیں مقبول ہوجائے
مدد امداد اور سب بخششیں مقبول ہوجائے
جوخرچے ان میں جان ومال وہ انسان بہتر ہے
کہیں بھی ہو حقیقت میں وہ ویلفیر کا ممبر ہے
ادا کرتے ہیں ہم شکر آپ سب کی مہربانی کا
خدا دے اجر بے حد آپ کو اس جانفشانی کا
ادائے شکر کرنا محسنوں کا حکم باری ہے
خوشامد سے نہیں مطلب خوشامد وجہِ خواری ہے
الٰہی محسنوں کو دائمی نعمت عطا فرما
مددگاروں کے جان و مال میں برکت عطا فرما
ترقی کر رہی ہے آسماں تک آج کی دنیا
کہاں سے بڑھ کے جا پہنچی کہاں تک آ چکی دنیا
رہے محروم لیکن ہم زمانے تک ترقی سے
مشرف ہو رہے ہیں آج ہم بے شک ترقی سے
سن انیسو ایکسنٹھ خیر و برکت ساتھ لے آیا
نومبر کا مہینہ فیض ہاتھوں ہاتھ لے آیا
میری بستی خدا کی تجھ پہ نازل ہوگئی رحمت
لگا دی ویلفیر والوں نے تجھ پر دولت و محنت

زمینِ لاچپور آخر مقدر کھل گیا تیرا
ہوئی پاتال تک بورنگ و وٹر کھل گیا تیرا
ادا کرتے ہیں مولا شکر ہم تیری عنایت کا
کہ کھولا ہے خزانہ تو نے ہم پر آب رحمت کا
خوشا قسمت کے راحت کا میسر ہوگیا ساماں
خدا کے فضل سے مشکل ہماری ہوگئی آساں
تو اس بورنگ سے یا رب دیر تک پانی پلا ہم کو
کشادہ کر ہمارا رزق خوبی سے جِلا ہم کو
خداوندا ہمارے رزق میں برکت عطا فرما
سدا سیراب ہو ہم اس قدر کثرت عطا فرما
زمیں بورنگ ٹانکی وقف کرنا چیز یہ ساری
ہے سب امداد والوں کے لئے اک صدقۂ جاری
کہ ٹانکی کے نبھانے کی کوئی صورت نکل آئے
جو یہ خرچہ اٹھانے کے لئے تیار ہوجائے
اس انساں کا سفینہ دو جہاں میں پار ہوجائے
تعلق ٹوٹنے پائے نہ ہم سے عمر بھر تیرا
وطن سے اور بھی بڑھے کنکشن ویلفیر تیرا
کمی آئے نہ آئندہ بھی تیری قومی خدمت میں
خدا قوت عطا فرمائے بے حد تیری ہمت میں

عمارت اور بھی دو خوشنما سنگین بن جائے
دوا خانہ اور ایک دارالعلومِ دین بن جائے
گذارش ہے کہ عمدہ بڑا سا کارخانہ ہو
جہاں صدہا ہنر سے مستفید اہل زمانہ ہو
توجہ اس طرف مبذول کرنے کی ضرورت ہے
اور یہ خدمت معقول کرنے کی ضرورت ہے
ہمیں امید ہے پروردگار پاک و برتر سے
کہ وہ کشتی ہماری پار کردے گا سمندر سے
انہیں فکر وغم دنیا کا سب معدوم ہوجائے
خداوندا ہماری عاقبت محمود ہوجائے
غمِ دنیا سے ہر فرد بشر آزاد ہوجائے
خداوندا ہماری عاقبت آباد ہوجائے
ہماری ویلفیر سوسائیٹی مضبوط ہوجائے
ہراک انساں اسی سے اے خدا مربوط ہوجائے
سلامِ شوق ویلفرکو یہ خیراندیش کرتا ہے
مبارکباد بستی کی طرف سے پیش کرتا ہے

لاجپور میں پانی کی ٹنکی تیار ہونے پر یہ نظم کہی گئی

نظر آتی ہے کیسی خوشنما ٹانکی

ہوئی تیار ٹانکی اور چالو ہوگیا پانی
لگا ملنے ہے صبح و شام دو دو مرتبہ پانی
نظر آتی ہے کیسی خوشنما ٹانکی
کھڑی ہے چار رستے پر کوئی نیلم پری بانکی
بچھادی پائپوں کی لائینیں ناکے سے ناکے تک
بہادی نہر ساری گاؤں میں چاروں طرف بے شک
چلا کرتا ہے پانی پائپوں میں ہر طرف سر سر
پہنچتا ہے بڑی تیزی سے ہر اسٹینڈ و ہر نل پر
بنائے ہیں بہت اسٹینڈ فائر کے بجھانے کو
بہت اسٹینڈ بنوائے گئے پانی پلانے کو
لگی ہے نہر بورنگ میں بہت پانی نکلتا ہے
کمی ذرہ نہیں پانی کی ہر نل خوب چلتا ہے
بہت راحت ہے پینے اور دھونے اور نہانے کی
(یہاں مصرعہ سمجھ میں نہ آیا)
طبیعت خوب بھر جاتی ہے دل آرام پاتا ہے
مزا پانی کا میٹھا ہے ہضم ہونے میں ہلکا ہے
طبیعت سیر ہوجاتی ہے دل تسکین پاتا ہے

(یہاں مصرعہ سمجھ میں نہ آیا)
گھروں میں لے لئے نل مالداروں نے غریبوں نے
بڑا آرام پایا زندگی کا خوش نصیبوں نے
نہیں بندش کسی کو اس جگہ پینے' پلانے کی
اجازت ہے ہر اک کو فائدہ اس سے اٹھانے کی
پرندے اور درندے اور چرندے سب ہی پیتے ہیں
مسلماں غیر مسلم رب کے بندے سب ہی پیتے ہیں

....

پھلو پھولو زمانے میں گلستاں بوستاں ہو کر

یہ ہدیہ حق تعالی کا بصد فرحت مبارک ہو
مبارک سید الکونین کی سنت مبارک ہو
یہ شادی خانہ آبادی بصد فرحت مبارک ہو
یہ رشتہ تجھ کو اے دوست بصد فرحت مبارک ہو
رہو زوجین باہم یک قلب و زباں ہو کر
پھلو پھولو زمانے میں گلستاں بوستاں ہو کر

....

ایک نیک خاتون کی افریقہ روانگی پر
فرشتہ بن کے رحمت کی خدیجہ ڈوکرات آئی

بہت سی بستیوں پر جب غریبی کی گھٹا چھائی
فرشتہ بن کے رحمت کی خدیجہ ڈوکرات آئی
مبارک مرحبا وہ فخر بستیٔ لاجپور آئی
محبت قوم کی اس کو وطن میں کھینچ کر لائی
ہوئیں خوش ہم سبھی ماں اور بہنیں آپ سے مل کر
ادا کرتے ہیں ہم شکر آپ کا تشریف لانے پر
بنی بستی میں ٹانکی اے خدیجہ تیری ہمت سے
لگے چاروں طرف بستی میں نل تیری سخاوت سے
خدا تجھ کو جزا دے ہو تیری مقبول ہر نیکی
بہت آسانی ہم کو ہوگئی اب پانی بھرنے کی
کھڑی ہوجاتی ہیں اسٹان ونل پر لڑکیاں کھٹ سے
نلوں کو کھول کر سٹ سے بھر لیتی ہیں جلد جھٹ سے
نہیں باقی رہی ہے ہم کو تکلیف ایک ذرہ بھر
نہیں اب کھینچنی پڑتی ہے کنویں سے رسیاں تن کر
دعا دیتی ہیں ہم ماں اور بہنیں سب تجھے دل سے
چھڑایا تو نے ہم کو ڈول اور رسی کی مشکل سے
لگائے تو نے نل عیدگاہ اور تینوں مساجد میں

وضو اور غسل کا سامان بنایا ان معابد میں
بہت خیرات تم دیتی ہو بیواؤں اور یتیموں کو
ضعیفوں بے سہاروں اور مسکین و غریبوں کو
خدا رکھے سلامت گرچہ عورت ذات ہے خالہ
مگر رکھتی ہے شیروں کے جگر میں حوصلے خالہ
خدا کے فضل و رحمت کا رہے سایہ تیرے سر پر
سخاوت میں ہزاروں مرد و عورت سے ہے تو بڑھ کر
سخاوت میں بہت بڑھا ہوا ہے نیک دل تیرا
بہت سخیوں کے دل مل کر بنا ہے ایک دل تیرا
خدا تجھ کو تیری اولاد کو آرام سے رکھے
تیری اولاد کی اولاد کو آرام سے رکھے
خدیجہ کی الٰہی نیکیاں مقبول ہوں ساری
مدد امداد ہوں مقبول سب اے رحمت باری
الٰہی ان کے جان و مال میں برکت عطا فرما
خداوندا دو عالم میں انہیں راحت عطا فرما
الہ العالمین خالہ کی لمبی زندگی کردے
چچا مرحوم کی تربت کو یا رب نور سے بھردے
دعا دیتے ہوئے رخصت تمہیں ہم آج کرتے ہیں
وداع باقلب و پر حسرت تمہیں ہم آج کرتے ہیں

تمہیں راحت سے پہنچائے خدائے پاک منزل پر
تمہیں اولاد سے اپنی ملائے خالق اکبر
سلام اے مہرباں تجھ کو یہ خیر اندیش کرتا ہے
مبارک باد بستی کی طرف سے پیش کرتا ہے

....

تہنیت نامہ برتقریب شادی خانہ آبادی

اور مبارک ہو تجھے یہ سنتِ خیر البشر

مرحبا صلِّ علی آیا مقدر اوج پر
جم گئی شادی کی محفل آج با صد کرّ و فر
فضل حق سے اے دلہا تیری شادی ہوگئی
کر ادا شکر الٰہی دل سے اس احسان پر
ہو مبارک تجھ کو اے نوشاہ یہ شادی تیری
اور مبارک ہو تجھے یہ سنت خیر البشر
رزق میں برکت عطا فرمائے رب العالمیں
خوش چلن اولاد دے تجھ کو خدائے بحر و بر
حسب حیثیت ادا کر اہل خانہ کے حقوق
پاک روزی کر طلب ناپاک سے پرہیز کر
چھوڑ دے شادی میں غیر اقوام کے رسم و رواج
کر عمل ہر کام میں اللہ کے احکام پر

دل تسکین روح کی راحت کا ساماں ہوگیا
پاک دامنی پہ رہ مضبوط و قائم عمر بھر
باز آجا ہر برائی سے ہمیشہ کے لئے
جم کے رہ طاعت پے تو اے مسلم نیک سیر
کیونکہ کرنا ہے تجھے آباد فردوسِ بریں
آدم و حوا کا ورثہ جنت الماٗوی کا گھر
اپنے اپنے وقت پر کرنا ادا روزے نماز
تا کہ راضی ہو خدا اور خوش رہیں خیر البشر
خوش رہے دنیا میں دلہا اور دلہن ہر گھڑی
زندگی ہو راحت و آرام سے ان کی بسر
شادی ہو تو دو جہاں میں گھر تیرا آباد ہو
دل سے دیتے ہیں دعا لاجپور کے ہر بشر
پیش کرتے ہیں تیری خدمت میں ارباب خلوص
منتخب اشعار کے پھولوں کا سہرا خوب تر

بات اس وقت بہت کام کی یاد آئی ہے

مرحبا صلی علی خوب بہار آئی ہے پھول ہنستے ہیں کلی کھلنے پر اتر آئی ہے
کیا اڑاتی ہوئی خوش خبری ہوا آئی ہے پتّی پتّی پہ ہنسی مستی خوشی چھائی ہے
کوئی جاکر یہ بغیچہ میں پکار آیا ہے بلبلیں گائیں کھلیں پھول بہار آئی ہے
اپنی محفل میں ہی کیا خوب بہار آئی ہے ساری محفل میں ہنسی اور خوشی چھائی ہے
بیچ میں بیٹھی ہے ادب سے خاموش دلہن سر جھکائے ہوئے بیٹھی ہے کہ شرمائی ہے
ریشمی سوٹ صفائی سے پہن رکھا ہے شان دلہن کی بہت سوٹ سے بڑھ آئی ہے
بال دلہن کے سنوارے ہے بڑی خوبی سے خوب چہرے پر یہ سہاگن کے چمک آئی ہے
چوڑیاں ہاتھوں میں ہیں اور پاؤں میں موزے سنڈل ہار گردن میں ایرنگ کانوں میں پہنائی ہے
ہاتھ اور پاؤں کئے لال لگا کر مہدی خوب بن ٹھن کے دلہن آج یہاں آئی ہے
پاؤں سے سر تلک ہے اس پر خوشبو خوشبو جیسے دلہن ہی عطر میں ساری نہلائی ہے
دیکھنے جیسی ہے محفل تیری اے دلہن ساری محفل تیرے دیدار پر للچائی ہے
خوش ہے ماں باپ کہ بیٹی کی رچائی شادی خوش ہیں سہیلیاں کہ سہیلی کی خوشی چھائی ہے
دلہا دلہن کو مبارک ہو مبارک شادی ان پے اللہ کی رحمت کی گھٹا چھائی ہے
شکر اللہ کا دلہن ہوئی شادی تیری دین و دنیا کی بھلائی تیرے ہاتھ آئی ہے
تیرا سسرال مبارک ہو تجھے اے دلہن گھر نیا زندگی اب تونے نئ پائی ہے
تیرے شوہر کی بہن تیری بہن ہے دلہن اور تو اس کی بہن بن کر یہاں آئی ہے
دیورانی و جیٹھانی ہیں یہاں پر بہنیں بہوٴ بیٹی ہے یہاں، ساس یہاں مائی ہے
اب بیاں کرتی ہوں تھوڑی سی نصیحت دلہن بات اس وقت بہت کام کی یاد آئی ہے

دیور و جیٹھ سے پردہ ہے ضروری دلہن
تو یہاں ان کی بہن بن کے نہیں آئی ہے
رہ کے پردہ میں تو کر سکتی ہے خدمت ان کی
جو کسی وقت ضرورت پیش آئی ہے
چھوٹے چھوٹے جو سسرال میں تیرے دیور
خدمت و رحم کے قابل وہ ہر اک بھائی ہے
تم دل و جان سے خاوند کی خدمت کرنا
اس کی تاکید شریعت میں بہت آئی ہے
ان کے ماں باپ کی خدمت بھی خوشی سے کرنا
اس کی تعریف حدیثوں میں بہت آئی ہے
اور پابندی سے تم پانچوں نمازیں پڑھنا
اس کی تاکید خدا نے بڑی فرمائی ہے
اور پابندی سے رمضان کے روزے رکھنا
اس کی تاکید بھی اللہ نے فرمائی ہے
اور پابندی سے قرآن کی تلاوت کرنا
اس کی تاکید بھی قرآں میں بہت آئی ہے
رہنا سسرال میں اللہ کی رحمت بن کر
سب یہ کہنے لگے کیا خوب بہو آئی ہے
جس وفادار نے خوش ہو کے عمل اس پہ کیا
اس وفادار نے جنت میں جگہ پائی ہے
زندگی بھر رہیں آرام سے دلہا ،دلہن
یہ دعا سب کی زبانوں پہ چلی آئی ہے
دل میں بے چین تھے ارماں نکلنے کے لئے
شکر اللہ کا دلہن وہ گھڑی آئی ہے

....

مرحبا صل علی خوب بہار آئی ہے

ہر طرف روشنی ہے ہر کہیں ستھرائی ہے
خوب رونق ہے گلی بھر میں تماشائی ہے
محمد اشرف کی شادی ہے خوشی چھائی ہے
مرحبا صلی علی خوب بہار آئی ہے
ولولے جاگ اٹھے شوق بھرے سینے میں
امنگ ارماں ابھر آئے میرے سینے میں
آ گیا لطف و مزا روح کو اس جینے میں
ہاں! خوشی رنگ سناؤ کہ بہار آئی ہے
مرحبا صلی علی
خوب بہار آئی ہے

دین اسلام کی اک شان دکھانے کے لئے
محفل پاک کو خوشبو میں بسانے کے لئے
اور بھی رونق ورنگ وروپ چڑھانے کے لئے
بن سنور کے ہوا موجود دلہا بھائی ہے
مرحبا صلی علی
خوب بہار آئی ہے

آج اللہ کے محبوب کی سنت آئی
آج دو پاک شریفوں نے شرافت پائی
بن گئے اشرف گورا اجی دلہا بھائی
فضل واحساں ہے رحمت کی گھٹا چھائی ہے
مرحبا صلی علی
خوب بہار آئی ہے

رہو مل جل کے تم اللہ کی رحمت ہوکر
بسو گھر بار میں مولی کی عنایت ہو کر
زندگی بھر رہو پابند عبادت ہوکر
خوب انساں ہے عبادت کا جوشیدائی ہے
مرحبا صلی علی
خوب بہار آئی ہے

ہر طرف اٹھی آواز مبارک بادی
دلہا دلہن کو مبارک ہو مبارک شادی
رہو آرام سے ہر فکر سے ہو آزادی
یہ دعا سب کی زبانوں پہ چلی آئی ہے
مرحبا صلی علی
خوب بہار آئی ہے

دوست احباب نے خوش ہو کے بنایا سہرا
عمدہ اشعار لکھے پھولوں سے سجایا سہرا
آپ حضرات کو پڑھ پڑھ کے سنایا سہرا
دل کی باتیں ہیں زبانوں پہ چلی آئی ہے
مرحبا صلی علی
خوب بہار آئی ہے

یہ ہم پیغام رب جن وانساں لے کے آئے ہیں

ہم اس محفل میں رنگ صد گلستاں لے کے آئے ہیں
ہزاروں جلوہائے حسن تاباں لے کے آئے ہیں
تجمل خانہ بلبل سے اس دم اپنی محفل میں
جواں دوخرم و خنداں وفرحاں لے کے آئے ہیں
حفیظ بلبل رعنا رشید بلبل زیباں
ادھر گوہر ادھر لعل بدخشاں لے کے آئے ہیں
جمی ہے دو جوانوں کی مبارک باد کی محفل
ہم اس محفل میں جذبات فراواں لے کے آئے ہیں
خدا کا شکر ہے ہم کو دکھائی بزم محفل شادی
در مولی پہ لبہائے ثناں خواں لے کے آئے ہیں
ہوئی شادی، تمنا ماں کے دل کی ہوگئی پوری
ہم اس محفل میں تہنیت کے ساماں لے کے آئے ہیں
مبارک دلہن و دلہا کو شادی کی مسرت ہو
مسرت کا یہ ہم پیغامِ رقصاں لے کے آئے ہیں
مبارک باد نوشاؤں کو اپنی خانہ آبادی
حریم خاص کی شمعِ فروزاں لے کے آئے ہیں
فلک سے بارڈولی کے بہ ارض لاجپور اے دوست
خدیجہ، عابدہ دو ماہ تاباں لے کے آئے ہیں

مبارک باد ایام عروسی نو عروسوں کو
حیات خوشگوار و مشک افشاں لے کے آئے ہیں
مبارک دلہن و دلہا کو شادی کی سعادت ہو
حیات پاک یہ ارباب ایماں لے کے آئے ہیں
ہوئی محفوظ دنیا ' دین پاکیزہ ہوا ان کا
مکمل رحمت و برکت کا ساماں لے کے آئے ہیں
نماز و روزہ و قرآن خوانی کی ہو پابندی
یہ ہم پیغام رب جن و انساں لے کے آئے ہیں
رکھو آرام سے زوجہ کو ان سے نت رہو خنداں
رسول اللہ یہ راہ درخشاں لے کے آئے ہیں
سنادو دلہنوں کو یہ ہماری پند پاکیزہ
نصیحت پند کے ہم در درخشاں لے کے آئے ہیں
مبارک ہو وہ دلہن جو رکھے خاوند کو راضی
نوید خلد اس کی حور و غلماں لے کے آئے ہیں
ہے لازم وہ رہے سسرال میں ہر اک سے خنداں
فلاح دو جہاں کا ہم یہ پیماں لے کے آئے ہیں
رہے پیش نظر بعد عبادت خدمت شوہر
رسول اللہ یہ فرمان ذیشاں لے کے آئے ہیں
رہو اسلام پر مضبوط و قائم زندگانی بھر

رسول اللہ یہ دین درخشاں لے کے آئے ہیں
بسر ہو زندگی آرام سے دلہا و دلہن کی
درحق پر دعائے دوست داراں لے کے آئے ہیں
محبت سے رہے دلہا و دلہن عمر بھر یا رب
تیرے در پر دعائے قلب شاداں لے کے آئے ہیں

نہ باپ مائی بہن نہ بھائی وہاں کسی کا نہیں ہے کوئی

سدا سدا ہم شرن تمہارے تمہیں ہو رکشن ہار (تلسی داس)
سدا سدا ہم شرن تمہارے تمہاری چوکھٹ پہ سر ہمارے
تمہیں ہو کونین کے سہارے تمہیں ہو کھیون ہار
تمہاری کرتا رہوں میں پوجا سمائے دل میں نہ کوئی دوجا
تمہیں ہو مولی تمہیں ہو داتا تمہیں ہو پالن ہار
تمہیں نے سندر چمن بنایا دھرا بنائی ' گگن بنایا
تمہیں ہو دونوں جہاں کے خالق تمہیں ہو سرجن ہار
تمہارا کھاؤں تمہارا گاؤں تمہارے در پر پڑا رہوں میں
میں جاؤں در چھوڑ کر تمہارا کہاں میرے داتار
بتوں کی چوکھٹ سے دور رکھنا ہمیشہ اپنے حضور رکھنا
جھکائے نا سر کسی کے در پر تمہارا پوجن ہار
سکون و آرام و عیش و راحت تمہارے ہی ہاتھ میں ہیں مولی
بلاء و رنج و غم و الم کے تمہیں ہو ٹالن ہار

لگی ہو محشر کی جب بجریاں کرم کی ہم پر رہیں نجریاں
نجات ہیں ہاتھ میں تمہارے تمہیں ہو تارن ہار
یہاں تک خطاب اللہ تعالیٰ کو ہے آگے خطاب نبی ﷺ سے ہے
ڈگر کٹھن پل صراط کی ہے قدم ہمارے ہیں ڈگمگاتے
نبی جی پکڑو ہماری بیّاں لگا دو پل سے پار
نہ باپ مائی بہن نہ بھائی وہاں کسی کا نہیں ہے کوئی
تمہیں سے آشا بندھی ہماری تمہیں ہو رکشن ہار
جو تم نہ پوچھو تو کون پوچھے جو تم نہ تھامو تو کون تھامے
نہیں ہے گوجر کا کوئی گاہک تمہارے بن سرکار

....

مطلع عالم الف اک نام ہے اللہ کا

مطلع عالم الف اک نام ہے اللہ کا
ب سے خالق نے بنایا نام بسم اللہ کا
ت سے تیری بے نیازی ث سے ثابت ہوگئی
ج سے جلوہ تیرا ح سے حکم اللہ کا
خ سے خوبی ہے دو عالم میں تیری ذات کی
ر سے دیکھے کوئی رتبہ یہ رسول اللہ کا
ہ سے دی تو نے ہدایت امت مرحوم کو
ی سے یاد آئے ہمیشہ دل کو نام اللہ کا

مشرق ومغرب میں چرچہ تھا ہمارے نام کا

ہے محرم ابتدائے سال ذی الحج انتہا
ایک میں قربانیاں ہیں ایک میں ہے کربلا
اور پھر ہر سال آتے ہیں یہ ایامِ سعید
باہزاراں شوکت و اجلال اے مردِ با صفا
رمز ہے اہل بصیرت کے لئے اس میں لطیف
یعنی ساری زندگی مؤمن کی ہے حق پر فدا
ہو دعوت فی سبیل اللہ میں یہ گامزن
اور ہدایت کے طلب میں رہے صبح و مسا
تھا یہی جذبہ جو ہم نے سر کیا اسپین کو
پرچم اسلام روم و شام پر لہرا دیا
کی حکومت ہم نے ترک وچین و ہندوستان پر
مشرق ومغرب میں چرچہ تھا ہمارے نام کا
آہ! کچھ عرصہ سے ہم نے چھوڑی ہے دعوت
ہو رہے ہیں اس لئے خوار و زبوں ہم جا بجا
اف جبل پور اور ساگر اور دہلی کے فساد
اپنی کوتاہی نے ہم کو کردیا ایک دم فنا
ہوش میں آ رے مسلمان تو خدا کے واسطے
پھر دعوت فی سبیل اللہ کو ہوجا کھڑا

تتمہ: رام، سیتا، کنہیا وغیرہ کے متعلق

نوٹ:۱......صفحہ۲۰۳/ پر مولانا مرحوم کے متعلق راقم نے لکھا تھا کہ:

''مولانا کی تحقیق یہ تھی کہ ''رام'' اور ''سیتا'' اور دوسرے بعض جنہیں ہندو بھائی اپنا پیشوا سمجھتے ہیں یہ پکے مسلمان تھے اور بعض تو ان میں سے اولیاء اللہ ہوئے ہیں''۔

اس کی تائید کے لئے عرض ہے کہ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ کی تحقیق بھی یہی تھی کہ ''رام'' اور ''کنہیا'' وغیرہ مسلمان تھے۔ ''تذکرۃ الرشید'' سے حضرت کے چند ملفوظات نقل کرتا ہوں۔ حضرت امام ربانی نے ارشاد فرمایا کہ:

''رام'' اور کنہیا'' اچھے لوگ تھے، پچھلوں نے کیا کیا بنا دیا۔ (ص۲۸۷ ج۲)

ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ:

''شاہ نانک (معروف بہ گرونانک سکھوں کے پیشوا) جن کو سکھ لوگ بہت مانتے ہیں، چونکہ اہل جذب تھے اس وجہ سے ان کی حالت مشتبہ ہوگئی، مسلمانوں نے کچھ ان کی طرف توجہ نہ کی، سکھ اور دوسری قومیں کشف وکرامت دیکھ کر ان کو ماننے لگے۔ (ص۲۳۲ ج۲)

''اسی طرح بابا نانک بھی مسلمان تھے' اور پوشیدہ ہوکر ہدایت کرتے تھے، ان کی گرنتھ کا پہلا شعر ہے۔ (ص۲۳۸ ج۲)

اول نام خدا دا دوجا نام رسول تیجا کلمہ پڑھ لے نانکا درگاہ پویں قبول

نوٹ:۲......صفحہ:۲۰۰/ پر ''ارشاد رحمانی'' کا ذکر آیا ہے تو مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس کا مضمون من وعن نقل کردوں:

ایک روز بعد عصر ''بخاری شریف'' کے سبق میں حضرت سلیمان علیہ الصلوۃ والسلام کا ذکر آیا، صاحبزادہ احمد میاں صاحب نے فرمایا کہ: ''کنہیا'' کی سولہ ہزار گوپیاں تھیں۔

ارشاد ہوا کہ پیشتر یہ لوگ مسلمان تھے۔

فقیر کہتا ہے کہ بعض اور حضرات نقشبندیہ نے بھی ایسا کچھ کہا ہے، چنانچہ قیوم دوراں حضرت مرزا جان جاناں قدس سرہ اس شخص کے خواب کی تعبیر میں فرماتے ہیں: [1] جس نے دیکھا تھا ایک جنگل سے بھرا ہوا اور ''کنہیا'' اس کے بیچ میں ہے' اور ''رامچندر'' اس کے کنارے پر۔ ایک شخص نے تعبیر میں بیان کیا کہ یہ لوگ کافروں کے سردار ہیں، اس لئے جہنم کی آگ میں جلتے ہیں۔ مرزا صاحب نے فرمایا کہ: اس کی تعبیر دوسری ہے، جتنے لوگ گذر گئے ہیں، ان میں سے کسی خاص پر کفر کا حکم کرنا بغیر ثبوت شرعی جائز نہیں۔ اور دونوں کا حال نہ قرآن مجید میں ہے نہ حدیث میں۔ اور قرآن مجید میں آچکا ہے کہ: ''ہر قریہ میں ہدایت کرنے والا گذرا ہے'' اس سے ظاہر ہے کہ ہنود میں بھی کوئی ہادی گذرا ہوگا۔ اس تقدیر پر ہوسکتا ہے کہ یہ لوگ اپنے عہد میں ولی ہوں یا نبی، اور ''رام چندر'' نسبت سلوک کی تعلیم کرتا ہو' اور کرشن نسبت جذبی کی، چونکہ ''کنہیا'' میں ذوق وشوق کا غلبہ تھا، اس لئے وہ عشق ومحبت کی آگ میں جلتا ہوا نظر آیا' اور ''رام چندر'' پر سلوک غالب تھا، جذب کو طے کر چکا تھا، اس وجہ سے وہ آگ کے کنارے نظر آیا۔

حضرت حاجی محمد افضل صاحب قدس سرہ نے اس تعبیر کو بہت کچھ پسند کیا اور خوش ہوئے۔ (ارشاد رحمانی ص ۳۸)

دوسری جگہ ہے: ''فرمایا کہ ''رام'' ''لچھمن'' یہ خدا پرست تھے، لوگوں کو برے کاموں سے منع کرتے تھے''۔ (ص ۶۰)

---

[1]...... ''مقامات مظہری'' میں حضرت محمد افضل علیہ الرحمہ سے استفادہ کے ذکر میں یہ مضمون ہے، جس کا ترجمہ بیان کیا گیا' اور حضرت مرزا صاحب علیہ الرحمہ نے اپنے ایک مکتوب میں اس کی زیادہ شرح کی ہے اور ''وید'' کو کتاب آسمانی لکھا ہے، جو صاحب ان اولیاء اللہ کو نہ مانے اور اعتراض کریں انہیں اختیار ہے، کون بزرگ اعتراض سے بچا ہے؟۔

راقم نانا جان کے حالات ترتیب دے رہا تھا اور اس مضمون کو لکھ چکا تھا کہ اچانک ماہنامہ ''اذان بلال'' آگرہ موصول ہوا، جس میں مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی مدظلہ کا ایک مضمون نظر سے گذرا، موقع کی مناسبت سے اسے نقل کرنا مناسب لگا، انشاء اللہ ناظرین کے لئے مفید ہوگا۔ مرغوب احمد

شری رام رامائن' مسلمان' اور پیغمبر اسلام

از: مولانا محفوظ الرحمٰن شاہین جمالی

''رام'' سنسکرت یا ہندی کا لفظ نہیں' بلکہ قدیم عبرانی زبان کا لفظ ہے، جس کے معنی اکبر اور اعظم کے ہیں' اور اللہ کے صفاتی ناموں میں سے ہے' جو قدیم عبرانی میں مستعمل تھا۔

توارت کے بیان کے مطابق حضرت عبر کے ایک پوتے کا نام' جو قحطان کا بیٹا تھا ''ہدورام'' تھا۔ یہ نام دو لفظوں کا مجموعہ ہے: ''ہدو'' اور ''رام''۔ ''رام'' کے معنی بلند مرتبہ' صاحب رفعت' کے ہیں۔ یہ ایک تعظیمی لاحقہ ہے، خود حضرت ابراہیم کا نام ''ابی رام'' تھا، پھر ''ابراہام'' ہوا، اور قرآن میں ''ابراہیم'' آیا۔ (نقش ملتان: ص ۴۷/۶۷ ج ۱)

اس تحقیق سے یہ واضح کرنا مقصود ہے کہ ''رام'' خدا کے ہم معنی لفظ ہے، اور اسی معنی میں تاریخ کے قدیم دور سے استعمال ہوتا آرہا ہے، یہی وجہ ہے کہ یہ لفظ کسی مذہبی طبقہ اور کسی ایک ملک کے طائرے میں بند نہیں ہوا۔ ملیشیا اسلامی ملک ہے، اور وہاں سلطان کے القاب میں سے ایک لقب ہے،: ''سری پاندوکا'' یعنی سلطان رام کے نمائندہ (خلیفۃ اللہ) ہیں۔ تھائی لینڈ کے موجودہ نریش کا لقب ''رام'' ہے۔

(وشنو پربھاکر نونیت ہندی ڈائجسٹ جون ۱۹۶۸ء پیج ۸۵)

مسٹر ملادی وینکٹا رتنام' سابق پرنسپل گورنمنٹ ٹریننگ کالج راج مہندری کی کتاب ہی

کا نام ہے ''رام مصر کا فرعون ہے''۔

(سید سلیمان ندوی معارف میگزین اعظم گڑھ ۱۰۶ جنوری ۱۹۳۷ء)

یہی بات دی راگھون کی کتاب ''دی رامائن ٹریڈیشن ان ایشیاء'' میں کہی گئی ہے کہ:

''رام مصر کے سب سے بڑے راجہ تھے''

مطلب یہ ہے کہ بادشاہوں نے خدا سے اپنی نسبت جوڑنے کے لئے اپنا لقب یا نام ''رام'' اختیار کیا تھا۔ مولوی عبدالسمیع بیدل رامپوری نے اپنی کتاب خالق باری کے سب سے پہلے شعر میں یہ کہا ؎

رحمٰن، رام، اللہ، کرتار پروردگار ہے پالن ہار

قدیم ایران میں ''رام'' حاکم، طاقت وغیرہ معنوں میں استعمال کیا جاتا تھا۔ فارسی کی پرانی ڈکشنریوں میں اس کی پوری تفصیل موجود ہے۔

(دیکھئے! ''بہار عجم'' ص ۴ ج ۲۔ ''برہان قاطع'' ص ۴۵۴ ج ۱۔ اور ''فرہنگ آنندرا'' ص ۱۶۱/۱۶۲ ج ۲)

قدیم فارسی شاعروں میں خاقانی، فردوسی، فرخی، اور حافظ وغیرہ نے اپنے اشعار میں کثرت سے ''رام'' کو استعمال کیا ہے۔

سنسکرت کے ''نالندہ وشال شبد ساگر'' میں ''رام'' کے معنی لکھے ہیں: ایشور، گھوڑا، تین کی تعداد، راجہ رام چندر جی، کا نام۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ ساری زبانوں میں طاقت وعظمت کے معنی مشترک ہیں، اور خدا کو بھی ''رام'' اس لئے کہا گیا کہ وہ سب سے زیادہ طاقت وعظمت کا مالک ہے۔ ''وید'' میں بھی یہی معنی مراد لئے گئے ہیں، اور کسی انسانی شخصیت سے اس کو منسوب نہیں کیا گیا ہے۔ ڈاکٹر شیو پرساد سنگھ ''دھرم یگ'' میں لکھتے ہیں:

''رگ وید'' میں اس لفظ ''رام'' کا استعمال صرف ایک مرتبہ ہوا ہے، وہ بھی جاہ وجلال والی معزز ہستیوں کے ضمن میں، جس سے تو یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کوئی راجہ تھے' لیکن ان سے ''رامائن'' کی کہانی کا کوئی تعلق نہیں ہو پاتا۔ (دھرم یگ ۴/اپریل ۱۹۷۶ء)

ہندو روایتوں میں ایک بہت اہم منتر کا ذکر آتا ہے، جسے ''رام جی'' کا تارک منتر کہا جاتا ہے، یعنی ''رام جی کا پار لگانے والا منتر'' اس کا مطلب ہے رام کے رام خدا کی عبادت کرو، یعنی جن رام چندر جی کو جسمانی شکل میں دنیا مانتے ہیں، ان کی طرف خود یہ منسوب کیا جارہا ہے کہ انہوں نے اپنی عبادت کرنے کو نہیں، بلکہ اپنے اوپر کسی اور رام کی عبادت کو نجات کا ذریعہ بتایا تھا۔ (''اب بھی نہ جاگے تو'' ص ۱۷۰)

جہاں تک ''شری رام چندر جی'' کی شخصیت کا سوال ہے تو ہمارے اسلاف نے اس کا انکار یا اقرار نہیں کیا ہے، کیونکہ ان کے متبرک ہونے یا پیغمبر ہونے کا کوئی واضح تصور ہمارے برادران وطن نے ہمارے سامنے پیش نہیں کیا ہے، حالانکہ اس کی تمام تر ذمہ داری انہیں پر عائد ہوتی ہے، اس کے باوجود یہ واقعہ ہے کہ جس شکل میں ان کا تعارف پیش کیا گیا ہے ہمارے بزرگوں نے ان سے حسن ظن ہی قائم رکھا' اور ان کے احترام میں کمی نہیں کی۔ جنگ آزادی کے سپہ سالار حضرت شاہ عبدالعزیز دہلوی ان کو اچھے لوگوں میں شمار کرتے تھے' اور یہ بھی فرمایا کہ: ''متھرا وغیرہ عشق انگیز مقامات ہیں''۔ (بشارت احمدی/۱۱)

ایشیا کی مشہور اسلامی یونیورسٹی دارالعلوم دیوبند کے بانی حضرت مولانا قاسم نانوتوی کے خیال میں ان کے نبی ہونے کا امکان ہے۔ (''اب بھی نہ جاگے تو'' ص ۲۷)

دہلی کے مشہور بزرگ مرزا مظہر جان جاناں جن کے لاکھوں مرید اور ایک ہزار خلیفہ تھے' اور ان کی خانقاہ میں روم' شام' بغداد' مصر' چین' اور حبش تک کے لوگ بھرے رہتے تھے۔

قریب کے شہروں مثل ہندوستان، پنجاب، وافغانستان کا تو ذکر ہی کیا، ٹڈی دل کی طرح امڈے رہتے تھے۔(''آثارالصنادید'' سرسیداحمد خاں)

ان کی وسیع المشربی کا یہ عالم تھا کہ بقول پروفیسر خلیق احمد نظامی: ''وہ ویدک شخصیتوں کو پیغمبر تسلیم کرتے تھے''۔(دہلی کے صوفیا، معارف ۴۳۶/دسمبر ۱۹۹۰ء)

''بشارت احمدی'' کے مصنف نے لکھا ہے کہ:

ایک دن ایک شخص نے ان سے (مرزا مظہر جان جاناں سے) کہا کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ایک آگ کا جنگل لبریز ہے، اور ''کرشن'' بیچ میں کھڑے ہیں، اور ''رام چندر'' اس آگ کے کنارے۔ مرزا مظہر جان جاناں نے فرمایا:

''اللہ کے عشق کی گرمیاں آگ کے جنگل کی صورت میں ظاہر ہوئیں، ''کرشن جی'' اللہ کے عشق ومحبت کی آگ میں ڈوبے ہوئے تھے، اس لئے وہ آگ کے اند دکھائی دیئے، اور ''رام چندر'' جو اپنی طاقت وقوت کی زیادتی کے سبب آہستہ خرامی سے عشق خدا کی راہ چلتے تھے وہ آگ کے کنارے دکھائی دیئے''۔(''بشارت احمدی'' ص ۹)

''شری رام چندر جی'' کے بعد ہم ''رامائن'' کی طرف بڑھتے ہیں، تو یہاں ہمیں مسلمانوں کی علمی فراخ دلی اور کشادہ نظری کی چھاپ اور گہری دکھائی دیتی ہے، اور اس کی وجہ بقول شری راج گوپال آچاریہ سابق گورنر جنرل ہندوستان یہ ہے کہ:

''اگر دنیا میں کسی مذہب نے انتہائی فراخدلی سے کام لیا ہے تو وہ اسلام ہے''۔

(روزنامہ پیام حیدرآباد ۱۳۴۸ھ)

جناب رام لعل نابھوی لکھتے ہیں کہ:

''مسلم دانشوروں نے نظم ونثر میں اور چھ زبانوں میں تیس رامائن لکھی ہیں، قومی یک

جہتی اور مشترکہ تہذیب کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوسکتی ہے‘‘۔

(معارف اعظم گڑھ ص۶۱ر جولائی ۱۹۹۰ء)

اس اجمال کی مختصر تفصیل یہ ہے کہ عربی میں ودیع لبنانی نے ’’ملحمۃ راما‘‘ اور کامل گیلانی نے ’’رامایانا‘‘ کے نام سے دو رامائنیں لکھیں۔ فارسی میں عبدالقادر بدایونی فیضی، فیضی فیاضی ملا مسیح کیرانوی، میر شمس الدین فقیر، مسیحائے کاشی ابوالفضل، غلام رسول اقبال یغمائی، عبدالودود اظہر ترکی نور محلی نے رامائنیں لکھیں۔

اردو میں عبدالستار بی، اے نفیس خلیلی، آغا حشر کاشمیری، حفیظ اللہ سندیلوی، احمد خاں غفلت رامپوری، محمد امتیاز الدین نورالحسن نقوی، علی جواد زیدی، صفدر آہ، مہدی نظمی، نے رامائنوں کو منتقل کیا۔

انگریزی میں ولی اللہ سلفی، پنجابی میں عبدالرحمٰن، اور ہریانوی زبان میں احمد بخش تھانیسری نے رامائنوں کا ترجمہ کیا۔ اور کمال کی بات یہ ہے کہ اس فہرست میں دارالعلوم دیوبند کے نامور فاضل ادیب وشاعر جناب علامہ تاجور نجیب آبادی کا نام بھی شامل ہے، اس کے علاوہ اردو کے ۴۴ر شعراء ہیں، جنہوں نے ’’رام‘‘ کی عظمت کے گن گائے ہیں، اور علامہ اقبال نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ ؎

اہل نظر سمجھتے ہیں اس کو امام ہند

اس موضوع پر مزید مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلم بادشاہوں نے اس ادبی وراثت کی اشاعت میں خاصی دل چسپی لی۔ سلطان زین العابدین شاہ کشمیر نے سب سے پہلی کوشش کی، اور اکبر کے زمانے میں بہت بڑا کام ہوا۔ اور حیرت کی بات یہ ہے کہ اورنگ زیب نے بھی اس سلسلے میں علم دوستی اور فراخدلی کا ثبوت دیا، چنانچہ فارسی میں چار رامائنیں

اورنگ زیب کے نام معنون ہیں۔انہوں نے ''شیواجی'' کے پوتے ''ساہو'' کے لئے آگرہ کے قلعہ میں ایک پنڈت کے ذریعہ مذہبی تعلیم کا خصوصی انتظام بھی کیا تھا۔

(ڈاکٹر بشمبر ناتھ پانڈے،قومی آواز ۹ستمبر،۱۹۹۰ء)

اور اخیر میں یہ واقعہ بھی یاد رکھئے کہ خود ''شری رام چندر جی'' نے اسی فراخ دلی سے اسلام اور پیغمبر اسلام کے تئیں اپنی عقیدت کا اظہار کیا ہے، انہوں نے عبادت کے چار طریقے بیان کئے ہیں،جن سے احمد ﷺ کی طرف اشارہ نکلتا ہے۔

مشہور بزرگ شاہ عبدالحق کانپوری فرزند مولانا شاہ غلام رسول صاحب سے ایک وید کے ماہر پنڈت نے جو رام پور اور بریلی کے درمیان چوڑہ ندی کے کنارے رہتے تھے بتایا تھا کہ:

چوتھے وید میں اتنا ذکر تمہارے پیغمبر (محمد ﷺ) کا ہے کہ ''رام چندر جی'' سے کسی نے پوچھا کہ کتنے درجے ہیں'جن کے طے کرنے سے بندہ اللہ سے ملتا ہے؟

انہوں نے کہا چودہ درجے:

اس نے پوچھا کہ آپ نے وہ چودہ درجے طے کئے ہیں؟

رام چندر جی نے کہا نہیں۔

اس نے کہا تم طے کرو گے؟

کہا نہیں، ہم اس سے آگے نہیں بڑھیں گے' جتنے ہیں۔

اس نے کہا کوئی تم سے پہلے گزرا ہے' جس نے یہ چودہ درجے طے کئے ہوں؟

انہوں نے کہا نہیں۔

اس نے پوچھا آپ کے بعد کوئی ایسا ہوگا کہ ان درجوں کو طے کرے گا؟

انہوں نے جواب دیا کہ: ہاں ایک شخص آنے والا ہے، وہ یہ سب درجے طے کرے گا، مگر اب سے بہت دور ہے۔

اس نے پوچھا کہ نام اس کا کیا ہے؟

رام چندر جی نے کہا کہ نام ان کا ''محامد'' ہے۔

اس نے کہا وہ کہاں پیدا ہوں گے؟

رام چندر نے کہا: ایک پتھروں کے ملک میں پیدا ہوں گے، اور کھجوروں کے شہر میں جا کر رہیں گے، اور وہیں سے ان کا دین ساری دھرتی پر پھیلے گا، اور جو وہ کہیں گے وہی اللہ کرے گا، جو ان کے دین کو پکڑے گا بیکنٹھ میں جائے گا، اور جو ان کے دامن کو نہ پکڑے گا یا پکڑ کر چھوڑ دے گا وہ نرک میں جائے گا۔

اس نے کہا ان کا لباس اور خوراک کیا ہوگی؟

رام چندر جی نے کہا: ان کی خوراک دودھ اور گوشت اور شہد اور سرکہ ہے، اور پوشاک ان کی تہمد اور پگیا ہے۔ (بشارت احمدی:۱۱۸، نولکشور پریس لکھنؤ ۱۸۴۷ء)

اس مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا پرستوں اور رام بھگتوں کو مذہبی رواداری اور بھائی چارگی اور فراخدلی کے ساتھ رہنا چاہئے، اور آپس میں نفرت وتعصب کی دیوار کو گرا دینا چاہئے، کیونکہ جس کو ہم غیر سمجھ رہے ہیں کیا عجب ہے کہ وہ خود اپنا ہی ہو ؎

اے چشم اعتبار ذرا دیکھ تو سہی
وہ گھر جو جل رہا ہے کہیں تیرا گھر نہ ہو

(ماہنامہ ''اذان بلال'' ستمبر ۱۹۹۳ء)

حضرت مولانا محمد رضا صاحب اجمیری رحمہ اللہ

ولادت:......۱۹۰۹ء۔

وفات:......۲۲ر جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۵ر نومبر ۱۹۹۴ء۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

عارف باللہ حضرت شیخ مولانا محمد رضا صاحب اجمیری رحمہ اللہ

حضرت مولانا اجمیری کی ہستی باکمال

علم تقوی اور اپنی سادگی میں بے مثال

۲۲ر جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق ۲۵ر نومبر ۱۹۹۴ء کی تاریخ نہ صرف علماء وطلبائے مدارس کے لئے بلکہ دین وعلم دین سے تعلق رکھنے والے ایک ایک فرد کے لئے جس جانکاہ حادثے کی خبر لے کر آئی وہ حضرت شیخ عارف باللہ مولانا محمد رضا صاحب اجمیری قدس سرہ کی وفات حسرت آیات کا حادثہ تھا۔ حضرت کی بابرکت ہستی اس دور قحط الرجال میں ایک ایسی چشمۂ فیض تھی جن سے نہ صرف علاقہ سورت بلکہ گجرات حتی کہ افریقہ، برطانیہ کے دور دراز مقیم مسلمان بھی مستفید ہو رہے تھے، جنہوں نے اس انحطاط پذیر زمانے میں استقامت واخلاص کے اعلی مقام پر رہ کر درس وتدریس، وعظ وارشاد کے ذریعہ دین اسلام کی عظیم خدمت کو زندہ وتابندہ رکھا۔ آج یہ مقدس وجود ہم سے جدا ہو گیا اور ہم اس دریائے فیض سے محروم ہو گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

راندیر کے اکابرین

ایک وقت وہ تھا کہ راندیر بحمد اللہ علماء حقانی کی ایک جماعت سے آباد تھا، مثلا حضرت مولانا محمد سعید صاحب مہتمم جامعہ حسینیہ (م:۱۳۹۶ھ ۱۹۷۶ء) حضرت مولانا احمد اشرف صاحب مہتمم دارالعلوم اشرفیہ (م:۱۴۰۹ھ ۱۹۸۹ء) حضرت مولانا احمد اللہ صاحب شیخ الحدیث جامعہ حسینیہ (م:۱۴۰۴ھ ۱۹۸۳ء) حضرت مولانا مفتی عبد الغنی کاوی صاحب (م:۱۴۰۸ھ ۱۹۸۷ء) استاذ محترم حضرت مولانا غلام رسول صاحب بورسدی رحمہم اللہ۔ ان میں سے ہر ہر فرد نے نام ونمود سے الگ تھلگ اپنے اپنے حلقوں میں دین کی وہ

خدمات انجام دیں کہ ان میں سے ایک ایک شخص کی خدمات بڑی بڑی جماعتوں کے کام پر بھاری ہیں۔

﴿ کل نفس ذائقة الموت ﴾ کے حتمی امر اور سنت اللہ کے مطابق یہ تمام ہستیاں ایک ایک کر کے رخصت ہونی شروع ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے میدان خالی نظر آنے لگا۔ اس وقت سرزمین گجرات پر راندیر میں فقیہ العصر حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم کی ذات بابرکت باقی ہیں اللہ تعالیٰ ان کا سایۂ رحمت ہم پر تا دیر بعافیت سلامت رکھے، آمین۔

اے خدا ایں سلسلہ قائم بدار فیض او جاری بود لیل ونہار

لیکن اس ویرانی کے عالم میں حضرت مولانا اجمیری صاحب کی شخصیت اتنی بڑی نعمت تھی کہ اس پر حق شکر ادا نہیں ہوسکتا۔ ان کی خدمت میں حاضر ہو کر مجھ جیسے نا اہل کو بھی عجیب وغریب کیفیت محسوس ہوتی تھی۔

عوام وخواص میں آپ کی شخصیت اس وقت مرجع خلائق تھی آہ مولانا کی جدائی نے تمام ارباب مدارس وعلماء وخواص کے قلوب کو متأثر کر دیا۔

ولادت

حضرت: ۱۹۰۹ء میں ضلع پشاور کی ایک بستی ''چارسدہ'' میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد کا نام عبداللہ تھا' جوتا جر تھے۔

تعلیم

آپ نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں حاصل کی، پھر علماء سلف کی طرح رحلت کا مرحلہ پیش آیا اور شوق علم نے اپنے وطن عزیز اور اعزہ واقارب کو چھوڑنے پر مجبور کر دیا تو تحصیل

علم کی خاطر اجمیر کا لمبا سفر فرمایا۔سفر کا خرچ بھی پورا نہ تھا،اس لئے بڑی مشقت اور تکلیف برداشت کرتے ہوئے کچھ پیدل کچھ سواری پر منازل سفر طیں کیں۔

اجمیر پہنچ کر دارالعلوم معینیہ میں داخلہ لیا اور فارسی سے لے کر دورۂ حدیث تک مکمل درس نظامی کی تکمیل کی۔ایک مرتبہ حضرت نے فرمایا کہ ابتدا میں اجمیر کی فضا پسند نہ آئی اور دل جمعی حاصل نہ ہوئی،اسی اثناء میں خواب میں حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ کی زیارت نصیب ہوئی تو تسلی دی اور فرمایا: ڈرو نہیں انشاء اللہ آسانی ہوجائے گی۔اس خواب کے بعد الحمد للہ طمانیت قلبی حاصل ہوگئی۔حضرت فرمایا کرتے تھے: یہ سب خواجہ صاحب رحمہ اللہ کی دعا کی برکت ہے۔

اجمیر میں سولہ سال تک قیام رہا۔فارسی کی تعلیم مولانا شیخ زادہ نصیر احمد صاحب اجمیری رحمہ اللہ سے حاصل کی اور عربی کے اساتذہ میں مولانا عبد الرحمٰن عراقی ،مولانا عبد الحیٔ سرحدی،مولانا عبد اللہ کندھاروی ،مولانا محمد شریف بخاری رحمہم اللہ کے اسماء ملتے ہیں۔ حدیث کی کتابوں میں ''ابن ماجہ شریف'' حضرت مولانا محمد یونس صاحب میرٹھی رحمہ اللہ (تلمیذ شیخ الہند رحمہ اللہ) سے اور ''بخاری شریف'' حضرت مولانا معین الدین چشتی بہاری رحمہ اللہ سے پڑھی۔سن فراغت :۱۳۶۲ھ مطابق ۱۹۴۲ء ہے۔

تدریس

فراغت کے بعد تین سال ناگور شریف میں تدریسی خدمت انجام دی اور دوبارہ اجمیر تشریف لائے ، پھر دارالعلوم اشرفیہ کی دعوت پر راندیر تشریف لے آئے اور عربی کی ابتدائی کتابیں پڑھائیں۔نوجوانی کا عالم تھا بڑی پابندی سے مولانا اپنی مفوضہ خدمت انجام دیتے۔اخلاص وللّٰہیت ،تقوی طہارت میں بھی اپنی مثال آپ تھے بہت تھوڑے وقت میں

انتھک محنت اور بے پناہ قابلیت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بٹھادیا، چھ گھنٹے پڑھانے کا معمول تھا۔ فارغ وقت میں ذی استعداداور محنتی طلبہ کومزید پڑھاتے اس محنت کا نتیجہ تھا کہ تین سال کے بعد آپ کومسلم شریف دی گئی اس طرح آپ کی حدیثی خدمت کا آغاز ہوا۔

تین سالہ قیام میں حضرت کی جامعیت اوراعلی قابلیت کا شہرہ ہوچکا تھا کہ ۱۹۴۷ء میں قیام پاکستان کا فیصلہ ہوااور دارالعلوم اشرفیہ کے شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق صاحب پشاوری پاکستان تشریف لے گئے تو ارباب مدرسہ نے حضرت کوشیخ الحدیث کے منصب جلیل پر فائز کردیا اورتقریبا: ۴۷ سال اس منصب عظیم پر جلوہ افروز ہوکر تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔

چند تلامذہ

اس طویل عرصہ میں نہ جانے کتنے تشنگان علم آپ کے منبع علم سے سیراب ہوئے ہوں گے ان میں جامعہ ڈابھیل کے استاذ حدیث وصدر مفتی راقم کے مشفق استاذ حضرت مولانا احمد صاحب خانپوری ،حضرت مولانا یعقوب صاحب سارودی ،حضرت مولانا یعقوب صاحب کاوی ،حضرت مولانا ابراہیم صاحب دیولوی مدظلہم خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔

امامت وخدمت مسجد

راندیر کے ابتدائی زمانہ میں ایک مسجد میں امامت بھی کی ،تواضع کا یہ عالم تھا کہ امامت کے ساتھ اذان وصفائی کی ذمہ داری بھی اپنے اوپر لے رکھی تھی ۔صبح کے اسباق کے بعد مدرسہ سے مسجد میں تشریف لاتے اورخود ہی صفائی فرماتے ،صفائی سے فراغت پر کھانا پکاتے۔

رمضان میں روزہ وعبادت کثیرہ کے ساتھ سحری وافطاری کا کھانا بھی خود ہی تیار

فرماتے، اس زمانہ میں امامت کی تنخواہ پندرہ روپیہ ماہانہ تھی، مگر آپ کا معمول ہفتہ میں دو تین دن وعظ ونصیحت واصلاح مسلمین کی غرض سے سفر فرمانے کا تھا، اس دوران اپنے تلامذہ میں سے کسی کو امامت کی ذمہ داری سپرد فرماتے اور پوری تنخواہ انہیں پر صرف فرمادیتے۔

چونکہ مولانا کا مکان اس مسجد سے دور تھا اور مکان کے قریب دوسری مسجد تھی اور محلّہ کی مسجد کے ذمہ داروں کا اصرار بھی تھا کہ آپ یہاں تشریف لے آئے ہم آپ کو اچھی تنخواہ دیں گے حضرت نے مسجدِ محلّہ کی امامت قبول فرمالی اور تنخواہ لینے سے انکار کردیا، ذمہ داروں کے اصرار پر فرمایا کہ میں ایسے بھی نماز پڑھنے آؤں گا تو بجائے پڑھنے کے پڑھادوں گا، چنانچہ آپ للہ امامت کے فرائض انجام دیتے رہے۔ ارباب انتظام نے یہ سوچ کر حضرت ہم سے امامت کی تنخواہ نہیں لیتے مکان کا کرایہ ادا کرنا اپنے ذمہ لے لیا۔

توکل کا ثمرہ

دنیا سے بے رغبتی کا یہ عالم تھا کہ برسوں کرایہ کے مکان میں گذار دیئے، چند عقیدت مندوں نے درخواست کی کہ آپ کے لئے ایک مکان بنادیں حضرت نے اس کو بھی قبول نہیں فرمایا مگر ﴿ من یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ﴾ کے مصداق کچھ احباب وتلامذہ نے بغیر آپ کی اجازت کے ایک عمدہ مکان تعمیر کر کے حضرت کو مالک بنادیا۔

ذوق مطالعہ

مطالعہ کے انہماک کا یہ حال تھا کہ رات کا اکثر حصہ اسی میں صرف ہوتا۔ زمانہ شباب میں تدریسی انہماک کے ساتھ بقیہ اکثر وقت مطالعہ میں گزرتا، بعض اوقات تو کھانا پکاتے ہوئے ایک ہاتھ میں کتاب ہوتی اور دوسرے ہاتھ سے کھانا پکاتے۔

آپ کے اخلاق

اتباع سنت آپ کا خاص وصف تھا، یہی وجہ ہے کہ بعض وہ سنتیں جن پر عمل قریب قریب متروک ہے حضرت اس پر بھی سختی سے عامل تھے، مثلاً حضور ﷺ کی سیرت طیبہ میں آپ ﷺ کا ایک عجیب وصف یہ بیان ہوا ہے کہ اگر کوئی شخص آپ سے بات کرنا شروع کرتا تو آپ ﷺ اس وقت تک اس کی بات کو توجہ سے سنتے رہتے جب تک وہ خود بات کر کے واپس نہ ہو جاتا، یعنی آپ ﷺ ازخود سلسلۂ کلام ختم کر کے کسی دوسری طرف متوجہ نہیں ہوتے تھے۔ کہنے کو تو یہ آسان بات ہے لیکن ایک ایسے شخص کے لئے جن کے کندھوں پر بے شمار مصروفیات کا بوجھ ہو اس پر عمل کرنا انتہائی مشکل ہے اور یہ کام وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خلق عظیم کی دولت سے نوازا ہو۔

اس عظیم سنت نبوی کی جھلک احقر نے جن گنے چنے افراد میں دیکھی اس میں حضرت بھی داخل ہیں، زائرین کے ہجوم میں بھی حضرت ہر مخاطب کا پورا پورا حق ادا کرنے کی کوشش فرماتے۔

انسانی دلجوئی کا ایک واقعہ

شرافت و وضع داری ان کا خاص وصف تھا۔ ہر وارد و صادر کی دلجوئی کا پورا خیال فرماتے، کوئی آتا حضرت دکان کا افتتاح کرنا ہے، جواب تھا چلئے، کوئی آتا حضرت مکان کا افتتاح ہے، فرماتے حاضر ہوں۔ بعض اہل عقیدت (نہ کہ اہل محبت) کھیت میں کنواں کھداوانا بھی ہوتا تو آکر اصرار کرتے، حالانکہ کھیت تک پہنچنے کا راستہ اس قدر خراب ہوتا ہے کہ ہم جیسے نوجوانوں کو بھی بوجھ محسوس ہوتا ہے مگر حضرت ان کو بھی انکار نہ فرماتے۔ مساجد و مدارس کا افتتاح، شادی کی تقریبات اور میت کی حاضری مزید براں۔ غرض مخلوق

خدا پر شفقت ورأفت کا ایک خاص حال آپ پر طاری تھا اور یہ کیفیت اس درجہ پہنچی ہوئی تھی کہ اپنے تو اپنے غیروں کو بھی اپنی ذات سے کوئی ادنی تکلیف پہونچانا بے حد شاق گذرتا۔ مولانا یعقوب کاوی صاحب کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت کے ہمراہ سورت سے بس کے ذریعہ راندیر آرہا تھا، اتفاق سے بس میں ایک ہندو کیلے بیچنے آیا، آواز دی کون خریدے گا؟ کسی نے اس کی آواز پر توجہ نہ دی حضرت نے فرمایا مولوی یعقوب اس کو بلاؤ اور کچھ کیلے خریدلو، مولانا نے عرض کیا: حضرت ہم نے تو بازار سے کیلے خرید لئے ہیں فرمایا کوئی بات نہیں اللہ کا ایک بندہ ہے ضرورت مند ہے بیچارے سے کوئی نہیں خریدے گا تو اسے تکلیف ہوگی میں نہیں چاہتا کہ ایک انسان کو تکلیف پہنچے۔جس شخص کا غیروں کے ساتھ یہ معاملہ ہو وہ اپنوں کی تکلیف کا کس درجہ خیال رکھتا ہوگا؟ اس کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔غرض شفقت اور صلہ رحمی میں آپ فرد فرید تھے۔

اوصاف وکمالات

اخلاق حسنہ آپ کا قابل رشک تھا۔مہمان نوازی میں ضرب المثل تھے۔انتہائی متواضع اور منکسر المزاج تھے۔صفت تواضع جو آپ کی ذات میں دیکھنے کو ملی وہ کم ہی دیکھنے کو مل سکی۔چھوٹوں کا خیال اور حوصلہ افزائی میں اس شعر کے پوری طرح مصداق تھے ؂

خاکساری اپنی کام آئی بہت ہم نے ہر ادنی کو اعلی کردیا

مولانا انتہائی سادہ مزاج تھے اور یہ سادگی خوردونوش، نشست وبرخاست، رہن سہن، لباس اور گفتگو ہر چیز میں نمایاں تھی۔

صبر کے پہاڑ

صبر کے پہاڑ تھے سخت سے سخت حالات میں بھی کیا مجال ہے زبان سے شکوی و

شکایت کے الفاظ نکل جائے ،مولانا کے داماد مولانا مفتی شبیر احمد صاحب کا حادثۂ وفات اس کا زندہ ثبوت ہے۔مولانا شبیر احمد صاحب لاجپور میں مقیم تھےاور وہیں ان کے انتقال کا حادثہ پیش آیا اس وقت سورت میں ہندو مسلم فساد کی بنا پر مولانا جنازہ تک میں شریک نہ ہو سکے اپنی حیات میں اس طرح بیٹی کا بیوہ ہونا اور داماد کے جنازہ میں شریک نہ ہوسکنا' اس اندوہناک واقعہ پر بھی حضرت نے مرضئ رب کے سامنے سر تسلیم خم رکھا۔ایسے مصائب کے وقت حضرتؒ کی زبان حال پر یہ شعر ہوتا ہوگا ؎

مصائب میں الجھ کر مسکرانا میری فطرت ہے
مجھے نا کامیوں میں اشک برسانا نہیں آتا

علم وعمل ،خلوص وللّٰہیت ،تقوی وطہارت میں حضرت اسلاف کے صحیح جانشین تھے۔صلوۃ لیل کے بڑے پابند تھے، عالم شباب ہی سے نماز تہجد کا اہتمام تھا،آپ کے پڑوسیوں کا کہنا ہے کہ فجر سے پہلے ہم حضرت کے رونے کی آواز سنتے تھے۔تہجد کے بعد فجر تک یاد الٰہی میں مصروف رہتے۔

من تواضع لله رفع الله

اس حقیقت کا انکار مشکل ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کا ہوجائے اور اپنے کو بالکل ہی فنا کردے اور اپنی ذات کو کتنا ہی چھپانے کی کوشش کرے،لیکن اس کی سیرت وکردار کی خوشبو دور دور تک پہنچ کر رہتی ہے۔حضرت کی شخصیت اس دعوی پر شاہد عدل ہیں۔آپ کی ان تمام ملکات وخصوصیات کے علاوہ آپ کا سب سے قیمتی وصف اخلاص تھا شہرت پسندی اور نام ونمود سے آپ کو نفرت تھی حضرت نے اپنے آپ کو بالکل ہی چھپا رکھا تھا مگر آپ جتنا چھپاتے گئے حق تعالی آپ کو مقام رفعیت پر پہنچاتے گئے صحیح ہے:من تواضع لله رفع الله۔

آپ کا وعظ

حضرت کا وعظ بڑا پُر اثر ہوتا تھا۔طویل بیان کے عادی نہیں تھے عامۃً بیان پون گھنٹہ کا ہوتا۔تقوی کی نصیحت، سنت نبوی ﷺ کی اتباع کی ترغیب، گناہوں سے پرہیز کی تاکید آپ کے وعظ کا خلاصہ ہے۔

مولانا ایوب صاحب سورتی مدظلہ نے حضرت کے تین واقعات سنائے:

عجیب واقعہ

تاریخ میں ایسے واقعات شاذ و نادر ہی سننے میں آئے ہوں گے کہ کوئی شوہر اپنی بیوی کو طلاق دے اور خسر اس داماد کی زوجیت میں دوسری بیٹی دیدے، مگر حضرت کے خسر علامہ حکیم بہاری (موصوف جید الاستعداد اور اصحاب ذوق لوگوں میں تھے علامہ کے نام سے مشہور تھے) نے حضرت کی خدمت میں از خود درخواست کی کہ حضرت آپ نے میری ایک لڑکی کو طلاق دی، مجھے معلوم ہے کہ قصور آپ کا نہیں میں اپنی دوسری بیٹی آپ کے نکاح میں دینا چاہتا ہوں۔حضرت نے فرمایا: میں ایک ہفتہ استخارہ کے بعد جواب دوں گا، چنانچہ ہفتہ بعد حضرت نے منظور فرمالیا اور ایک مکان میں سادگی سے نکاح ہوگیا۔

قبولیت حج کی بشارت

حضرت حج بیت اللہ کے لئے تشریف لے گئے حرمین شریفین کی زیارت سے فراغت پر جب واپسی کا قصد فرمایا' تو فکر دامنگیر ہوا کہ پتہ نہیں میری حاضری قبول ہوئی یا نہیں، ہر وقت بہت گریہ وزاری سے قبولیت حج کی دعا فرماتے، خصوصا آخری دن بہت دعا کی۔ رات کو خواب میں رسول پاک ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی آپ ﷺ نے فرمایا: ''یـــا

بنی لا تحزن ان حجک مبرور و مقبول ''اس بشارت نبوی ﷺ سے اطمینان ہوا کہ الحمدللہ حج قبول ہے۔

ایک کرامت

ماکھینگا (ایک بستی کا نام ہے) میں ایک جگہ کنواں کھودنا تھا، بڑی کوشش کی مگر پانی کا نام ونشان نہ ملا، تو حضرت کو دعوت دی کہ دعا فرمادیں، حضرت تشریف لائے اور جس جگہ کنواں کی ضرورت تھی وہاں دو رکعت نماز پڑھی اور دعا فرمائی، خدا کی شان اور حضرت کی کرامت کہ جس جگہ پانی کا نام ونشان نہ تھا وہیں سے پانی برآمد ہوگیا۔

حضرت کی شفقت

احقر کو حضرت کی خدمت میں بارہا حاضری کی سعادت نصیب ہوئی۔ میرے جد بزرگوار حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب سے حضرت کے خصوصی تعلقات تھے، اس لئے آپ حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم کی معیت میں اکثر لاجپور تشریف لاتے۔ دعوت کہیں بھی ہوتی قیام راقم کے مکان پر رہتا۔ میرے والد صاحب مدظلہ پر بھی حضرت کی شفقتیں بہت زیادہ تھیں۔ ہم نے بچپن میں جن بزرگوں کا تذکرہ گھر میں بکثرت سنا ان میں حضرت مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری اور حضرت کی شخصیت بہت نمایاں تھیں۔ مولانا، عارف باللہ، حضرت شیخ الحدیث وغیرہ القاب تو میں نے بعد میں سنیں، بچپن میں ہم حضرت مفتی صاحب کو'' دادا باجی'' اور حضرت کو''اجمیری صاحب'' کے نام سے جانتے تھے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ حضرت ہمارے یہاں تشریف لاتے اور دوپہر کو قیلولہ کے لئے آرام فرماتے تو والد صاحب مدظلہ مجھ سے فرماتے کہ جاؤ حضرت کے پیر دباؤ میں جاتا اور حضرت کے پیر دبانا شروع کرتا حضرت انکار

فرماتے، مگر بچے کی ضد تو ہے ہی مشہور کچھ دیر خدمت کا موقع عنایت فرماتے۔ راقم الحروف جب برطانیہ کے سفر کے وقت وداعی ملاقات کے لئے حضرت والا کے سایۂ شفقت میں مختصر وقت کے لئے حاضر ہوا' اس وقت بھی حضرت کی بے پایاں عنایتوں نے بہت نہال فرمایا۔

حضرت کا ایک تعزیت نامہ

جی چاہتا ہے کہ حضرت کا ایک تعزیت نامہ جو میرے والد صاحب کے نام حضرت جد بزرگوار کی وفات پر تحریر فرمایا تھا نظر ناظرین کروں۔

من جانب محمد رضا اجمیری از: راندیر مدرسہ اشرفیہ

جناب محترم اسماعیل صاحب سلمہ اللہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

مولانا مرحوم کے انتقال سے نہ صرف مجھ کو بلکہ اکثر اہل علم کو نیز دیگر بہت سے متعلقین کو ایک بڑا عظیم نا قابل تلافی نقصان پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو نیز تمام متعلقین کو صبر جمیل کے اجر جلیل سے محظوظ و مسرور فرمائے اور مولانا مرحوم کو اپنی عنایت بے غایت سے جنت الفردوس کے درجات علیا سے سرفراز فرمائے۔ حاضر نہ ہو سکنے کا بڑا صدمہ رہا۔ آپ نے مرحوم والد صاحب کی خدمت نہایت خلوص اور انہاک سے کرنے کی پوری کوشش کی ہے۔ مجھے قوی امید ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو نیز آپ کے دوسرے معاونین کو اپنی عنایت اور فضل سے بہرہ اندوز فرمائے گا۔ بخاری کے درس میں مرحوم کے لئے دعائیں کی گئیں اور انشاء اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ مرحوم کو اس ناچیز سے بہت بڑی محبت تھی، مجھے تو حد سے زیادہ صدمہ ہوا مگر چونکہ یہاں کی سب چیزیں فانی ہیں لہذا سب کو یہ مراحل برداشت کر کے صبر کرنا ہی ہے۔

وفات

حضرت نے طویل عمر پائی صحت بہت اچھی تھی۔ سنا ہے کہ مرضِ وفات کے علاوہ کبھی اسپتال جانے کی نوبت نہیں آئی۔ وفات سے کچھ عرصہ قبل صحت خراب ہوئی۔ سورت اسپتال میں داخل کئے گئے مگر وقت موعود آچکا تھا جمعرات کو گھر پر تشریف لے آئے اور قلبی دورہ کے باعث جمعہ کی صبح عین اس وقت جب روزانہ تہجد کے لئے اپنے رب کے حضور میں پیش ہوتے تھے، ہمیشہ ہمیش کے لئے حاضر ہو گئے۔ وفات سے پیشتر بلند آواز سے ذکر شروع کیا اور ذکر کرتے کرتے دنیا سے کوچ فرما گئے ﴿ انا للہ وانا الیہ راجعون ﴾ جس نے سنا حواس باختہ ہو گیا۔ پورے گجرات میں یہ وحشت ناک خبر بجلی کی طرح پھیل گئی۔ لوگ دیوانہ وار راندیر پہنچ گئے۔ نماز جمعہ کے بعد راندیر کے ایک وسیع میدان میں بقیۃ السلف حضرت مولانا مفتی سید عبد الرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اخبار کی خبر کے مطابق ایک لاکھ افراد نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ راندیر میں کسی جنازہ کے ہمراہ اس قدر مجمع نہیں دیکھا گیا۔ ہر طرف آدمی ہی آدمی نظر آتے تھے۔ نماز سے فراغت پر اللہ کے اس مخلص بندے اور عارف باللہ کو لحد میں اتار دیا گیا اور شریعت وطریقت کے اس آفتاب عالمتاب کو ہمیشہ کے لئے لوگوں کی نظروں سے چھپا دیا گیا۔ عاشقین کی غمزدہ زبانیں زبان حال سے یہ شعر پڑھ رہی تھیں ۔

مٹی میں کیا سمجھ کے چھپاتے ہو دوستو
گنجینۂ علوم ہیں گنجینۂ زر نہیں

حضرت نے پسماندگان میں ایک بیوہ، ایک صاحبزادی اور ایک صاحبزادہ چھوڑا۔ صاحبزادۂ محترم مولانا قاری رشید احمد صاحب اجمیری مدظلہ ماشاء اللہ ذہین وفطین عالم

ہیں۔حق تعالیٰ موصوف کو والد مرحوم کا صحیح جانشین بنائے،آمین۔

حضرت کی وفات ملک وملت کا زبردست سانحہ ہے،آپ کی وفات پر آپ کے اہل خاندان ہی نہیں پورا گجرات مستحق تعزیت ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت کو جنت الفردوس میں درجات عالیہ اور اپنے مقامات قرب میں پیہم ترقی عطا فرمائیں حضرت کے اہل خاندان اور پسماندگان کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازیں، اللھم لا تحرمنا اجرہ ولا تفتنا بعدہ

حضرت کا کوئی تصنیف فرمانا یا مضمون لکھنا میرے علم میں نہیں ہے، ہاں دو کتابوں پر حضرت کی تقریظ نظر سے گذری وہ تقریظ اور حضرت کی وفات پر ان کے صاحبزادے کے نام لکھا گیا راقم کا تعزیتی عریضہ نقل کر کے اس حالات کو ختم کرتا ہوں۔

حضرت کی دو تقاریظ

''فتاوی رحیمیہ'' کے متعلق حضرت کی رائے گرامی:

آنجناب کا ہدیۂ سنیہ ''فتاوی رحیمیہ'' جلد چہارم موصول ہوا۔ ماشاءاللہ خوب خوب در افشانیاں فرمائی ہیں۔سب کے لئے نہایت قیمتی تحفہ ہے جس سے ایمان اور اسلام روشن اور تازہ ہوجاتے ہیں اور دینی جذبات زندہ ہوکر عرفانی روح کو خوب خوب قوت مل جاتی ہے۔

جزاکم اللہ فی الدارین خیرا بہت بہت شکریہ۔ دعا جو محمد رضا اجمیری

۱۶/مارچ ۱۹۸۳ء

''البصائر فی تذکیر العشائر'' پر حضرت کی تقریظ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ و کفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفی ، امابعد

قرآن پاک میں جو علوم تصریحاً ذکر ہوئے ہیں ان میں تذکیر بآلاء اللہ اور تذکیر بایام

اللہ اور تزکیر بالموت و مابعد الموت کو خاص اہمیت حاصل ہے، کیونکہ ان علوم سے خواص و عوام کو ایمانی و روحانی روشنی ملتی رہتی ہے اور ترقی کے راستے واضح ہوجاتے ہیں، لہذا حکماء اور علماء امت نے ان علوم کو ہمیشہ مرکز توجہ رکھا ہے اور نہایت بیش قیمتی تصنیفات اس مبارک فن میں موجود ہیں جن سے خوش نصیب نفوس فیضیاب ہوتے رہتے ہیں۔ ''البصائر فی تزکیر العشائر ''اس فن میں پرلطف اور بصیرت افروز تصنیف ہے، جو ساٹھ بصیرت پر مشتمل ہے، جس کے مؤلف اور مصنف علامہ حافظ محمد عبدالحیٔ ابن حافظ احمد ہیں۔ مرحوم ایک جید حافظ قرآن اور بے نظیر عالم دین تھے۔ فنون کثیرہ میں آپ کی تصنیفات جو نظم و نثر، عربی، گجراتی اور اردو میں شائع شدہ ہیں ان میں ''البصائر'' کو خاص شان اور فوقیت حاصل ہے، لیکن یہ کتاب عربی زبان میں ہے جس سے صرف اہل علم حضرات ہی مستفید ہوسکتے ہیں، لیکن اب استفادۂ عام کے پیش نظر اس کا اردو ترجمہ نہایت محقق اور لائق عالم حضرت علامہ عاشق الٰہی میرٹھی رحمہ اللہ کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے۔ کفلیتہ کے وہ تمام حضرات قابل مبارک باد ہیں جنہوں نے اس کار خیر کو پایۂ تکمیل تک پہونچایا۔ جزاھم اللہ تعالی خیرا فی الدارین۔

راقم کا تعزیتی عریضہ

محترم و مکرم جناب مولانا قاری رشید احمد صاحب رزقکم اللہ صبرا جمیلا

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

بعد سلام مسنون امید کہ مزاج بخیر ہوگا۔

از: ڈیوزبری مرغوب احمد بحمد اللہ خیریت سے ہوں۔

گذشتہ دنوں آنجناب کے والد محترم حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب کے حادثۂ

جانکاہ کی خبر سنی طبیعت بے حد متأثر ہوئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ، اللھم اجرنا فی مصیبتنا وعوضنا خیرا منھا ، للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شئی عندہ بمقدار ، ادعوا من اللہ تعالی ان یرزقکم صبرا جمیلا وعلی ما فقدتم اجرا عظیما و جزیلا ، ان العین تدمع والقلب یحزن ولا نقول الا ما یرضی ربنا۔

مولانا اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ بہت بابرکت ہستی سے محروم ہوگئے۔ والد محترم کے سایۂ عاطفت کا سر سے اٹھ جانا ایک ایسا نقصان عظیم ہے کہ جس کی تلافی نہیں ہوسکتی، ایسے نازک وافسوسناک موقع پر آپ کا رنج والم اور فطری تأثر قدرتی چیز ہے، مگر اس راہ سے کس کو مفر؟ ﴿ کل نفس ذائقۃ الموت ﴾ کا فیصلہ حتمی ہے، ہم سب ہی کو اس منزل سے گذرنا ہے۔ سنت نبوی ﷺ میں یہ چند سطریں قلمبند کرتا ہوں۔ اس وقت حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کا وہ شعر جو انہوں نے عبد الرحمٰن بن مہدی کو ان کے صاحبزادے کی تعزیت میں تحریر فرمایا تھا' دوران مطالعہ سامنے آگیا۔

انی معزیک لا الی علی ثقۃ من الحیاۃ و لکن سنۃ الدین

فما المعزی بباق بعد میتہ ولا المعزی ولوعاش الی حین

میں تم سے اتباع دین میں تعزیت کررہا ہوں نہ اس یقین پر کہ مجھے زندگی کا بھروسہ ہے کیونکہ یہ ظاہر ہے بقانہ تعزیت کرنے والے کو ہے اور نہ جس کی تعزیت کی جارہی ہے اس کو ہے، اگرچہ ایک مدت تک زندہ رہے۔

آپ کو رنج ہوگا کیونکہ آپ یتیم ہوگئے، لیکن غور کیا جائے تو بحوائے ''موت العالم موت العالم'' اہل گجرات یتیم ہوگئے۔ مولانا مرحوم کا وجود اس دور قحط الرجال میں بہت ہی غنیمت تھا۔ افسوس ایک نعمت عظمی ہم ناقدروں سے چھین لی گئیں۔

اس وقت رہ رہ کر حضرت کی خوبیاں یاد آ رہی ہیں۔آج جمعہ سے قبل بیان میں حضرت ہی کے کچھ اصاف واحوال سنائے۔خود بھی ایصال ثواب کیا اور دوستوں کو بھی تاکید کی۔ اللہ تعالی حضرت کے ساتھ اپنی خصوصی رحمت کا معاملہ فرمائے اور ہم سب ناقدروں کی طرف سے بہتر سے بہتر بدلہ نصیب فرمائے اور جملہ پسماندگان کو خصوصا آپ کو صبر جمیل عطا فرمائے،آمین۔

اخیر میں اس بدوی کے دو شعروں پر تعزیتی عریضہ ختم کرتا ہوں جو اس نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی وفات پر حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کو سنائے تھے ۔

اصبر نکن بک صابرین فانما   صبر الرعیة بعد صبر الرأس

خیر من العباس اجرک بعده   واللہ خیر منک للعباس

آپ صبر کیجئے تو ہم بھی آپ کی اتباع میں صبر کریں گے،کیونکہ رعایا اسی وقت صبر کرتی ہے جب بادشاہ صبر سے کام لے۔

حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے انتقال کے بعد آپ کا اجر زیادہ باعث خیر ہے اور حضرت عباس رضی اللہ عنہ کے مقابلہ میں آپ کے لئے اللہ زیادہ بہتر ہے۔فقط والسلام

مرغوب احمد لاجپوری

ڈیوزبری، برطانیہ

جمادی الثانی ۱۴۱۵ھ مطابق ۲؍دسمبر ۱۹۹۴ء

بروز جمعہ

اشک حسرت بر وفات حضرت مولانا محمد رضا صاحب اجمیری رحمہ اللہ

از: رفیق محترم مولانا عبدالحئی سیدات صاحب ناؔدر لاجپوری مدظلہ

گلشن علم و ہنر کا باغباں جاتا رہا
غمزدہ ہیں بلبلیں کہ مہرباں جاتا رہا
آہ ! مولانا اجمیری وہ حضرت شیخ الحدیث
وہ کتاب اللہ کا تفسیر داں جاتا رہا
چل بسا گجرات کا مرد مجاہد چل بسا
بستیٔ راندیر کا روح رواں جاتا رہا
مفتیٔ گجرات کا وہ ہم خیال و ہم سفر
چھوڑ کر پیچھے انہیں ماتم کناں جاتا رہا
ناز تھا گجرات کو جس کے وجود پاک پر
وہ عظیم المرتبت فخر زماں جاتا رہا
کارواں کو سوگ میں ڈوبا ہوا بس چھوڑ کر
آہ! وہ بے لوث میر کارواں جاتا رہا
سالہا روتے رہیں گے ساغر و مینا جسے
میکدہ کا آج وہ پیر مغاں جاتا رہا
تشنگان علم کو سیراب جس نے کردیا
علم کا وہ ایک بحر بیکراں جاتا رہا
صاحب صدق وصفا وہ صاحب زہد و ورع

بے مثل وہ بے بہا گنج نہاں جاتا رہا
وہ علوم ظاہری کا ایک بحر بیکنار
وہ علوم باطنی کا راز داں جاتا رہا
آسمان علم کا جاتا رہا مہر منیر
سر زمین علم کا وہ آسماں جاتا رہا
ذات جس کی تھی نمونہ بے شبہ اسلاف کا
وہ نہیں ہے اب ہمارے درمیاں' جاتا رہا
وہ عوام و خواص کا محبوب وہ نور نظر
زینت بزم و انیس دوستاں جاتا رہا
کون اب دیہات میں تقریر کرنے جائے گا
وہ چہیتا واعظ شیریں بیاں جاتا رہا
بندگی کے بتائے کون اسرار و رموز
وہ سراپا عبدیت کا ترجماں جاتا رہا
ملت اسلام کا غمخوار تھا جو بے پناہ
قوم کا وہ ذی وجاہت پاسباں جاتا رہا
صبر کی وہ جاگتی تصویر تھا عالی نسب
عزم کا وہ ایک تھا کوہ گراں جاتا رہا
زندگی کی راہ میں جو بھی مصیبت آپڑی
مسکرا کر جھیلتا وہ شادماں جاتا رہا

تا دم آخر زباں پر کلمۂ توحید تھا
اس طرح وہ بامراد و کامراں جاتا رہا
وہ گیا بھی تو گیا ایسا جہاں سے لوٹ کر
کوئی واپس آنہیں سکتا وہاں جاتا رہا
اب نہ دیکھیں کی نگاہیں اس کو نادرؔ عمر بھر
وہ زمین سے دور سوئے آسماں جاتا رہا
قبر پر اس کی دعا ہے غنچۂ رحمت کھلے
اورایک نعم البدل گجرات کواس کا ملے جاتا رہا

نوٹ……حضرت کے یہ حالات سہ ماہی ''الفلاح'' ترکیسر جمادی الاولی تا رجب ۱۴۱۶ھ مطابق اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

مفتی اعظم پاکستان

حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب

ٹونکی رحمہ اللہ

ولادت:......۱۹۲۴ء۔

وفات:......۲؍رمضان ۱۴۱۵ھ ۳؍فروری ۱۹۹۵ء، شب جمعہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

۲؍رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ مطابق ۳؍فروری ۱۹۹۵ء شب جمعہ بوقت سحر میرے استاذ محترم حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ کے حادثۂ وفات نے خصوصا پاکستان اور عموما پورے عالم اسلام کے تمام دینی اور علمی حلقوں کے اہل قلوب کو متاثر کر کے رکھ دیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

راقم الحروف ۱۹۸۶ء میں جب برطانیہ آیا، ابھی چند مہینے ہی گذرے تھے کہ یہ فرحت آفرین اطلاع ملی کہ آج شام بعد عصر حضرت مفتی ولی حسن صاحب تشریف لا رہے ہیں، حضرت کا کچھ غائبانہ تعارف تو پہلے سے تھا، مگر شوق زیارت نے عصر کا انتظار ایسا مشکل بنا دیا کہ ''الانتظار اشد من الموت ''کی مثل کا عملی تجربہ ہوگیا، یہ حضرت کی پہلی زیارت و ملاقات تھی، پھر تو حق تعالی نے ۱۴۰۸ھ میں حضرت سے شرف تلمذ کا موقع عنایت فرمادیا، فالحمد للہ علی ذٰلک۔

ولادت

حضرت کی ولادت ۱۹۲۴ء میں ہوئی۔ مفتی صاحب مرحوم کے والد ماجد مولانا مفتی انوار الحسن خان صاحب رحمہ اللہ جید عالم ومفتی تھے۔ غالبا عدالت شرعیہ ٹونک میں عہدۂ افتاء پر بھی فائز تھے۔ آپ کے جد امجد حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ ریاست ٹونک کے مایۂ ناز علماء میں سے تھے۔ انہوں نے تن تنہا ''معجم المؤلفین'' کے نام سے عربی مصنفین کا ایک وسیع انسائیکلو پیڈیا مرتب کیا تھا، جو برسوں تشنۂ طباعت رہا، بعد میں اس کی چند جلدیں شائع ہوئیں۔ حضرت مولانا مفتی محمود حسن صاحب ٹونکی رحمہ اللہ اپنے علاقہ میں فتوی کے معاملہ میں بھی مرجع کی حیثیت رکھتے تھے، اور مفتی محمد حسن اور مولانا محمود حسن اور مولانا حیدر حسن خان رحمہم اللہ کے استاذ بھی تھے۔ الغرض مولانا کا تعلق

علمی خاندان سے تھا، جن میں مفتی صاحب کے والد ماجد اور جد امجد کے علاوہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کے شیخ الحدیث و مہتمم مولانا حیدر حسن خان صاحب رحمہم اللہ جیسی معروف شخصیات شامل ہیں۔ ؎

ایں سلسلہ طلائے ناب است ایں خانہ ہمہ آفتاب است

تعلیم

حضرت مفتی صاحب نے فارسی اور ابتدائی عربی کی کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ گیارہ سال کی عمر ہوئی کہ والد ماجد کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا، رمضان المبارک کی تعطیلات میں مولانا حیدر حسن خان صاحب رحمہ اللہ بغرض تعزیت ٹونک تشریف لائے اور مفتی صاحب کو ندوہ لے جانے کی خواہش ظاہر کی، چنانچہ آپ دارالعلوم ندوۃ العلماء میں داخل ہوئے، اور چار سال رہ کر ندوہ کا چار سالہ نصاب ختم کیا۔اس دوران مولانا حیدر حسن خان صاحب رحمہ اللہ سے (جبکہ موصوف ظہر سے قبل طویل وضو فرماتے تھے) الفیہ کا کچھ حصہ اور منطق کے ایک دو رسالے بھی پڑھے۔

اس کے بعد ٹونک تشریف لائے کیونکہ مولانا حیدر حسن خان صاحب رحمہ اللہ بھی ندوہ سے ٹونک تشریف لا چکے تھے۔ندوہ کے بعض اساتذہ نے حضرت مفتی صاحب کے بارے میں مولانا حیدر حسن خان صاحب سے یہ سفارش بھی کی اس کو ندوہ ہی میں رہنے دیا جائے، مگر مولانا نے فرمایا کہ اسے پرانے طرز کا عالم بنانا ہے، چنانچہ مفتی صاحب نے ٹونک ہی میں رہ کر مولانا حیدر حسن خان صاحب سے ''حماسہ'' ملاحسن'' اور فلسفہ کی بعض کتابیں پڑھیں،تا آنکہ مولانا کا بمرض فالج انتقال ہوگیا۔ پھر مفتی صاحب نے عدالت شرعیہ ٹونک میں ملازمت اختیار کر لی اور اس دوران الٰہ آباد سے مولوی اور پنجاب سے مولوی عالم اور

مولوی فاضل کے امتحانات دیئے۔

مگر ابھی تک تشنگیٔ علم باقی تھی، اور علم حدیث و تکمیل درس نظامی کا شوق دامنگیر تھا، اس لئے ملازمت کو خیر باد کہہ کر ''مظاہر علوم سہارنپور'' تشریف لائے، یہاں کچھ عرصہ قیام کے بعد ''دارالعلوم دیوبند'' آ کر موقوف علیہ اور دورۂ حدیث کی تعلیم حاصل کی۔ ''بخاری'' اور ''ترمذی'' شیخ العرب والعجم حضرت اقدس مولانا حسین احمد مدنی رحمہ اللہ سے، ''ابوداؤد'' و ''شمائل ترمذی'' مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ سے، ''مؤطا'' مولانا عبدالحق صاحب رحمہ اللہ سے اور بقیہ کتابیں مختلف اساتذہ سے پڑھیں۔

درس وتدریس

دیوبند سے فراغت کے بعد دوبارہ ٹونک تشریف لائے اور عدالت شرعیہ جسے سولہ قسم کے مقدمات کو فیصل کرنے کا حق تھا، اس کے منصب افتاء وقضاء کو زینت بخشی، اور تقسیم ہند تک اس عہدہ پر فائز رہے۔ اس درمیان مفتی صاحب نے اپنے جدامجد مولانا مفتی محمود حسن صاحبؒ کے باقی ماندہ کام کی تکمیل کا آغاز بھی فرمایا، مگر تقسیم ہند کا وقت آ گیا تو مفتی صاحب نے پاکستان کے سفر کا فیصلہ کرلیا، اور کراچی تشریف لے گئے۔ اس وقت کراچی میں دینی تعلیم کا ایک ہی مرکزی ادارہ تھا، جو کھڈہ کے علاقہ میں ''مظہر العلوم'' کے نام سے معروف تھا۔ لیکن ظاہر ہے وہ تمام اہل علم کو اپنے اندر سمو نہیں سکتا تھا، اس لئے مفتی صاحب نے اس وقت برنس روڈ پر واقع ''میٹرو پولیس ہائی اسکول'' میں اسلامیات کے استاذ کی حیثیت سے کام شروع کردیا۔

۱۹۵۰ء میں حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے آرام باغ کی باب الاسلام مسجد میں ''امدادالعلوم'' کے نام سے ایک چھوٹا سا مدرسہ قائم کیا، جس میں حفظ و ناظرہ کے علاوہ

ابتدائی فارسی وعربی تک کی تعلیم کا انتظام تھا۔ مفتی صاحب مرحوم کے ایک رفیق درس اور دارالعلوم کراچی کے سابق ناظم مولانا نوراحمد صاحب اس مدرسہ کی بنا میں حضرت مفتی شفیع صاحب کے دست وبازو کے طور پر کام کرتے تھے۔ موصوف چونکہ دارالعلوم میں مفتی ولی حسن صاحب کے ہم سبق رہ چکے تھے اور انہیں پوری طرح اندازہ تھا کہ علم وفضل کا یہ شہ سوار درحقیقت کسی ہائی اسکول میں پڑھانے کے لئے نہیں بلکہ اسلامی علوم کے کسی بڑے مرکز میں فیض رسانی کیلئے پیدا ہوا ہے۔ اس لئے انہوں نے ابتدا میں ''امدادالعلوم'' کے مدرسہ سے ان کا رابطہ کرایا، اور جب ۱۹۵۱ء میں نانک واڑہ میں دارالعلوم کراچی کی بنیاد پڑی تو وہ مفتی صاحب کو مستقل طور پر ہائی اسکول سے دارالعلوم لانے میں کامیاب ہوگئے، اور دارالعلوم کراچی سے حضرت مفتی صاحب نے اپنی علمی خدمات کا آغاز فرمایا، اور وہاں پانچ سال تک تدریسی فرائض انجام دیتے رہے۔ تدریس کے ساتھ ساتھ حضرت مفتی شفیع صاحب رحمہ اللہ نے فتوی نویسی کی خدمات بھی جزوی طور پر مفتی صاحب کے سپرد کر دی تھیں۔

۱۹۵۶ء میں جب دارالعلوم کراچی نانک واڑہ کی تنگ عمارت سے کورنگی کے ایک وسیع رقبہ زمین پر منتقل ہوا، چونکہ یہ جگہ شہر سے دور ہے اس لئے روزانہ یہاں آمد ورفت بہت مشکل اور مشقت طلب تھی، دوسری طرف مفتی صاحب کو بعض ایسے گھریلو اعذار لاحق تھے جس کی وجہ سے وہ مستقل طور پر دارالعلوم کے احاطہ میں قیام سے بھی معذور تھے، اس لئے مفتی صاحب اس موقع پر دارالعلوم سے مستعفی ہوکر محدث جلیل حضرت مولانا محمد یوسف بنوری رحمہ اللہ کے مدرسہ عربیہ حال جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن سے منسلک ہوگئے اور اسی سے اخیر تک وابستہ رہے۔

اوصاف وکمالات

حضرت مفتی صاحب ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو اپنے علم اور مطالعہ کو صرف درسیات کی حد تک محدود رکھتے تھے، بلکہ ان کا شب و روز کا سب سے زیادہ محبوب مشغلہ مطالعہ تھا، اور وہ ہر علم وفن کے بارے میں وسیع مطالعہ کے حامل تھے۔ اور کتابوں کے بارے میں بھی ان کی معلومات نہایت وسیع تھی۔ جب کبھی کسی شخص کو کسی خاص موضوع پر مواد کی تلاش ہوتی تو وہ حضرت مفتی صاحب کے پاس پہنچ جاتا، اور حضرت اس کو برجستہ بہت سی کتابوں کے نام بتادیتے اور اس سائل کا کام بن جاتا۔

یوں تو حضرت مفتی صاحب دارالعلوم دیوبند کے فارغ التحصیل تھے، لیکن انہوں نے ندوۃ العلماء لکھنؤ میں بھی تعلیم حاصل کی تھی، اس لئے آپ کو مزاج لکھنؤ کے مطابق تاریخ و ادب کے ساتھ بھی خصوصی وابستگی حاصل تھی، چنانچہ آپ ادب کا درس بھی بہت عمدگی اور خوش اسلوبی سے دیا کرتے تھے، بلکہ ابتداء ہی سے طلبہ میں عربی تقریر وتحریر کا ذوق پیدا فرمایا کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے مفتی صاحب کو بڑی جامعیت اور اعلیٰ صلاحیت سے نوازا تھا۔ ہر فن پر کمال حاصل تھا۔ خصوصاً فقہ میں آپ کو عجیب ملکہ حاصل تھا، گویا فقہ آپ کا خصوصی موضوع تھا۔ عام طور پر آپ فقہ کی کتب کے مسائل کلیات سے سمجھا دیا کرتے تھے۔ ''ہدایہ'' کے درس میں نہ صرف یہ کہ ''ہدایہ'' کے مسائل کو بڑے دلنشیں پیرایہ میں سمجھاتے، بلکہ متعلقہ مسئلے کے اصولی پہلو پر بطور خاص روشنی ڈالتے، اور مسئلہ سے نکلنے والی اصولی ہدایات کی نشاندہی بھی فرماتے، بسا اوقات یہ بھی بتاتے کہ ان اصولی ہدایات سے وقت کے نو بہ نو مسائل میں کس طرح کام لیا جاسکتا ہے۔

اس کے ساتھ ہی حضرت مفتی صاحب عصر حاضر کی تمام فکری تحریکوں سے پوری طرح باخبر تھے، اور جدید مسائل کے بارے میں اپنے آپ کو تازہ ترین معلومات سے مزین رکھتے تھے، چنانچہ ان کے درس میں بھی یہ ساری معلومات اس طرح منعکس ہوتی تھیں کہ طالب علم کی فقہی بصیرت کو جلا اور ترقی ملتی تھی اور فقہ سے خصوصی دل چسپی پیدا ہوتی تھی۔

فقہ میں جو خاص ذوق آپ کو ودیعت ہوا تھا، اسی کا نتیجہ تھا کہ دقیق سے دقیق مسائل بڑی آسانی سے حل فرمادیا کرتے تھے۔ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں تدریس کے ساتھ ساتھ افتاء کی تمام تر ذمہ داری آپ ہی کے سپرد تھی۔ آہستہ آہستہ اس شعبہ کے رفقائے کار میں اضافہ ہوتا رہا یہاں تک کہ مفتی صاحب ۱۳۸۱ھ میں اس کے سربراہ اور رئیس ہو گئے۔

جامعہ میں درس نظامی کے ساتھ مختلف تخصصات کا اجراء عمل میں آیا تو حضرت مفتی صاحب تخصص فی الفقہ کے نگران مقرر کیے گئے۔ اس تخصص کی نگرانی کے ذریعہ سینکڑوں طلبہ کو فیض پہنچایا۔

حضرت مولانا محمد یوسف بنوری اور حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحب رحمہما اللہ کو آپ کے تفقہ پر بڑا اعتماد تھا۔ مولانا مفتی احمد الرحمٰن صاحب نے لکھا ہے کہ: حضرت بنوری رحمہ اللہ نے آپ کو ''فقیہ العصر'' کا لقب دیا تھا۔ اسی اعتماد کی وجہ سے جب جدید مسائل میں اجتماعی غور وفکر کے لئے ''مجلس تحقیق مسائل حاضرہ'' کے نام سے ایک کمیٹی کی تشکیل وجود میں آئی تو جامعہ علوم اسلامیہ کی طرف سے اس کی نمائندگی کے لئے حضرت مفتی صاحب پر نظر انتخاب پڑی، چنانچہ آپ اس مجلس کے رکن رکین قرار پائے۔

خدا کرے حق تعالی مفتی صاحب کے فتاوی کی اشاعت کی کوئی صورت بنادے اور کوئی

قدر دان شاگرد اس عظیم کام کے لئے کمر بستہ ہوجائے۔ میری فائل میں ڈاڑھی کے متعلق حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا ایک فتوی نظر سے گذرا' اس کو نظر ناظرین کرتا ہوں:

ایک فتوی: ڈاڑھی کاٹنے والے حافظ کے پیچھے تراویح

استفتاء:...... کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مندرجۂ ذیل مسئلہ میں

(۱)...... ڈاڑھی کترے حافظ کے پیچھے نماز خواہ فرض ہو یا تراویح ہو کیا حکم ہے؟ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ڈاڑھی کی کوئی خاص اہمیت نہیں۔

(۲)...... بعض مساجد میں انتظامیہ کی طرف سے ایسے حفاظ کو تراویح کی اجازت دی جاتی ہے۔ کیا انتظامیہ پر کسی قسم کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے؟

الجواب باسمه تعالى

(۱)...... بصورت مسئولہ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔ ڈاڑھی منڈانا یا ایک مشت سے کم کرنا ناجائز وحرام ہے۔ ڈاڑھی کترا حافظ بے شک فاسق وفاجر ہے، جب تک کہ اس فعل سے توبہ نہ کرے۔ نیز مکروہ تحریمی پر عمل کرنا عملاً حرام ہے۔ جو شخص ڈاڑھی ایک مشت سے کم کراتا ہو اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ڈاڑھی ایک مشت رکھنے پر چاروں مذاہب کا اتفاق ہے۔ ''شامی' عالمگیری'' اور فقہ کی دوسری کتابوں میں یہ مسئلہ مذکور ہے۔ ''عالمگیری'' کی عبارت ہے:

'' والقصر سنة فيها وهو ان يقبض الرجل لحيته ' فان زاد منها على قبضة قطعه ' ذكر محمد''۔

(۲)...... اس فعل قبیح کے ارتکاب میں انتظامیہ برابر کی شریک ہوگی۔

نیز تواریخ میں لکھا ہے کہ: جب کسری شاہ ایران نے حضور ﷺ کا مکتوب مبارک

پھاڑ کر اپنے ماتحت گورنر یمن بازان کو لکھا کہ دو آدمی حضور (ﷺ) کے پاس بھیجو وہ جا کر حضور (ﷺ) کو میرے پاس بھیج دیں۔ بازان کے جب دو آدمی حضور (ﷺ) کے پاس حاضر ہوئے تو ان دونوں کی ڈاڑھیاں مونڈی ہوئی تھیں اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔

" وکان علی ذی الفرس من حلق لحاھم و احفاء شواربھم ، فکرہ صلی اللہ علیہ وسلم النظر الیھما ، وقال : ویلکما مَن امرکما بھٰذا ؟ قالا : امرنا ربنا یعنیان کسری، فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم : ولکن ربی قد امرنی باعفاء لحیتی و قص شاربی"۔

ان دونوں مجوسیوں کی فیشن کے مطابق ڈاڑھیاں مونڈی ہوئی تھیں اور بڑی بڑی مونچھیں تھیں تو حضور ﷺ کو ان کی یہ مکروہ شکل بہت ہی ناپسند آئی، اور آپ ﷺ نے فرمایا: تم پر ہلاکت ہو تم کو کس نے ایسی مکروہ شکل بنانے کا حکم دیا ہے؟ انہوں نے کہا: ہمارے رب کسری نے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لیکن میرے رب نے تو مجھے ڈاڑھی رکھنے اور مونچھے کٹوانے کا حکم دیا ہے۔

غور کیجئے! وہ دونوں مہمان تھے، کافر تھے، ہمارے مذہب کے پابند ہی نہ تھے، مگر چونکہ ان کی یہ بری صورت فطرت سلیمہ کے خلاف تھی اور شیطان لعین کے حکم کے مطابق تھی، اس لئے حضور ﷺ کو ان کی یہ مکروہ شکل دیکھنی گوارہ نہ ہوسکی، ان سے منہ موڑ لیا، اور ان کو بد دعائیہ جملہ فرمایا کہ تم پر ہلاکت ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی تصریح فرمادی کہ میرے رب تعالی نے تو مجھے پوری ڈاڑھی رکھنے اور مونچھیں کٹانے کا حکم فرمایا ہے۔

گویا جو ڈاڑھی اللہ تعالی کو پسند ہے، اور جس کا اس نے حکم دیا ہے اس کی مقدار وہ ہے جو حضور ﷺ نے خود رکھ کر بتائی کہ سینہ مبارک بھر دیتی تھیں۔

پس آپ ﷺ کے محبوب امتیوں کو غور کرنا چاہئے کہ جو لوگ ان مجوسیوں کی اتباع کر کے روزانہ ڈاڑھیاں منڈاتے ہیں، اوران کے یہ اعمال روزانہ فرشتے حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں تو حضور ﷺ کو یہ حرکات دیکھ کر کتنا دکھ ہوگا؟ اور میدان قیامت میں حضور ﷺ کے امتی ایسی مکروہ صورت میں حضور ﷺ کے سامنے پیش ہوں گے تو اس وقت اگر حضور ﷺ ان سے منہ موڑ لیں تو کتنا بڑا خسارہ ہے۔

کتبہ: ولی حسن

جامعہ علوم اسلامیہ میں حضرت مفتی صاحب مرحوم نے ہرفن کی کتابیں پڑھائیں، لیکن آخیر میں ''جامع ترمذی'' اور ''بخاری شریف'' سالہا سال تک پڑھاتے رہے۔ ''جامع ترمذی'' پڑھانے سے قبل حضرت بنوری رحمہ اللہ کے ''ترمذی'' کے سبق میں دو سال تک خصوصیت سے شرکت فرمائی، اس کے بعد حضرت بنوری رحمہ اللہ نے ''ترمذی'' آپ کے حوالے کردی، جبکہ حضرت بنوری رحمہ اللہ کی وفات کے بعد ''صحیح بخاری'' کی تدریس میں آپ نے حضرت بنوری رحمہ اللہ کی جانشینی کا حق ادا کردیا، اس دوران ہزار ہا شاگردوں نے فیض حاصل کیا جو اطراف عالم میں دینی وعلمی خدمات میں مصروف ہیں، بلاشبہ یہ سب حضرت مفتی صاحب کا صدقۂ جاریہ ہیں۔

حق تعالیٰ کا احسان ہے کہ ۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء میں راقم الحروف کو آپ سے ''بخاری شریف'' و ''ترمذی'' پڑھنے کی سعادت نصیب ہوگئی۔ اس کے بعد مرض کی وجہ سے حضرت کا سلسلۂ تدریس موقوف ہوگیا۔

حضرت کا درس محدثانہ وفقیہانہ ہوتا تھا۔ درس ترمذی میں فقہی شان کا غلبہ ہوتا اور درس بخاری میں محدثانہ رنگ غالب رہتا۔ ''بخاری'' کی نسبت ''ترمذی'' میں تفصیلی کلام

فرماتے۔کبھی کبھی مختلف کتابوں کے حوالے بتلا کر طلبہ سے وہ حوالجات نکلواتے اور فرماتے تھے کہ میرے حضرت مدنی کا طرز بھی ایسا ہی تھا۔راقم نے بارہا مفتی صاحب سے سنا کہ:

''حضرت مدنی رحمہ اللہ ''ترمذی'' بہت تحقیق سے پڑھاتے ،اور دوران درس حضرت کے سامنے بہت ساری کتابیں رہتیں،ان کے حوالے دیا کرتے اور طلبہ کو دکھایا بھی کرتے، اور اہم مباحث کو بہت آسان کر کے سمجھاتے''۔

مفتی صاحب کو نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے والہانہ محبت تھی۔نبی اکرم ﷺ کے ذکر مبارک سے اکثر اشکبار ہوجاتے ،بعض مرتبہ کیفیت بکاء بے قابو ہوجاتی ،جس کا اثر شاگردوں پر بھی ظاہر ہوجاتا،اور استاذ کے آنسو کے ساتھ تلامذہ کی آنکھیں بھی اشکبار نظر آتیں۔

مجھے پہلی بار آپ کے عشق نبوی کا اندازہ اس وقت ہوا کہ ۱۴رشوال ۱۴۰۸ھ بروز یکشنبہ جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن میں داخلہ کی لئے حضرت مفتی صاحب نے ہماری جماعت کا امتحان لیا۔''مشکوۃ شریف'' میں حجۃ الوداع کی طویل حدیث موضع امتحان تھی۔ ایک ساتھی نے جب یہ عبارت پڑھی:

''ثم اذن فی الناس بالحج فی العاشرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم حاج''۔(مشکوۃ)

تو حضرت کی آنکھوں میں بے اختیار آنسو بھر گئے۔چونکہ یہ پہلا موقع تھا میں بہت متأثر ہوا، پھر تو ایسے مواقع متعدد مرتبہ نظروں سے گزرے۔خصوصا ''بخاری'' کی ''کتاب التفسیر'' میں جب واقعۂ افک کی عبارت جب ایک طالب علم نے پڑھی تو حضرت مفتی صاحب کی حالت بکاء یہ ہوگئی کہ سبق نہ پڑھا سکے،دوسرے دن بڑی مشکل سے بھرائی ہوئی

آواز میں درس دیا، ایسے مواقع میں تقریباً سارے ہی طلبہ پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوتی جو دیکھنے سے تعلق رکھتی۔

مفتی صاحب کی زبان میں ہلکی سی لکنت تھی، لیکن آپ کا درس انتہائی دلنشین اور دلچسپ ہوتا تھا، طبیعت میں غضب کی ظرافت تھی، جس سے معصومانہ لکنت اس تقریر میں کمی کرنے کے بجائے اور اضافہ کردیتی تھی۔

تواضع

اللہ تعالیٰ نے حضرت مفتی صاحب کو جن صفات وخصوصیات سے نوازا تھا وہ مشکل ہی کسی ایک شخص میں جمع ہوتی ہیں، گویا یہ شعر آپ کے مطابق حال تھا ؎

لیس علی الله بمستنکر ان یجمع العالم فی واحد

ایک طرف تو فقہ وحدیث کے پہاڑ، اور ادب ودیگر علوم کے بحر ذخار، مگر اس علم وفضل کے بلند مقام کے ساتھ ان کی سادگی اور تواضع کا یہ عالم تھا کہ کوئی اجنبی دیکھنے والا پتہ بھی نہیں لگا سکتا کہ اس سادہ سے پیکر میں علم وفضل کے کیسے خزانے جمع ہیں، حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب رحمہ اللہ ایک شعر پڑھا کرتے تھے ؎

تواضع کا طریقہ سیکھ لو لوگو صراحی سے
کہ جاری فیض بھی ہے اور جھکی جاتی ہے گردن بھی

ٹھیک یہی حال حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کا بھی تھا۔

حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کی زندگی کا ایک بڑا اور امتیازی وصف یہ تھا کہ آپ اظہار حق میں بڑے نڈر واقع ہوئے تھے۔ ارباب تمول اور دنیوی عہدہ رکھنے والوں کے سامنے بے دھڑک اظہار حق کرنے میں "لا یخافون فی الله لومة لائم" کے مصداق تھے

ایک مرتبہ مساجد کے سلسلہ میں عدالت نے یہ فیصلہ کیا کہ ایسی مساجد منہدم کی جاسکتی ہیں جو کچی آبادی میں حکومت کی اجازت کے بغیر تعمیر کی گئی ہوں۔حضرت مفتی صاحب نے عدالت کے انہدام مساجد کے فیصلہ کے خلاف فتوی دیا۔جس پر ان کے خلاف توہین عدالت کا مقدمہ درج ہوا، چنانچہ عدالت میں پیشی ہوئی اور حضرت سے معافی کا مطالبہ ہوا،تو مفتی صاحب رحمہ اللہ نے ججوں کے سامنے بغیر کسی مرعوبیت کے فرمایا:

’’میرا تعلق علماء دیوبند سے ہے،اور علماء دیوبند کبھی بھی حکومت یا ارباب اقتدار کے سامنے جھکا نہیں کرتے ، بلکہ بے دھڑک ’’ الدین النصیحة ‘‘ کے تحت حق بات کہا کرتے ہیں، میں اپنے فتوی پر قائم ہوں اور کبھی بھی معافی نہیں مانگوں گا‘‘۔

جس پر حاضرین نے بھرپور داد دی۔عدالت برخاست ہوئی،اور کراچی کے عوام کے جوش وخروش سے خائف ہو کر حکومت نے اسلام آباد میں پیشی کا فیصلہ کیا، مگر نصرت خداوندی شامل حال رہی،اور بالآخر عدالت کو اپنے توہین عدالت کے مقدمہ میں ناکامی کا منھ دیکھنا پڑا۔

تصنیف وتالیف

وسعت مطالعہ اور تدریس وافتاء کے ساتھ حق تعالی نے حضرت مفتی صاحب کو بہترین تحریری صلاحیت سے بھی نوازا تھا۔غالباان کی سب سے پہلی کتاب ’’تذکرۂ اولیاء‘‘ شائع ہوئی تھی۔پھر حکومت کے بنائے ہوئے خلاف شریعت عائلی قوانین کے خلاف آپ کی فاضلانہ کتاب ’’عائلی قوانین شریعت کی روشنی میں‘‘ بڑی مقبول ہوئی۔فتنۂ انکار حدیث کے خلاف بھرپور کام کیا اور اس موضوع پر’’ فتنۂ انکار حدیث‘‘ نامی کتاب لکھی۔ان کے علاوہ ’’بیمہ زندگی‘‘’’پرائیویڈنٹ فنڈ‘‘ اور’’ قربانی کے مسائل‘‘ کے نام سے تحقیقی وعلمی تصانیف

مرحوم کی یادگار ہیں۔ان کے علاوہ ماہنامہ ''بینات''''البلاغ'' و دیگر ماہناموں میں آپ کے وقیع مقالات اور تحقیقی مضامین شائع ہوتے رہے۔

حضرت بنوری رحمہ اللہ کی سوانح حیات ''بینات نمبر'' میں ''محدث العصر'' کے عنوان سے مفتی صاحب نے حضرت بنوری رحمہ اللہ کی خدمت علم حدیث پر جو تفصیلی مضمون تحریر فرمایا ہے وہ آپ کی غیر معمولی صلاحیت پر شاہد عدل ہے۔

بیعت وارشاد

حضرت مفتی صاحب کا اصلاحی تعلق شروع میں حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمہ اللہ سے رہا، اور کئی باران کی خدمت میں حاضری کی سعادت بھی نصیب ہوئی۔موصوف کی وفات کے بعد برکۃ العصر حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب مہاجر مدنی رحمہ اللہ سے بیعت ہوئے، اور ۱۴۰۱ھ (۱۹۸۱ء) میں خلافت سے نوازے گئے جبکہ حضرت شیخ جنوبی افریقہ میں معتکف تھے۔مفتی صاحب کی کمال عبدیت کا یہ عالم تھا فرماتے تھے:

''میں اپنے آپ کو حضرت شیخ رحمہ اللہ کے لوگوں میں سب سے زیادہ گندہ نجس اور نااہل سمجھتا ہوں''۔

مرض ووفات

آج سے تقریبا چھ سال قبل مفتی صاحب پر فالج کا شدید حملہ ہوا، جس میں قوت گویائی بھی باقی نہ رہی۔مسلسل علاج کے نتیجہ میں اتار چڑھاؤ آتے رہے، لیکن معذوری کی سی جو کیفیت پیدا ہوگئی تھی اس میں کوئی ایسا نمایاں فرق نہ آیا' جو حضرت کو عملی زندگی میں دوبارہ لاسکے۔بالآخر شب جمعہ ۲ر رمضان المبارک ۱۴۱۵ھ کو داعئ اجل کا پیغام آ گیا، اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ اتنے عرصے سے رمضان اور جمعہ کے انتظار میں تھے، اللہ تعالی نے اس

ماہ مبارک کے پہلے ہی جمعہ میں انہیں اپنے پاس بلالیا: انا للہ وانا الیہ راجعون۔

آپ کی نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی محمد رفیع عثمانی صاحب مدظلہم نے پڑھائی، اور مرحوم کی حسب خواہش ووصیت دارالعلوم کورنگی کے قبرستان میں تدفین ہوئی۔

نوٹ:...... مولانا مفتی صاحب رحمہ اللہ کے یہ حالات ماہنامہ ''بینات'' مارچ ۱۹۹۵ء، اور ماہنامہ ''البلاغ'' اپریل ۹۱۹۵ء، اور ''حضرت شیخ الحدیث اوران کے خلفاے کرام'' سے ماخوذ ہیں۔

ملفوظات: استاذ محترم مولانا مفتی ولی حسن صاحب رحمہ اللہ

راقم الحروف دوران درس حضرت مفتی صاحب رحمہ اللہ کے کچھ ملفوظات لکھ لیا کرتا تھا، جنہیں ذیل میں افادۂ عام کی غرض سے حوالۂ قرطاس کرتا ہوں:

(۱)...... لوگ کشف وکرامت کے پیچھے ہیں، حالانکہ سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ حسن خاتمہ کی دولت نصیب ہوجائے۔

(۲)...... حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کی نسبت بڑے آب وتاب کے ساتھ مولانا محمد یوسف صاحب رحمہ اللہ کی طرف منتقل ہوئی، اسی طرح مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کی نسبت منتقل ہوئی مولانا محمد منظور نعمانی صاحب مدظلہ کی طرف۔ اسی لئے مولانا نعمانی نے ردشیعیت پر بڑا کام کیا۔

(۳)...... حضرت مدنی رحمہ اللہ مذاحا فرمایا کرتے تھے: لکل شئی نصاب، و نصاب الشأی ثلاث۔ (رواہ مسلم) یعنی راوی الحمد للہ مسلمان ہے۔

(۴)...... مولانا اعزاز علی صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ''جو شخص باسی روٹی صبح کو شہد کے ساتھ دوتین نوالے کھالے اس کا حافظہ اچھا ہوگا۔

(۵)......حضرت شیخ الہند رحمہ اللہ کے نواسے فرمایا کرتے تھے: جسے نیند نہ آتی ہو وہ گھی سونگھا کرے۔

(۶)......حضرت بنوری رحمہ اللہ کے والد ماجد سے کسی نے سوال کیا کہ وضو میں پہلے کلی کرنے پھر ناک صاف کرنے کی کیا حکمت ہے؟ جواباً فرمایا: پہلے کلی کر کے ہم دیکھتے ہیں کہ پانی کا مزہ کیسا ہے؟ اور ناک میں پانی ڈال کر ہم دیکھتے ہیں کہ پانی کی بو کیسی ہے؟۔

(۷)......جو آدمی یہ آیت: ﴿ سیهزم الجمع و یولون الدبر ﴾ تین سو تیرہ (۳۱۳) مرتبہ پڑھے وہ دشمن کے شر سے محفوظ رہے گا۔

(۸)......اس زمانے میں غسل خانے اور بیت الخلاء ایک ساتھ بنانے کا رواج ہو گیا ہے، ایسی جگہ پر وضو کے وقت مسنون دعائیں نہ پڑھیں۔

(۹)...... حدیث کی اردو کتابیں (ترجمہ) پڑھ کر لوگ منکر حدیث بن جاتے ہیں، لیکن مظاہر حق بڑی اچھی کتاب ہے اس کو پڑھ کر کوئی گمراہ نہیں ہوگا۔

(۱۰)......حدیث کی علتوں کو جاننا بہت مشکل ہے۔ امام بخاری رحمہ اللہ اس فن میں امام تھے، ان کے بعد امام نسائی، پھر امام مسلم، پھر امام ابوداؤد، پھر امام ترمذی رحمہم اللہ۔

(۱۱)......ابواب سب سے بہتر بخاری کے ہیں، پھر نسائی کے، پھر ابوداؤد کے۔

(۱۲)......شاہ ولی اللہ صاحب رحمہ اللہ نے حدیث پڑھی شیخ ابوالطاہر المدنی رحمہ اللہ سے۔ استاد فرمایا کرتے تھے: ولی اللہ مجھ سے الفاظ سیکھتا ہے، اور میں اس سے معانی سیکھتا ہوں۔

(۱۳)......ایک چیز ترش ہے، ایک شیریں، اور بعض کچھ ترش کچھ شیریں۔ اسی طرح ایک حدیث ''حسن'' ہے، ایک ''صحیح'' ہے اور ایک ''حسن صحیح'' ہے۔

(۱۴)......علم حدیث کا مأخذ: ﴿ واما بنعمة ربک فحدث ﴾ ہے۔ (فتح الملہم)

(۱۵)......قرآن کی حفاظت اللہ تعالی نے کی، اور حدیث کی حفاظت کا کام اللہ نے امت سے لیا۔ محدثین نے بڑی محنت فرمائی۔ صرف حدیث کے راویوں کے بارے میں جو کام کیا اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ دس ہزار راویوں کے حالات ہمارے پاس محفوظ ہیں۔

(۱۶)......گناہوں میں اعلی درجہ معصیت ہے، اور کمزور درجہ ذنب ہے۔

(۱۷)......جو بلا وضو نماز پڑھے اور ثواب کی نیت رکھے وہ کافر ہے۔ اور جو مال حرام سے زکوۃ دے اور ثواب کی نیت رکھے وہ بھی کافر ہے۔

(۱۸)......عبادات اور عادات میں فرق کرنے والی چیز نیت ہے۔

(۱۹)......سب سے پہلے جس نے فقہ کو مدون کیا وہ امام محمد رحمہ اللہ ہیں۔ اور جس نے سب سے پہلے (صحیح) حدیث کو جمع کیا وہ امام بخاری رحمہ اللہ ہیں۔ امام محمد رحمہ اللہ سے پہلے لوگوں نے جو کتابیں لکھیں وہ اکثر زہد میں تھیں۔

(۲۰)......ساری حدیثوں کا بابا آدم ''زہری'' ہیں، اور معترضین (منکر حدیث) کو انہیں پر بڑا اعتراض ہے۔

(۲۱)......میرے استاذ فرمایا کرتے تھے: ''سیرۃ ابن ہشام'' ایسی ہے جیسے بخاری۔

(۲۲)...... یثرب موت کے کنویں کو کہتے ہیں۔ چونکہ گرمی کی وجہ سے لوگ بہت مر جاتے تھے، اس لئے اس کا نام یثرب ہو گیا۔

(۲۳)......بعض لوگوں نے کہا: ابن جریر طبری کے نزدیک مسح علی القدمین جائز ہے، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے۔ ابن جریر نے یہ کہا ہے کہ: پاؤں محل شقائق ہے، اس لئے جب دھوئے تو ہاتھ بھی پھیر لے اس کو لوگوں نے غلط سمجھ لیا۔

(۲۴)......قرآن کو اہل ہند نے خوب سمجھا، گرچہ اترا ہے دوسری جگہ۔

(۲۵)......او! مولویو! حدیث کو صرف قال نہ بناؤ، بلکہ حال بناؤ۔

(۲۶)......علم حدیث کی تین تعریفیں منقول ہیں:

(ایک)......"علم یعرف به اقوال النبی صلی الله علیه وسلم و افعاله و احواله" اس علم کا نام علم روایۃ الحدیث ہے۔

(دو)......علم یبحث فیه عن کیفیة اتصال الحدیث بالنبی صلی الله علیه وسلم من حیث رواتها ضبطا و عدلا وبحیثیة اتصالا و انقطاعا و غیر ذلک ۔اس علم کا نام علم اصول الحدیث ہے۔اس پر ابن صلاح نے بڑا کام کیا ہے۔

(تین)......علم باحث عن المعنی المفهوم من الفاظ الحدیث و عن المراد مبنیا عن القواعد العربیة و ضوابط الشرعیة ۔اس علم کا نام علم درایۃ الحدیث ہے۔

اس کا موضوع راوی اور مروی ہے۔اور غرض وغایت" الفوز بسعادة الدارین" ہے۔

(۲۷)......آج یورپ میں مسلمان لڑکی کی شادی کافر سے ہورہی ہے۔ایک بزرگ نے فرمایا: ایسی حالت میں مسلمانوں پر ضروری ہے کہ ہندو پاک واپس چلے آئیں، اگرچہ پیدل سفر کر کے آنا پڑے یہ وہاں رہنے سے بہتر ہے۔

....

نوٹ:......حضرت مفتی صاحب کے یہ حالات ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ مطابق ستمبر ۱۹۹۵ء، اور دارالعلوم کے شمارہ وفیات نمبر ذیقعدہ تا صفر ۱۴۱۷ھ مطابق اپریل تا جولائی ۱۹۹۶ء میں شائع ہوئے تھے۔

حضرت العلام مولانا سید

ابرار احمد صاحب دھلوی

ولادت:......۲۴/ذی الحجہ۱۳۶۱ھ ا/جنوری ۱۹۴۳ء بروز جمعہ۔

وفات:......۱۸/ذی الحجہ۱۴۱۵ھ مطابق ۱۸/مئی ۱۹۹۵ء،جمعرات۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

راقم الحروف بروز جمعرات مؤرخہ ۱۸/ذی الحجہ مطابق ۱۸/مئی ۱۹۹۵ء مسجد حرام مکہ معظّمہ میں نماز عصر سے فراغت پر رفیق محترم مفتی عباس بسم اللہ صاحب زید مجدہ (نائب مفتی جامعہ اسلامیہ ڈابھیل) کی ملاقات کے لئے ان کی رہائش گاہ پر حاضر ہوا' تو اس غیر متوقع اور وحشت ناک خبر نے دل و دماغ کو ہلا کے رکھ دیا کہ گجرات کے متبحر عالم دین، عصر کے عظیم مفسر حضرت مولانا سید ابرار احمد صاحب رحمہ اللہ اپنے خالق حقیقی سے جا ملے، چونکہ مولانا کی وفات سے قبل علالت کی کوئی اطلاع نہیں تھی، اور اس خبر کے یقینی ہونے کی تحقیق بھی نہیں تھی، اس لئے قلب اگر چہ قدرتی طور پر متأثر ضرور ہوا، لیکن خبر کے متعلق پوری طرح شرح صدر نہیں ہوا، دعا بھی کی کہ خدا کرے یہ خبر غلط ہو، مگر رات تک معتبر ذرائع سے اس خبر کی تصدیق ہوگئی۔

آج کے اس دور میں جب کہ علمی انحطاط روز افزوں ہے اور علمی شخصیتیں یکے بعد دیگرے اٹھتی جارہی ہیں، ایسے وقت میں حضرت کی وفات کا حادثہ علمی دنیا کے لئے ایک زبردست المیہ ہے۔ حضرت کی ذات ان چند گنے چنے کی سی تھی جن کے نام ہی سے دل و دماغ پر ان کی جلالت علمی اور عظمت شان کا نقشہ چھا جاتا۔ آہ آج یہ دنیائے علم وفضل کا گوہر نایاب بھی ہم سے رخصت ہو چکا، اور ہم ایسی عظیم المرتبت شخصیت سے محروم ہو گئے جس کا بدل شاید آئندہ نہ مل سکے۔

خصوصیات

حضرت کی ذات گرامی جن خصوصیات کی حامل تھیں ان خصوصیات کا اس مختصر مضمون میں سمانا مشکل ہے۔ ان کی ذات اپنے شیخ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب اور حکیم

الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی مجسم یادگار تھی۔ علم تفسیر تو خیر ان کا خاص موضوع تھا، جس میں اس وقت ان کا ثانی ملنا مشکل تھا، لیکن اپنے شیخ ثانی کی طرح وہ ہر علم وفن میں معلومات کا خزانہ تھے۔ ان کا قوت حافظہ، ان کا وسعت مطالعہ، ان کا عجیب و غریب انداز خطابت، ان کا پاکیزہ شعری مذاق، اکابر واسلاف کے تذکروں سے ان کا شغف، علماء دیوبند کے مسلک پر ان کی وسعت نظر، انداز زندگی میں نفاست، ان کی باغ و بہار مجلسیں، ان کے عالمانہ لطائف وحکیمانہ ظرائف وغیرہ میں کون سی ایسی چیز ہے جنہیں بھلایا جاسکتا ہو۔

اس حقیقت کا انکار شاید قلت عقل کی دلیل ہے کہ محض کتابیں پڑھ لینے سے کسی کو علم کے حقیقی فوائد وثمرات حاصل نہیں ہوتے، بلکہ اس کے لئے ''پیش مرد کامل پامال شو'' پر عمل کی ضرورت ہے۔ حضرت کو اللہ تعالی نے جو مقام بلند نصیب فرمایا تھا وہ ان کی ذہانت و ذکاوت اور علم کی گہرائی و وسعت مطالعہ سے زیادہ حضرت شاہ وصی اللہ صاحب کے فیض صحبت اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب صاحب کے فیض نظر کا نتیجہ تھا۔ انہوں نے محض اوراق گردانی اور حصول سند کے ضابطہ پر اکتفا نہیں کیا، بلکہ اہل اللہ کی خدمت وصحبت سے استفادہ کو اپنا نصب العین بنالیا، چنانچہ شیخ کی نظر عنایت نے علمی رسوخ کے ساتھ ان کو اخلاص وللہیت، تواضع وعبدیت، انکساری وعجزیت کے اوصاف حمیدہ سے متصف فرمادیا، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ علماء عصر میں اللہ تعالی نے انہیں مقبولیت، محبوبیت اور ہر دل عزیزی کا وہ مقام بخشا جو کم ہی کسی کے حصہ میں آیا۔ ان کے اساتذہ وتلامذہ' ان کے ہم عصر وہم زمانہ' سب ہی ان کے علمی مقام کے مداح ومعترف نظر آئے۔

حضرت کو اللہ تعالی کی طرف سے وہ نعمت علمی ودیعت ہوئی تھی کہ عوام وخواص آپ کی

مجلس میں شرکت کے متمنی و مشتاق رہتے۔آپ کی مجلس کی یہ خصوصیت تھی کہ اس میں محض خشک مباحث و مسائل نہ تھے، بلکہ حضرت کی شگفتہ مزاجی، علمی وادبی انداز نے چار چاند لگا دیئے تھے۔ برطانیہ میں آمد کی اطلاع ملتی تو بڑے اشتیاق سے آپ کی مجلس میں شرکت کا انتظار لگا رہتا۔علمی تحقیقات کے علاوہ یہ مجلس نہ جانے کتنے لطائف وظرائف اور دلچسپ و سبق آموز واقعات سے معمور ہوتی تھی۔حضرت کا ذہن اکابر علماء دیوبند کا خزانہ تھا، کوئی بھی موضوع چھڑ جاتا اس پر اکابر علماء دیوبند میں سے کسی کا واقعہ سنا دیتے اور مجلس کے لئے رہنمائی کا ایک نیا دروازہ کھل جاتا، خصوصا اپنے مرشد و مربی حضرت مولانا وصی اللہ صاحب کے واقعات و ملفوظات بڑی عقیدت سے سناتے ،حضرت کے ملفوظات کو دہرا دہرا کر سامعین کے ذہن نشین کراتے۔آخری مجلس جس میں راقم کو شرکت کا موقع ملا حضرت کا یہ ملفوظ دو تین مرتبہ سنایا: ''تربیت مردہ پڑی ہے، مربی خون کے آنسو رو رہے ہیں، اور لوگ ہیں کہ جلسے پہ جلسے کئے جا رہیں ہیں''۔

متقدمین کے علوم پر گہری نظر تھی۔امام رازی وامام غزالی کی حکمت، حضرت دہلوی کے رموز واسرار، شاہ عبدالعزیز صاحب کے تفسیری نکات ،حضرت نانوتوی کے علوم، حضرت تھانوی کے ملفوظات اس قدر حافظہ میں مستحضر تھے کہ عقل حیران تھی، شاید ہی کوئی وعظ و مجلس ایسی ہو جس میں امام رازی کا تذکرہ نہ آتا ہو۔امام رازی کی تفسیر کے بڑے مداح تھے، فرماتے تھے بعض ماہرین کرکٹ آف سائڈ چھکا لگاتے ہیں جو بہت مشکل ہے، امام رازی کا بھی یہی حال ہے وہ تفسیر میں آف سائڈ چھکا لگاتے ہیں۔

حق تعالی نے مولانا کو تقریر و وعظ کا جو ملکہ عطا فرمایا تھا وہ اہل عصر میں شاذ و نادر ہی کسی کو نصیب ہوا۔ یہ کہا جائے تو بجا ہے کہ آپ میدان خطابت کے شہ سوار اور محققین کے علوم

کے بہترین ترجمان تھے۔تعجب خیز قوت گویائی حاصل تھی۔زمانۂ طالب علمی ہی سے آپ کی تقریریں پبلک جلسوں میں شوق اور دل چسپی سے سنی جاتی تھیں۔اہم اہم مسائل، تصوف کے حقائق بڑی بے تکلفی سے بیان فرماتے۔آپ کے مواعظ ٹھوس علمی مواد سے پُر اور نادر ونایاب معلومات کا خزینہ ہوتے۔احکام کی حکمتیں،حقائق واسرار کا انکشاف بڑی روانی اور خوبی سے بیان فرماتے۔تقریر کی زبان تو اردو تھی مگر ساٹھ ستر فیصد الفاظ عربی فارسی کی ان لغات پر مشتمل ہوتے جو عام علماء کے بھی سروں پر سے گذرتے۔جو بھی نو وارد مولانا کے بیان میں شریک ہوتا اس کے قلب میں آپ کی علمی سربلندی اور عظمت کی دھاک بیٹھ جاتی۔غرضیکہ آپ کی تقریروں نے ملک و بیرون ملک میں ایک وسیع حلقہ پیدا کیا تھا اور اس وقت آپ ایک بڑے خطیب، محقق، مدبر، محدث ومفسر اور شیخ کامل تسلیم کئے جاتے تھے آہ کسے خبر تھی یہ پر کیف و پر لطف مجلسیں اتنی جلد محرومی کا منھ دکھانے والی ہیں۔ع

ایک محفل تھی فرشتوں کی جو برخاست ہوئی

بلا مبالغہ لکھ سکتا ہوں کہ فن خطابت میں حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب کی شخصیت کو مستثنیٰ کر کے آپ کا کوئی مقابل نہ تھا۔

عبدیت

مولانا کے اوصاف میں ایک بہت بڑا وصف تواضع وعبدیت کا تھا، باوجود علمی عظمت اور ظاہری نفاست کے قلب میں تواضع وعبدیت کوٹ کوٹ کر بھری تھی۔بارہا یہ بات حضرت کی زبانی سنی کہ سب سے بڑی چیز عبدیت ہے، یہ لوگوں کا استقبال، یہ مصافحے و معانقے، یہ دعوت واکرام اور لوگوں کے سامنے تعارف یہ سب عقل کا دھوکہ ہے، اگر عبدیت نہیں تو سب بے کار بلکہ مہلک اور یہ چیز بغیر صحبت کے حاصل نہیں ہوتی۔کسی زمانہ میں میرا

نام لیا جاتا تو خوشی ہوتی، مگر شاہ صاحب کی صحبت کی یہ برکت ہے کہ اس وقت میری تعریف اور مصافحہ وغیرہ کاغذ کے پھول نظر آتے ہیں۔

اکثر مجلس میں متعلقین کو اس پر توجہ دلاتے کہ عبدیت پیدا کرو سب سے بڑا کمال یہی ہے، پھر اس پر قرآن واحادیث کے عجیب نقاط بیان فرماتے، عبدیت کے موضوع پر اکثر حضرت مدنی کے واقعات سناتے۔

ایک مرتبہ راقم الحروف حضرت کے یہاں مقیم تھا، اکثر رمضان کا اخیری عشرہ لندن میں گذارتے، میں چند دن ساتھ رہا، دفعۃً ایک مرتبہ میرے دل میں یہ خیال آیا کہ حضرت اتنے بڑے آدمی، مگر رمضان میں بھی نہ تہجد نہ اشراق و چاشت۔ عصر کے بعد کا وقت تھا حضرت نے میرا ہاتھ پکڑا، اور فرمایا مولوی مرغوب! تہجد ونوافل سے آدمی نہیں بنتا عبدیت سے بنتا ہے، میں پانی پانی ہوگیا، دل ہی دل میں توبہ واستغفار کرتا رہا، پھر غالبا یہ بھی فرمایا کہ تصوف میں آدمی ترقی کرتا ہے ابتداءً اعمال و وظائف سے اور آخر میں زیادتی علم سے، اسی لئے جاہل مرید کی ترقی مشکل ہے۔

استغناء

استغناء بھی آپ کا ایک قابل اتباع وصف تھا، بڑے بڑے اہل ثروت اور ارباب اقتدار آپ کے سامنے ایسے ناک رگڑتے کہ ناظرین حیرت میں پڑ جاتے، برطانیہ میں ہر سال سینکڑوں علماء ہندو پاکستان سے تشریف لاتے ہیں، مگر جس شان استغناء سے حضرت کا سفر ہوتا وہ اپنی مثال آپ تھا۔ رمزی اٹاوی کا یہ شعر حضرت کے استغناء کا صحیح خلاصہ ہے ۔

نہ لالچ دے سکیں ہرگز تجھے سکوں کی جھنکاریں
ترے دست توکل میں ہیں استغناء کی تلواریں

خاتمہ کا فکر

حضرت کی مجلس میں دو چیزوں کی کثرت دیکھنے کو ملیں ایک عبدیت کی نصیحت جس کا اثر مجھ جیسے نااہل کو بھی ہوا کہ حضرت کی مجلس میں شرکت کے بعد اپنی نااہلی کا استحضار ہوتا تھا۔ ہر وقت اور ہر موقع پر اس کی طرف توجہ دلاتے خصوصا، ایسے مواقع میں جہاں عجب و بڑائی آنے کا موقع ہوتا خاص اس بات پر زور دیتے۔ پچھلے سال اوائل رمضان حضرت نے باٹلی میں گذارا روزانہ عشا کے بعد وعظ ہوتا آخری دن حضرت نے طویل دعا فرمائی۔ دعا کے بعد مجمع مصافحہ کے لئے قطار بنا کر کھڑا ہوگیا، مولانا ہر ایک سے مصافحہ فرماتے ہوئے مسجد سے باہر تشریف لائے، پھر چائی کی مجلس تھی، وہاں فرمایا: الحمد للہ میرے شیخ کے صحبت کی برکت تھی کہ لوگوں کے مصافحہ کے وقت اول سے اخیر تک برابر اپنے گناہوں کا استحضار رہا، اور ایک لمحہ کے لئے بھی دل میں اپنی بڑائی کا خیال نہ آیا۔

دوسری چیز موت کی یاد اور حسن خاتمہ کا فکر۔ بارہا مجلس میں فرماتے آخرت میں کیا ہوگا، کبھی مجلس میں خوشی و سرور کی باتیں ہوتیں، کبھی کھانے پینے کا دور چلتا اور حضرت بے اختیار پکار اٹھتے اللہ اکبر! موت کا مسئلہ بڑا نازک ہے، حق تعالی حسن خاتمہ کی دولت سے نوازے، کبھی بیان کے بعد فرماتے میرے پورے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ آدمی میں عبدیت ہو، دنیا سے ایمان کے ساتھ جائے، اور آخرت میں مغفرت ہو جائے، اس سے بڑی نعمت انسان کے لئے کوئی نہیں۔

جب مختصر بات کا موقع ہوتا اس میں اس قسم کی نصیحتیں فرماتے۔ سفر برطانیہ میں اکثر عشا وعصر کے بعد بیان کا معمول تھا جو طویل ہوتا، مگر فجر کے بعد دو چار منٹ میں جامع نصیحت فرماتے، اس میں بھی حسن خاتمہ کا ذکر ہوتا، ایک مرتبہ راقم الحروف حضرت کے ساتھ نماز

فجر میں شریک تھا، دعا کے بعد آپ نے جو مختصر بیان فرمایا اس کا خلاصہ یہ ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس نے ایک مرتبہ اپنے درس میں تین باتیں ارشاد فرمائیں: اول یہ کہ مہینوں میں سب سے بہتر مہینہ رمضان کا ہے۔ دوسری یہ کہ دنوں میں سب سے بہتر دن جمعہ کا ہے۔ تیسری یہ کہ اعمال میں سب سے افضل عمل اول وقت نماز پڑھنا ہے۔ کسی نے حضرت علی کی خدمت میں یہ تینوں باتیں عرض کیں، حضرت علی نے فرمایا: ابن عباس نے بڑی بات کہی، پوری دنیا کے حکماء ایسی باتیں نہیں کہہ سکتے، پھر فرمایا: تین باتیں میری بھی سن لو! پہلی یہ کہ مہینوں میں سب سے بہتر وہ مہینہ ہے جس میں آدمی کو توبہ کی توفیق مل جائے۔ دوسری یہ کہ دنوں میں سب سے بہتر دن وہ ہے جس میں انسان ایمان کے ساتھ دنیا سے رخصت ہو۔ تیسری یہ کہ اعمال میں سب سے افضل عمل وہ ہے جو قبول ہو۔ انتہی

راقم نے حضرت سے خود سنا کہ ایک زمانہ مجھ پر ایسا گذرا کہ ہر وقت حسن خاتمہ کا فکر رہتا، دن میں، رات میں، دوستوں کی محفل میں، ہر وقت یہ خیال آ جاتا کہ میرا خاتمہ کیسا ہوگا؟ اسی فکر میں جب بھی کسی اہل اللہ سے ملاقات کا موقع ملتا ان سے یہ درخواست ضرور کرتا کہ حضرت میرے لئے حسن خاتمہ کی دعا فرما دیجئے، بالآخر ایک رات میں نے خواب میں حضرت دحیہ کلبی صحابئ رسول ﷺ کی زیارت کی تو ان سے بھی دعائے حسن خاتمہ کی درخواست کی، حضرت دحیہ کلبی نے دعا فرمائی، میں نے اس پر زور سے آمین کہی اور میری آنکھ کھل گئی، اس وقت سے یہ فکر کم ہوئی اور امید قوی بندھ گئی کہ انشاء اللہ خاتمہ بالخیر ہوگا۔

حضرت کی کیفیت دعا

حضرت کی دعا کی کیفیت بھی نرالی تھی، جسے شرکت کا موقع ملا وہی اسے محسوس کرسکتا ہے، اور بعض دعائیہ جملوں کی ادائیگی پر سخت سے سخت قلوب نرم ہو جاتے اور آنکھیں بہہ

پڑتیں۔دعا میں جب موت کا منظر کھینچتے غسل وکفن اور مردہ کے جنازہ اٹھائے جانے کا نقشہ اوراس وقت ثابت قدمی کی دعا فرماتے تو مجمع پر ایسی کیفیت طاری ہوتی جو تحریر میں نہیں آسکتی۔

لطافت طبع

حکیم الامت حضرت تھانوی کی فیض ترجمان سے اکثر ایسے فقرے نکلا کرتے تھے جن کے ذریعہ کثافت لطافت میں تبدیل ہوجاتی، جن کی صدہا نظائر حضرت کی تحریرات و تقریرات،مواعظ وملفوظات واشرف السوانح میں دیکھی جاسکتی ہیں۔حق تعالی نے مولانا مرحوم کوبھی نسبت اشرفی کے طفیل اس نعمت کا وافر حصہ عنایت فرمایا تھا،خدا کرے کوئی صاحب ذوق آپ کے ایسے لطائف کوجمع کریں تو ایک بڑا پرلطف اورنافع ذخیرہ ہوجائے، موقع کی مناسبت سے چند مختصر جملے نقل کرتا ہوں۔

ایک مرتبہ راقم استاذ محترم مولانا فضل الرحمٰن صاحب اعظمی مدظلہ کی معیت میں حضرت کی زیارت کے لئے حاضر ہوا،مصافحہ ومعانقہ کے بعد استاذ محترم نے درخواست کی کہ حضرت عمرہ کا ارادہ ہے ویزا کے لئے دعا فرمائیں،حضرت نے فرمایا: فضل الرحمٰن پر رحمٰن کا فضل ہوجائے تو ویزا کی کیا فکر۔

حضرت کسی سفر سے تشریف لائے دس پندرہ آدمی ملاقات کے منتظر تھے،بعض حضرات نے ملاقات کی ایک صاحب مصافحہ کے بعد معانقہ کرنے لگے تو فرمایا: مصافحہ پر کفایت ہو تو عنایت ہو۔

رمضان المبارک میں تراویح کے بعد اکثر تھوڑی دیر کے لئے چائے نوش فرماتے اور آرام کرتے پھر بیان شروع ہوتا،ایک صاحب چائے لے کر حاضر ہوئے،حضرت نے

ایک گھونٹ پی کر رکھ دی، وہ صاحب بولے حضرت میں نے اس میں ادرک ڈالی ہے، حضرت نے برجستہ فرمایا: مجھے اس کا ادراک ہوگیا۔

نوٹ:...... حضرت کے مزید ظریفانہ جملے ''حیات ابرار'' ص ۶۷ پر قابل مطالعہ ہیں۔

ولادت......تعلیم......تدریس

مولانا کی ولادت ۲۴/ذی الحجہ ۱۳۶۱ھ مطابق ا/جنوری ۱۹۴۳ء کو نواپور ضلع دھولیہ میں ہوئی۔ والد ماجد کا نام مولانا سید شجاع الدین صاحب تھا۔ ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں داخل ہوکر درجۂ حفظ، اردو، فارسی، اور ابتدائی عربی سے دورۂ حدیث تک کی تکمیل کی، اور ۱۳۸۵ھ میں فراغت حاصل کی۔ ''بخاری شریف'' حضرت مولانا ایوب صاحب اعظمی سے پڑھی۔ دستار فضیلت ہندوستان کے مایۂ ناز محدث حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب اعظمی کے دست بابرکت سے ہوئی۔

فراغت کے تین سال بعد جامعہ میں آپ کا تقرر ہوا، اور تقریباً چھ سال تک تدریسی خدمات انجام دیں۔ تیسرے سال میں ''مشکوۃ شریف'' چوتھے سال میں ''ابوداؤد شریف'' اور پانچویں سال میں ''مسلم شریف'' کا درس دیا۔ ۱۳۹۴ھ میں اسٹرائک کے باعث علیحدگی اختیار فرمالی۔ مردم شناس ناظم حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی مدظلہ – جو حضرت کے استاذ بھی تھے – نے آپ کو فلاح دارین مدعو فرمایا، چنانچہ آپ ترکیسر تشریف لے آئے، اور اخیر تک تدریسی خدمت انجام دیتے رہے۔ پچھلے چند سالوں سے ''بخاری شریف'' جلد اول حضرت کے ذمہ تھی۔

نکاح

حضرت کا نکاح حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم کی

صاحبزادی مسمی ''سارہ'' سے ہوا، حضرت مولانا محمد رضا اجمیری صاحب نے نکاح پڑھایا، حضرت کے نکاح پر راقم کے نانا حضرت مولانا ابراہیم صاحب ڈایالا جپوری نے کچھ تہنیتی اشعار کہے، وہ موقع کی مناسبت سے نقل کرکے اس مختصر تذکرہ کو ختم کرتا ہوں۔ حق تعالی حضرت کے ساتھ اپنے خصوصی رحم وکرم کا معاملہ فرمائیں، آمین۔

بفردوس اعلی بود جائے او بہشت بریں بود مأوائے او

....

ہدیہ تبریک بہ تقریب شادی خانہ آبادی

از: مولانا ابراہیم صاحب ڈایالاجپوری

مقدر اوج پر آیا شہ ابرار احمد کا
کرم نازل ہوا خاص آپ پر خلاق امجد کا
ہوئی بنت شہ عبد الرحیم پاک سے شادی
ہوئی صل علی دو قدسیوں کی خانہ آبادی
یہ شادی خانہ آبادی بصد فرحت مبارک ہو
رسول اللہ کی سنت بصد برکت مبارک ہو
یہ شادی ہر طرح کی خیر و برکت کا خزانہ ہو
سکون و امن اور آرام و راحت کا خزانہ ہو
حقیقت آشنا ہیں محرم اسرار یزداں ہیں
شہ ابرار احمد افتخار اہل عرفاں ہیں
وہ کمسن کون ہیں جو مالک صدہا محاسن ہیں

شہ ابرار احمد پیشوائے پاک باطن ہیں
محدث ہیں، مفسر ہیں، مبلغ ہیں، مقرر ہیں
حدیث و فقہ و تفسیر و تصوف سب کے ماہر ہیں
دقائق خوب ہوتے ہیں بیاں قرآن و سنت کے
زباں سے پھوٹتے رہتے ہیں چشمے علم و عرفاں کے
وجود پاک ہیں علم و عمل کا پیکر محکم
فیوض ظاہری و باطنی کا مصدر خرم
جہاں میں پھیلتا جاتا ہے فیض مرشد کامل
اٹھاتے آپ سے ہیں منفعت خود عالم و فاضل
ہوا گلزار دیوا [1] پر نزول رحمت باری
قدم سے آپ کے اس میں ہوئی اک خانقاہ جاری
خدا جاری رکھے ہر سال فیض حضرت والا
رہے قائم ہمارے سر پہ ظل سید اعلی
خلافت یافتہ پیر طریقت شاہ والا ہیں
وصی اللہ و طیب کی امانت شاہ والا ہیں

---

[1] ...... دیوا مضافات انکلیشور بھروچ میں مسلمانوں کی ایک بستی ہے جہاں حضرت نے دو مرتبہ پورے ماہ رمضان ۱۹۷۴ و ۱۹۷۵ء قیام فرما کر خانقاہ کا سلسلہ جاری فرمایا۔

نالۂ غم

بروفات حضرت مولانا ابرار احمد صاحب دھلیوی

خلیفۂ اجل حکیم الاسلام حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب

از: مولانا عبدالحئی سیدات صاحب نادرؔ لاجپوری مدظلہ

لوگ کیوں غمگین ہیں کیوں پر ملال — کیا کسی کا ہو گیا ہے انتقال
کون دنیا سے گیا ہے آج پھر — کہ ہوا دل کا جہاں تاراج پھر
ہیں زمین و آسمان کیوں سوگوار — رو رہے ہیں لوگ کیوں زار و قطار
چہرے کیوں اترے ہوئے ہیں لوگ کے — ہر طرف آثار کیوں ہیں سوگ کے
یا الٰہی کیا ہوا ہے ماجرا — پھر رہے ہیں لوگ کیوں بے آسرا
کیوں بھلا خاموش ہیں پیر و جواں — منجمد کیوں ہوگئی منہ میں زباں
کیوں بنا ماتم کدہ گجرات ہے — کیا ہوا ہے کچھ تو کہو کیا بات ہے
غرض حد سے بڑھ گیا جب اضطراب — کیا ہوا اس کا نہ ملتا تھا جواب
غیب سے تب دفعۃً آئی صدا — تھا جنید وقت جو وہ چل بسا
چل بسا وہ فیض جس کا عام تھا — سید ابرار جس کا نام تھا
چل بسا جو صاحب ارشاد تھا — مفتیٔ گجرات کا داماد تھا
تھا مجاز طیب ذی شان جو — صاحب دل صاحب عرفان جو
چل بسا جو تھا طریقت کا امام — چل بسا وہ لائق صد احترام
وقت کا جو تھا غزالی چل بسا — تھا خطیب اِک بے مثالی چل بسا
وقت کا تھا ایک رازی چل بسا — لے کے شان امتیازی چل بسا

چل بسا فخر زماں وہ چل بسا
علم کا بحر رواں وہ چل بسا

چل بسا تفسیر داں وہ چل بسا
خواب کی تعبیر داں وہ چل بسا

چل بسا جو زاہد و خود دار تھا
عالم اسلام کا شہکار تھا

چل بسا جو تھا بڑا ہی ذی وقار
پارسا ، ہمدرد ، مخلص ، غمگسار

چل بسا جو تھا کمال شخصیت
چل بسا جو تھا سراپا عبدیت

چل بسا جو متقی تھا نیک تھا
اور نادر لاکھ میں جو ایک تھا

دے خدا اس کو دعا ہے صبح و شام
جنت الفردوس میں اعلی مقام

....

نوٹ :......حضرت کے یہ حالات ماہنامہ ''ریاض الجنہ'' ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ مطابق ستمبر ۱۹۹۵ء اور حضرت کی سوانح حیات ''حیات ابرار'' ص ۲۲۱ سے ص ۲۲۹ تک میں شائع ہو چکے ہیں۔

امیر تبلیغ حضرت مولانا انعام الحسن صاحب

ولادت:......۱۸/جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ۔۲۰/فروری ۱۹۱۸ء۔

وفات:......۱۱/محرم ۱۴۱۶ھ،۱۰/جون ۱۹۹۵ء۔شب شنبہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

پیش لفظ

از: حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی رحمہ اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ ، وسلام علی عبادہ الذین اصطفی

کافی دنوں پہلے کی بات ہے ریل کے سفر میں چند ایسے نوجوانوں کی رفاقت میسر آئی جن کے ساتھ پہلے سے شناسائی نہیں تھی۔ انہوں نے مختلف موضوعات اور تحریکات کے بارے میں سوال کئے۔ ان میں سے ایک سوال تبلیغی تحریک کے بارے میں تھا کہ یہ صحیح ہے یا غلط؟

عرض کیا کہ کسی تحریک کے حق و باطل اور صحیح و غلط کو جانچنے کے دو معیار ہیں۔ ایک یہ کہ بانی دعوت کے حالات کو دیکھا جائے کہ وہ لائق اعتماد شخصیت تھی یا نہیں؟ دوسرے یہ کہ اس دعوت کے آثار و نتائج کا مطالعہ کیا جائے۔ اور ان دونوں معیاروں کی طرف قرآن کریم میں اشارات کئے گئے ہیں۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ کی دعوت کی حقانیت کے ثبوت میں متعدد جگہ آنحضرت ﷺ کی حیات طیبہ اور سیرت پاکیزہ کو پیش فرمایا گیا، مثلاً ایک جگہ ارشاد ہے: ﴿ فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ ﴾۔ (سورۂ یونس، آیت نمبر:۱۶)

ترجمہ:...... کیونکہ اس سے پہلے بھی تو میں ایک حصہ عمر تم میں رہ چکا ہوں، پھر کیا تم اتنی عقل نہیں رکھتے۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

ایک اور جگہ ارشاد ہے: ﴿ وانّک لعلی خلق عظیم ﴾۔ (سورۂ قلم، آیت نمبر:۴)

ترجمہ:...... اور بے شک آپ (ﷺ) اخلاق حسنہ کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔

ایک اور جگہ ارشاد ہے:

﴿ لعمرک انّھم لفی سکرتھم یعمھون﴾۔ (سورۃ الحجر، آیت نمبر:۷۲)

ترجمہ:......آپ کی جان کی قسم وہ اپنی مستی میں مدہوش تھے۔(ترجمہ حضرت تھانوی)

الغرض بار بار آنحضرت ﷺ کی ذات عالی کو حقانیت اسلام کے ثبوت میں پیش فرمایا ہے۔

اسی طرح دعوت اسلام کو قبول کرنے کے نتیجے میں قدوسیوں کا جو گروہ آنحضرت ﷺ کے زیر تربیت وجود میں آیا، قرآن کریم نے متعدد جگہ اس کے بھی حوالے دیئے ہیں۔ چنانچہ سورہ فتح کی آخری آیت میں ارشاد ہے:

﴿ محمدّ رسول اللہ والذین معہ اشدّاء علی الکفّار رحماء بینھم ﴾ الخ۔

ترجمہ:......محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں، اور جو لوگ آپ (ﷺ) کے صحبت یافتہ ہیں وہ کافروں کے مقابلہ میں تیز ہیں، آپس میں مہربان ہیں، اے مخاطب! تو ان کو دیکھے گا کہ کبھی رکوع کر رہے ہیں، کبھی سجدہ کر رہے ہیں، اللہ تعالی کے فضل اور رضا مندی کی جستجو میں لگے ہیں، ان (کی عبدیت) کے آثار بوجہ تاثیر سجدہ کے ان کے چہروں پر نمایاں ہیں۔ (ترجمہ حضرت تھانوی)

اس آیت شریفہ میں آنحضرت ﷺ کا رسول اللہ ہونا گویا ایک دعوی ہے، اور صحابہ کرام کے احوال وصفات اس دعوے کی حقانیت کا ثبوت ہیں۔

تبلیغی تحریک کے بانی حضرت مولانا شاہ محمد الیاس صاحب اپنے دور کے اکابر اولیاء اللہ میں تھے۔ اپنے تمام اکابر کے معتمد علیہ تھے۔ ان کا علم وعمل اور حال وقال سنت رسول اللہ ﷺ کے سانچے میں ڈھلا ہوا تھا۔ اللہ تعالی نے ان کے ذریعہ دعوت وتبلیغ کی تجدید

کا جو عظیم الشان کام لیا تمام اکابر امت نے اس کو بنظر استحسان دیکھا، اور اس پر مہر تصویب ثبت فرمائی۔ یہ تمام امور اس امر کی قوی علامت ہے کہ یہ تحریک سراپا خیر و برکت ہے، اور عنداللہ مقبول ہے۔ [۱]

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی وفات ۲۱/رجب ۱۳۶۳ھ مطابق ۱۳/جولائی ۱۹۴۴ء کو بروز پنجشنبہ بوقت اذان فجر ہوئی۔ ان کے صاحبزادہ گرامی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کو ان کا جانشین مقرر کیا گیا، جو واقعۃً ''الولد سرّ لابیه'' کا مصداق اور ایک سچے جانشین تھے۔ [۲]

انہوں نے ۱۲/سال تک دعوت الی اللہ کے کام کی قیادت کی، اور اسے عرب و عجم اور مشرق و مغرب تک پھیلا دیا، یہاں تک کہ اسی دعوت کے راستہ میں جان، جان آفرین کے سپرد کر دی۔ ان کا وصال ۲۹/ذیقعدہ ۱۳۸۴ء مطابق ۲/اپریل ۱۹۶۵ء کو بروز جمعہ، ۲ بجکر ۵۰/منٹ پر لاہور میں ہوا۔

﴿اولئک مع الّذین انعم اللہ علیھم من النّبیّین والصّدّیقین والشّھداء والصّالحین وحسن اولئک رفیقا﴾۔ (سورۃ النساء)

ترجمہ:...... تو ایسے اشخاص ان حضرات کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا یعنی انبیاء و صدیقین اور شہداء اور صلحاء، اور یہ حضرات بہت اچھے رفیق ہیں۔

---

[۱]...... حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کے حالات پر مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی (رحمہ اللہ) کی کتاب ''حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت'' لائق مطالعہ ہے۔

[۲]...... حضرت کے حالات اور اوصاف و کمالات پر ایک کتاب مولانا سید محمد ثانی حسنی کے قلم سے شائع ہو چکی ہے، جن حضرات کو حضرت جی مولانا محمد یوسف صاحب کی زیارت میسر نہیں آئی وہ اس کتاب کا ضرور مطالعہ فرمائیں۔

حضرت موصوف کی وفات کے بعد اس کام کی زمام قیادت ان کے رفیق ودست راست حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے سپرد کی گئی۔حق تعالی شانہ نے ان کی صحت وعمر میں برکت عطا فرمائی، یہاں تک کہ اللہ تعالی نے تیس سال تک ان سے امت کی اصلاح وتربیت کی خدمت جلیلہ اور دعوت الی اللہ کا عظیم الشان کام لیا۔

اس ناکارہ نے کافی محنت وکاوش سے حضرت کے حالات جمع کرنا شروع کئے تھے کہ ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ اگست وستمبر ۱۹۹۵ء، پہنچا جس میں مولانا مرغوب احمد لاجپوری حال مقیم ڈیوزبری، برطانیہ کا ایک جامع اور خوبصورت مضمون شائع ہوا۔اس کے بعد اپنی کاوش ہیچ معلوم ہوئی اور اس کی جگہ یہ پورا مضمون یہاں نقل کردینا مناسب معلوم ہوا۔

از......مولانا مرغوب احمد لاجپوری، ڈیوزبری، برطانیہ

شب شنبہ ۲۱ رمحرم الحرام ۱۴۱۶ھ مطابق ۱۰ر جون ۱۹۹۵ء کو تقریباً ڈیڑھ بجے تبلیغی جماعت کے قائد وامیر حضرت مولانا انعام الحسن صاحب اس فانی دنیا سے عالم جاودانی کی طرف رحلت فرما گئے، انا للہ و انا الیہ راجعون۔

راقم الحروف نماز مغرب کے لئے قبیل مغرب مرکزی مسجد ڈیوزبری حاضر ہوا تو ایک صاحب نے پرنم آنکھوں اور لرزتی زبان سے یہ وحشت ناک خبر سنائی کہ: ''حضرت جی کا انتقال ہوگیا'' مغرب میں تھوڑا سا وقت باقی تھا' دعا میں مشغول ہوگیا۔نماز سے فراغت پر امام صاحب نے اعلان کیا۔سنت ونوافل کے بعد یاسین شریف کا ختم ہوا۔چند منٹ بیان ہوا اور مختصر دعا ہوئی۔زبانیں خاموش،جسم ساکت،بعضوں کی آنکھوں سے آنسو رواں تھے اور بعض صبر وعزیمت کا منظر دکھا رہے تھے۔

حضرت جی حق تعالی شانہ کی خاص عنایات اور الطاف بے پایاں کا مورد تھے۔افسوس

کہ حضرت کی وفات سے لاکھوں مبلغین اپنے امیر سے اور لاکھوں مریدین ومعتقدین اپنے شیخ طریقت کے سایۂ عاطفت سے محروم ہوگئے۔

حضرت ایک علمی خاندان کے چشم وچراغ تھے۔آپ نے زہد وقناعت، ورع وتقوی، علم وحلم، دعوت وتبلیغ کی پرکیف فضاؤں میں زندگی کے اوقات گذارے۔

ولادت

۱۸/جمادی الاولی ۱۳۳۶ھ مطابق ۲۰/فروری ۱۹۱۸ء بروز چہارشنبہ اپنے آبائی وطن کاندھلہ میں پیدا ہوئے۔آپ کے والد محترم کا نام نامی مولانا الحاج اکرام الحسن صاحب اور جد محترم کا اسم گرامی مولانا رضی الحسن صاحب تھا۔

تعلیم

حافظ منگتو صاحب سے حفظ قرآن پاک کی تکمیل کی۔ابتدائی فارسی وعربی کتب اپنے نانا حکیم عبد الحمید صاحب سے پڑھ کر دہلی چلے آئے، اور ''میزان الصرف'' ''میزان منشعب'' ہدایۃ النحو'' وغیرہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے پڑھیں۔

۱۳۵۲ھ (۱۹۳۴ء) میں مظاہر علوم سہارنپور میں داخل ہوکر ''شرح جامی، میر قطبی، کنز الدقائق، قطبی، تصدیقات، اصول الشاشی'' وغیرہ کتابوں سے اپنی تعلیم کا آغاز فرمایا۔

علامہ صدیق احمد صاحب کشمیری، حضرت مولانا عبدالشکور صاحب، مفتیٔ اعظم سہارنپور حضرت مولانا قاری سعید احمد صاحب اجراڑوی، حضرت مولانا مفتی جمیل احمد صاحب تھانوی آپ کے اساتذہ میں سرفہرست ہیں۔

۱۳۵۴ھ میں دورۂ حدیث کی کتابیں ''بخاری شریف'' ج۱، اور ''ابو داؤد شریف'' حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سے ''بخاری'' ج ۲، حضرت مولانا عبد

اللطیف صاحب سے ''مسلم شریف'' مولانا منظور احمد خان صاحب سے ''ترمذی شریف'' حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری سے پڑھیں۔

دورۂ حدیث کی تکمیل سے پہلے ہی حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی شدید بیماری کی بنا پر حضرت دہلوی کے تعمیل ارشاد میں آپ مولانا محمد یوسف صاحب کے ہمراہ دہلی تشریف لے گئے اور امتحان میں شریک نہ ہوسکے۔ نظام الدین آکر باقی ماندہ حصہ کی تکمیل کے ساتھ کتب حدیث میں ''ابن ماجہ، نسائی، شرح معانی الآثار، مستدرک حاکم'' حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے پڑھیں۔

علمی صلاحیت واستعداد پختہ تھی۔ کتب درسیات توجہ ومحنت سے پڑھیں۔ حضرت خود اپنی طالب علمی کے زمانے کا معمول اس طرح بیان فرماتے ہیں:

''ہم دونوں (مولانا محمد یوسف صاحب ومولانا انعام الحسن صاحب) نے آپس میں یہ طے کرلیا تھا کہ رات کے ابتدائی آدھے حصہ میں ہم میں سے ایک مطالعہ کرے گا اور دوسرا سوئے گا، اور آدھی رات ہوجانے پر مطالعہ کرنے والا چائے بنائے گا اور دوسرے ساتھی کو اٹھا کر اور اس کے ساتھ چائے پی کر سو جائے گا، اور اس دوسرے کے ذمہ ہوگا کہ فجر کی جماعت کے لئے سونے والے ساتھی کو اٹھائے۔ ایک دن مولانا محمد یوسف صاحب شروع رات میں مطالعہ کرتے تھے اور میں سوتا تھا اور دوسرے دن اس کے برعکس ترتیب رہتی تھی''

(سوانح مولانا محمد یوسف صاحب ص ۱۷۱)

امتحانات میں اعلی نمبرات حاصل فرماتے۔ ایک مرتبہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے طلبائے دورۂ حدیث کے لئے مخصوص نمبرات متعین فرما کر چند انعامی کتب تجویز فرمائیں، جو حضرت شیخ کی طرف سے ان کے متعینہ نمبرات حاصل کرنے والے کے لئے بطور تحفہ

کے تھیں۔طلباء کی اطلاع کے لئے یہ اعلان آویزاں کیا گیا کہ:

''جو شخص ''ابوداؤد'' میں سب سے زیادہ نمبر بلاشرکت غیرے حاصل کرے گا اس کو ''بذل'' کامل انعام بندہ کی طرف سے موعود ہے،اور بشرکت غیرے جتنے بھی شرکاء ہوں سب کو ایک ایک ''کوکب درّی'' موعود ہے۔زکریا

چنانچہ اس اعلان کے بموجب ''کوکب دری'' کامل (مولانا) انعام (الحسن صاحب) کو انعام میں ملی۔(تاریخ مظاہر ص۱۱۵ ج۲)

نکاح اور رخصتی

۳رمحرم الحرام۱۳۵۴ھ میں مظاہرعلوم کے سالانہ جلسہ میں حضرت اقدس مولانا محمد زکریا صاحب کی دوسری صاحبزادی کے ساتھ حضرت کا نکاح،علماء و مشائخ کی بابرکت مجلس میں حضرت اقدس مدنی نے پڑھایا۔

حضرت شیخ نے ''آپ بیتی'' (ص۲۸۴ ج۳) میں پانچ چھ صفحات پر اس نکاح کی تفصیل بڑی دلچسپ انداز میں تحریر فرمائی ہے۔چند اقتباسات نقل کرتا ہوں۔حضرت شیخ تحریر فرماتے ہیں:

''ہمارے خاندان کا قدیم دستور اصول موضوعہ کے طور پر یہ طے شدہ تھا کہ جب کوئی لڑکی پیدا ہو تو اس کا اقرب ترین نامحرم گویا شادی کے لئے متعین تھا.....والدہ زبیر کے متعلق ذہنوں میں تو سب کے مندرجہ بالا قاعدہ کے موافق طے شدہ تھا،لیکن دو ایک سال بعد بھائی اکرام صاحب کا ایک کارڈ آیا کہ والد صاحب کے تعمیل حکم میں لکھ رہا ہوں،تمہاری دوسری بچی سے عزیز انعام کے نکاح کی تجویز کو فرمایا ہے، میں نے اس کے جواب میں لکھ دیا تھا کہ پھوپھا میرے بھی بڑے ہیں اس کے بھی بڑے ہیں میرے سے کیا پوچھنا؟ یہ ہوا

منگنا مولانا انعام الحسن صاحب کا۔

چچا جان ہر سال مظاہر علوم کے سالانہ جلسے میں شنبہ کی شام کو تشریف لایا کرتے تھے۔ حسب معمول مؤرخہ ۲ محرم سن ۵۴ھ مغرب کے قریب تشریف لائے، اور فرمایا کہ ہمارے میوات میں جلسوں میں نکاح کا دستور پڑ گیا، کل کے جلسے میں حضرت مدنی سے یوسف وانعام کا نکاح پڑھوادوں؟ میں نے کہا شوق سے ضرور پڑھوا دیجئے، مجھ سے کیا پوچھنا؟ میں نے اہلیہ مرحومہ اور دونوں بچیوں کے کان میں ڈال دیا.....اہلیہ مرحومہ نے کہا.....تم دو چار دن پہلے کہتے تو میں ایک جوڑا تو ان کے لئے سلوا دیتی.......(حضرت نے جواب دیا) اچھا مجھے خبر نہیں تھی یہ ننگی پھر رہی ہیں، میں تو سمجھ رہا تھا کہ یہ کپڑے پہنے پھرتی ہیں.......... جامع مسجد آتے ہوئے حضرت مدنی سے میں نے عرض کر دیا کہ یوسف وانعام کا نکاح پڑھنے کے لئے چچا جان فرما رہے ہیں۔ حضرت نے بہت ہی اظہار مسرت فرمایا، کہا ضرور پڑھوں گا، ضرور پڑھوں گا، اور جامع مسجد میں.....دونوں لڑکوں یوسف وانعام کو ممبر کے پاس کھڑے کر کے خطبہ پڑھ دیا......۔

ربیع الاول ۵۵ھ میں.....چچا جان نے ارشاد فرمایا خیال یہ ہے کہ کل کو جاتے وقت یوسف وانعام کی بیویوں کو لیکر جاؤں۔ میں نے کہا جیسے رائے عالی ہو، مگر لڑکے تو دونوں یہاں پڑھ رہے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی بنا تو ان ہی کے گھر میں ہوئی تھی۔ میرا خیال یہ ہے کہ ان دونوں لونڈوں کی بنا یہی کرادیں۔ چچا جان ......نے فرمایا کہ: تجھے نہ معلوم اپنے کام کی حدیثیں بہت یاد رہتی ہیں.....فرمایا: بہت اچھا۔ میں نے عصر کے وقت بچیوں سے کہہ دیا کہ اپنی بہنوں کو کپڑے پہنا دو، رات کو ان کی یہیں رخصتی ہے۔ مولانا محمد یوسف مرحوم کو اپنے کمرہ میں، اور مولانا انعام الحسن صاحب کو کچے گھر میں تجویز کیا"۔

دوسرے دن صبح مختصر دعوت ولیمہ ہوئی۔

تدریس

نظام الدین میں قیام فرما کر دعوت وتبلیغ کی محنت میں مصروفیت ومشغولیت کے ساتھ درس وتدریس کا مشغلہ بھی بڑے اہتمام سے جاری رکھا۔متعدد فنون کی مختلف کتابیں پڑھائیں۔ سالہا سال تک حدیث پاک کا درس دیا۔آخر میں کئی سال ''بخاری شریف'' پڑھائی۔ابواب تراجم پر بڑی محنت فرمائی۔تراجم پر آپ کی تحقیقات مسودہ کی شکل میں محفوظ ہیں۔

بیعت وخلافت

حضرت کو حق تعالی نے بچپن ہی سے ایسے دینی ماحول میں پروان چڑھایا جہاں حضرت شیخ ،حضرت مدنی ،حضرت رائے پوری جیسے صاحب نسبت بزرگوں کی آمد ورفت رہتی تھی۔ ان حضرات کی صحبت کی برکت اور خصوصاً حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی فیض نظر نے آپ کو بھی صاحب نسبت بنادیا تھا۔

آپ کے صاحب نسبت ہونے کی شہادت ایسے صاحب نسبت بزرگ وولی کامل نے دی جس کے صاحب نسبت ہونے پر اس عصر کے تمام ہی صاحب نسبت بزرگوں کا اتفاق تھا۔حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے اپنی وفات سے دو تین روز قبل حضرت شیخ الحدیث صاحب سے اس بات کا اظہار فرمایا۔حضرت شیخ ''آپ بیتی'' میں تحریر فرماتے ہیں:

''چچا جان نے اپنے سے مایوسی کی حالت میں وصال سے دو تین دن پہلے اس سیاہ کار سے کہا کہ میرے آدمیوں میں چند لوگ صاحب نسبت ہیں۔:عزیز مولانا یوسف صاحب،

قاری داؤد، سید رضا صاحب بھوپالی، مولانا انعام صاحب.... میرے بعد ان میں سے کسی ایک کو مولانا رائے پوری کے مشورہ سے بیعت کے لئے تجویز کر دو''۔

(آپ بیتی ص۱۲۳ج۴)

حضرت مولانا الیاس صاحب نے حضرت جی کی صفت نسبت بہت پہلے سے تاڑ لی تھی، اسی لئے آپ نے مولانا محمد یوسف صاحب اور مولانا انعام الحسن صاحب کو بیعت بھی بڑے اہتمام سے فرمایا۔ بیعت کا تذکرہ حضرت ہی کی زبانی سنئے! فرماتے ہیں:

''جب حضرت شیخ مدظلہ کو یہ معلوم ہوا کہ ہم لوگ ابھی تک حضرت مولانا محمد الیاس صاحب سے بیعت نہیں ہوئے ہیں تو فرمایا کہ: میں سمجھتا تھا کہ تم لوگ چچا جان سے بیعت ہو چکے ہو گے۔ بہرحال اب دیر نہ کرو۔

ہم لوگوں نے حضرت جی سے بیعت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت جی نے اسے منظور فرما لیا۔ خود غسل فرمایا اور بڑے اہتمام کے بعد خوشی و مسرت کے ساتھ ہم لوگوں کو بیعت فرما لیا، اور فرمایا اللہ مبارک فرمائے اور انشاء اللہ مبارک ہی ہے''۔

(سوانح حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کاندھلوی ص۱۸۱ر تیسرا باب)

بالآخر ۱۳۶۳ھ میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ مولانا محمد الیاس صاحب کا یہ فیض آپ کے ذریعہ اطراف عالم میں خوب پھیلا۔ ہزاروں نہیں لاکھوں افراد نے آپ کے دست بابرکت پر بیعت کی۔

حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات اور آپ کی امارت

۱۳۸۴ھ میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات کا حادثہ پیش آیا۔ مولانا کے انتقال کے بعد سب سے بڑا مسئلہ جس کی نزاکت اور اہمیت کا احساس ہر دردمند اور خاصۃً

دعوت وتبلیغ سے متعلقین کو ہورہا تھا وہ مولانا مرحوم کی جانشینی کا تھا۔مولانا کی نیابت کی ذمہ داری کوئی آسان وسہل نہ تھی۔اس عالمگیر کام کی امارت کے لئے ایسی شخصیت کی ضرورت تھی جسے اللہ پاک نے اصابت رائے،دور بینی ودوراندیشی کی نعمت عطا فرمائی ہو،حاضر دماغی،قوت قلبی،اور معاملہ فہمی کی صفات سے بھی متصف ہو۔مولانا انعام الحسن صاحب اپنی اصابت فکر،صلاح وتقوی،اور مولانا محمد الیاس صاحب کے صحبت یافتہ اور شروع ہی سے اس کام سے وابستگی،اور مولانا محمد یوسف صاحب کے بچپن کے ہمہ وقت کے ساتھی،شریک کار ودست راست اور مشیر ومعاون ہونے کی حیثیت سے اور اپنے فہم وتجربہ کی وجہ سے جماعت اور اس کے کام کی صحیح رہنمائی کر سکتے تھے،اس لئے نظریں آپ کی طرف پڑ رہی تھیں۔چنانچہ حضرت شیخ الحدیث صاحب نے مشورہ سے آپ کو مولانا کا نائب اور دعوتی کام کا امیر بنا دیا۔اور اس بات کا اعلان مولانا فخر الحسن صاحب استاذ دار العلوم دیوبند نے ہزاروں پرانے کام کرنے والوں کے مجمع میں کیا۔

دعوت کی موجودہ ترقی ومقبولیت اور عالمگیر وسعت نے یہ ثابت کر دیا کہ امارت کے لئے حضرت کا انتخاب اور حضرت شیخ کا یہ فیصلہ صحیح اور نہایت موزوں وحق بجانب تھا۔

مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات کے بعد متعلقین کے قلوب رنجیدہ ومغموم تھے،اس خیال سے آپ نے مولانا ہارون صاحب کے ساتھ مل کر ایک خط سارے تبلیغی مراکز کو تحریر فرمایا،جس میں مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات پر تعزیت کے ساتھ دعوت وتبلیغ کی محنت میں اپنے اوقات کو لگاتے رہنے کی ترغیب دی گئی تھی۔وہ خط آج حضرت جی کی وفات پر کام کرنے والوں کے لئے رہنمائی کا سامان ہوسکتا ہے،جو درج ذیل ہے۔

مدرسہ کاشف العلوم،بستی نظام الدین اولیاء،

نئی دہلی ۱۳؍ذی الحجہ ۱۳۸۴ھ

مکرم بندہ... وفقنا الله و ایاکم لما یحب و یرضٰی

السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته

خداوندکریم سے امید ہے کہ مزاج عالی بعافیت ہوں گے۔ یہ تو جناب کے علم میں آگیا ہوگا کہ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لاہور میں مورخہ ۲؍اپریل ۱۹۶۵ء کو بعد نماز جمعہ معمولی علالت سے رحلت فرما گئے، انا لله وانا الیه راجعون۔

اس میں کوئی شک وشبہ نہیں کہ حضرت اقدس بہت ہی کمالات اور خوبیوں کے حامل تھے، اور ہماری بہت سی بیماریوں کے علاج کی صورت تھے۔ ان کا ہمارے درمیان سے اٹھ جانا ظاہری طور پر صورتِ پریشانی ہے، لیکن حق تعالیٰ شانہ پر اعتماد اور حضور ﷺ کے دین کی محنت ان ظاہری صورتوں کا نعم البدل اور بدل حقیقی ہے۔

حضور اکرم ﷺ جیسی بابرکت اور باعظمت ہستی جن کے وجود سے امت کا وجود، اور جن کے درد وکرب اور بے چینیوں سے امت کا نشو ونما، اور جن کی گریہ وزاری سے امت کی دارین کی فلاح ونجات، اور جن کے چہرۂ انور کی زیارت ہزارہا سال کی عبادت سے زیادہ ترقی دلانے والی تھی۔ اگر وہ بھی اس دنیائے فانی سے تشریف لے جاویں، اور امت ان کی جدائی کے صدمے اور رنج میں مبتلا ہو اور مصائب میں گھر جائے تو حق تعالیٰ شانہ پر اعتماد اور حضور اکرم ﷺ کے طریقے پر دین کے لئے قربانیوں اور محنتوں کا انہماک اور بارگاہ الٰہی میں گڑگڑا کر دعائیں اور اس محنت کا دنیا میں تعدیہ وتبلیغ آپ کی ذات عالی کا بدل ہے، اور قیامت تک کے لئے یہ سارے جانے والوں کا بدل اپنے میں لئے ہوئے ہے ﴿وما کان الله لیعذّبهم وانت فیهم وما کان الله معذّبهم وهم مستغفرون﴾۔

حق تعالیٰ شانہ نے اپنے لطف وکرم اور فضل سے دین کی محنت کے جس عالی کام کی طرف ہم جمیع احباب کی رہبری فرمائی ہے، اس میں پوری طرح امت محمد یہ مرحومہ کے دارین کے مصائب کا علاج ہے۔ آپ پورے انہماک کے ساتھ سارے مصائب کے علاج کا یقین اس میں کرتے ہوئے اس صورت کے بڑھنے اور اس کی شکل کے وسیع ہونے کے لئے پوری طرح محنت کریں، تاکہ اس امت کے علاج کے لئے ایمان کی قربانی والی محنت کی فضاؤں میں بہت سے باہمت، بے لوث، نفس کش، داعی الی اللہ پیدا ہوں، اور آپ ان کے وجود میں آنے کے لئے بھرپور کوشش کریں اور کرائیں۔ صدقات، خیرات اور کثرتِ تلاوتِ قرآن پاک، خصوصاً ذکر ودعا، مقامی و بیرونی گشت، روزانہ کی تعلیم و تسبیحات کے ذریعہ بھی ایصال ثواب کی صورتیں اختیار کی جائیں۔ حضرت جی ؒ کی آخری تمنا یہ تھی کہ جو شخص دین کا درد وفکر رکھتا ہو وہ مدنی صحابہ کی طرح تہائی جان و مال اس دینی محنت کے زندہ کرنے کے لئے خرچ کرنے والا بن جائے، اس تمنا کو پورا کرنے کا یہ عین وقت ہے، فقط والسلام۔ بندہ محمد انعام الحسن غفرلہ، محمد ہارون غفرلہ

حضرت جی کے زمانۂ امارت میں الحمدللہ کام میں حیرت انگیز ترقی ہوئی۔ دنیا کے چپہ چپہ میں جماعتیں روانہ ہوئیں۔ جس میں آپ کی پرخلوص محنت ودعا کا بہت بڑا حصہ ہے۔ مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات کے بعد آپ نے کوئی الگ امتیازی رنگ پیدا کرنے کے بجائے اپنے اسلاف کے قدیم طرز پر برقرار رہتے ہوئے اسی نہج پر محنت کو جاری رکھا اور رکھوایا۔ ایک موقع پر فرمایا: ہم تو لکیر کے فقیر ہیں مولانا محمد الیاس صاحب ہی کے اصول پر جم کر کام کریں گے اور کروائیں گے۔

اپنے تیس سالہ دور امارت میں دنیا بھر کے مختلف الالوان، مختلف اللسان کام کرنے

والوں میں یک جہتی واتفاق قائم رکھنا آپ کا عظیم کارنامہ ہے۔کسی بھی تنظیم میں اختلاف کا ہونا یقینی امر ہے مگر اختلاف، اختلاف کی حد سے تجاوز کر جائے تو یقیناً یہ معیوب ہے۔اہل تبلیغ اور مختلف ممالک کی شوریٰ میں جب اختلاف کی صورت پیدا ہو جاتی اور حضرت کے سامنے ایسے امور پیش کئے جاتے تو حضرت اپنی خداداد معاملہ فہمی سے لمحوں میں ایسا فیصلہ فرماتے کہ فریقین کو رضامندی واطاعت سے چارہ نہ رہتا۔

حضرت جی کا خدام کے ساتھ سلوک

کتب سیر واحادیث میں نبی کریم ﷺ کے حسن اخلاق کے متعلق ہزاروں واقعات موجود ہیں۔ان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ کی روایت ''مسلم شریف'' میں مروی ہے، جس کا خلاصہ یہ ہے۔

''حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: حضور اکرم ﷺ مدینہ تشریف لائے، حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور مجھے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے اور عرض کیا: یا رسول اللہ! (ﷺ) انس ہوشیار اور ذکی لڑکا ہے آپ (ﷺ) اسے اپنی خدمت میں رکھ لیجئے! حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں نے سفر وحضر میں آپ ﷺ کی خدمت کی، خدا کی قسم آپ ﷺ نے میرے کسی کام پر یہ نہیں فرمایا: تو نے ایسا کیوں کیا؟ اور میرے کسی کام کے نہ کرنے پر یہ نہیں فرمایا: تو نے یہ کام کیوں نہیں کیا؟

(حیاۃ الصحابہ ص۵۴۰ ج۲، باب حسن خلقه عليه السلام مع خادمه انس)

سنت نبوی (ﷺ) کی اتباع میں حضرت جی کا طرز اپنے خدام کے ساتھ بالکل ویسا ہی تھا جس کی شہادت صحابہ کرام نے آپ ﷺ کے متعلق دی۔حضرت جی کے سفر وحضر کے اخص الخاص خادم مولانا سلیمان صاحب کی زبانی سنئے! موصوف فرماتے ہیں: ''میں

پندرہ سال سے زائد زمانہ حضرت جی کی خدمت میں رہا، کبھی حضرت نے مجھے یہ نہیں فرمایا: ایسا کیوں کیا؟ ایسا کیوں نہیں کیا؟۔ (روایت: مولانا اسماعیل مایت صاحب)

ملفوظات

حضرت جی لمبی تقریر کے عادی نہیں تھے۔ آپ کے سفر وحضر میں تقریر کی ذمہ داری حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری مدظلہ (رحمہ اللہ) پر ہوتی۔ حضرت آخر میں چند جملے ارشاد فرمادیتے، مگر عجیب تاثیر تھی، نہ معلوم کس درد دلی سے زبان سے نکلتے اور دل میں اترتے۔

ادھر کہتا گیا وہ اور ادھر آتا گیا دل میں اثر یہ ہو نہیں سکتا کبھی دعوائے باطل میں

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند ارشادات نقل کردوں:

(۱)......فرمایا: دو راستے انسان کی زندگی گذارنے کے ہیں، ایک اعمال والا دوسرا مادیت والا۔ اور دونوں راستوں پر چلنے والے دو قسم کے انسان ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے دونوں راستوں کا اور دونوں طرح کے انسانوں کے انجام کا ذکر کیا ہے۔

(۲)......اللہ کے لئے اپنی مالوفات اور مرغوبات کو چھوڑ دینا حتیٰ کہ اپنے وطن کو ضرورت پڑنے پر چھوڑ دینا ہجرت کہلاتا ہے۔

(۳)......حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام دو طبقوں میں تقسیم تھے، یا مہاجر تھے یا انصار۔ پہلا درجہ ہجرت کا ہے، دوسرا نصرت کا: ”لو لا الهجرة لكنت من الانصار“ (ترمذی ج ۲)

آج بھی اگر امت دو حصوں میں تقسیم ہو جائے، ایک دعوت کے لئے ہجرت کرے دوسری نصرت تو پورے عالم میں دین زندہ ہو جائے۔ ساری امت کی فکر کرو اور انہیں جہنم سے نجات دلانے کی تدبیر سوچو۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: میں تمہاری کمر تھام کر جہنم

سے روک رہا ہوں مگر تم ہو کہ تیزی کے ساتھ اسی طرف بڑھے جا رہے ہو۔

(۴)......عبداللہ بن مبارک محدث تھے، چھ ماہ حدیث کا درس دیا کرتے تھے اور چھ ماہ اللہ کے راستے میں گذارتے تھے، اور اس سفر میں جو غبار جسم پر لگ جاتا تھا اس کو جمع کر لیتے تھے جسے اینٹ بنا کر رکھ دیتے، اسی طرح قرآن وحدیث کی تحریر میں جو قلم لیتے تھے ان کے تراشے جمع کر لیتے تھے، وفات کے موقع پر فرمایا کہ: قلم کے تراشوں سے میرے جنازہ کا پانی گرم کیا جائے، اور قبر کو ان اینٹوں سے بند کیا جائے۔

(۵)......اللہ تعالی جب کرنے پر آتے ہیں تو اصنام کے پیٹ سے توحید ظاہر ہوتی ہے، باطل کے نقشوں سے حق کی آواز اٹھتی ہے۔

(۶)......ایک مرتبہ دستر خوان پر فرمایا: کھلانے والے میں بخل نہ ہو، اور کھانے والے میں حرص وطمع نہ ہو، اس کھانے میں برکت ہوتی ہے۔

(۷)......کام خوب ہو رہا ہے، قربانی بھی دی جا رہی ہے، رات کو رونے والوں کی کمی ہے۔

(۸)......یہ دنیا کی زندگی جو اجیرن بنی ہوئی ہے، اگر احکامات کا ان میں لحاظ کر لیا جائے تو زندگی کا مزہ آئے۔

(۹)......یہ ساری محنتیں ایک اللہ کو راضی کرنے کے لئے ہو، مادی منفعت کے لئے ہرگز نہ ہو، نہ کسی جاہ اور عہدے کا ارادہ ہو۔

(۱۰)......اللہ کی راہ میں ایک صبح یا ایک شام دنیا اور دنیا کی ساری چیزوں سے بہتر ہے، حتی کہ سواری کا کھانا اور لید تک کو ثواب شمار کیا گیا ہے۔ (تلک عشرۃ کاملۃ)

کیفیت دعا

نظام الدین میں روزانہ اجتماعی وانفرادی دعا کا حال تو مجھے معلوم نہیں، البتہ تبلیغی

اجتماعات میں آخری دعا حضرت ہی کی ہوتی۔

راقم الحروف کو مختلف اجتماعات کے موقع پر آپ کے ارشادات سننے اور دعا میں شرکت کا موقع کئی مرتبہ نصیب ہوا۔ اکثر دعا کے دن لاکھوں کا مجمع ہوتا۔ بڑے بڑے علماء اور اہل اللہ شرکت فرماتے۔ دعا اکثر طویل ہوتی، شروع میں عربی پھر اردو۔ بہت گریہ وزاری و دل کی گہرائی اور اعتماد و یقین کے ساتھ دعا فرماتے۔ لاکھوں کا مجمع ہر ہر جملہ پر آمین کہتا، ساری فضا میں آمین کی آواز کے سوا کوئی آواز سنائی نہ دیتی۔ سادہ دعائیہ جملوں پر لاکھوں آنکھیں پرنم ہو جاتی تھیں، بعض نرم دل حضرات کی تو چیخیں نکل پڑتیں۔ دعا کے اختتام پر گھنٹوں دل پر اثر رہتا۔

اسفار

حضرت جی نے اندرن ملک اور پاکستان و بنگلہ دیش کے علاوہ بیرون ممالک میں یورپ و امریکہ کے بھی اسفار فرمائے۔ حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت تو بیسیوں سے زائد مرتبہ نصیب ہوئی۔ کئی سال سے یہ معمول قضا نہ ہوا کہ ہر دوسرے سال حج کا سفر فرماتے۔ زندگی کے آخری سال میں بھی حق تعالی نے یہ دولت نصیب فرمادی، اور اپنے در پر بلا کر تسکین عطا فرمائی، گویا حضرت کا یہ آخری سفر' سفر آخرت کا مقدمہ تھا۔

مرض و وفات

حضرت بیمار تو تھے ہی، ضعف و نقاہت بھی تھی، معذوروں کی کرسی (ویل چیر) پر اکثر سفر فرماتے، چلنا پھرنا دشوار تھا۔ آخری رات میں دل کا درد شروع ہوا اور چند گھنٹوں میں یہی درد مرض الموت ثابت ہوا۔ بالآخر نصف صدی سے زائد دین کی محنت کرنے والا آسمان علم وفضل اور افق رشد و ہدایت کا چمکتا دمکتا سورج اپنی زندگی کی ستّر منزلیں طے

کر کے دہلی نظام الدین میں غروب ہوگیا ''انا لله وانا اليه راجعون'' حق تعالیٰ شانہ آپ کو اپنی آغوش رحمت میں جگہ عطا فرمائیں، اور اپنے نیک اور مخلص بندوں کے ساتھ ان کو درجات عالیہ نصیب فرمائے۔

مقبرہ ہمایوں میں نماز جنازہ مولانا زبیر صاحب نے پڑھائی۔ لوگوں کا ہجوم بے انتہا تھا، سنا ہے ڈھائی لاکھ کے قریب مجمع تھا۔ نظام الدین میں تدفین کا فیصلہ ہوا۔

اللهمّ اغفره وارحمه ، وعافه واعف عنه ، واكرم نزله ، ووسّع مدخله ، وابدله داراً خيرا من داره ، واهلاً خيرا من اهله ، اللهمّ لا تحرمنا اجره ولا تفتنّا بعده۔

نوٹ:...... حضرت کے یہ حالات ماہنامہ ''بینات'' کراچی جمادی الاولی ۱۴۱۶ھ اکتوبر ۱۹۹۵ء۔ ماہنامہ ''الفرقان'' لکھنؤ ربیع الاول و ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ اگست و ستمبر ۱۹۹۵ء۔ ماہنامہ ''ریاض الجنۃ'' جونپور ربیع الاول ۱۴۱۶ھ اگست ۱۹۹۵ء۔ ماہنامہ ''یادگار شیخ'' سہارنپور ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ میں شائع ہوئے تھے۔

بعد میں حضرت مولانا محمد یوسف صاحب لدھیانوی کی ''شخصیات وتأثرات'' جلد دوم ص ۱۰۸ سے ص ۱۲۹) میں چھپے۔ مولانا عبدالرشید ارشد صاحب مدظلہ نے حضرت جی پر نکالے گئے اپنے ماہنامہ ''الرشید'' نمبر میں بھی اسے جگہ دی۔

حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانی رحمہ اللہ

ولادت:......۱۸؍شوال ۱۳۲۳ھ مطابق دسمبر ۱۹۰۵ء۔

وفات:......۲۷؍ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۴؍مئی ۱۹۹۷ء، پیر۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

۲۷/ذی الحجہ ۱۴۱۸ھ مطابق ۴/مئی ۱۹۹۷ء بروز دوشنبہ برصغیر کے مایۂ ناز عالم، مسلم مناظر، دردمند داعی ومبلغ، مشہور ومعروف مصنف، دین متین کے بے لوث خادم حضرت مولانا محمد منظور صاحب نعمانیؒ طویل علالت کے بعد اپنے مالک حقیقی سے جا ملے انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مولانا مرحوم کا حادثۂ وفات ایک عظیم حادثہ ہے۔ اس دور قحط الرجال میں آپ کی وفات سے وہ خلا پیدا ہوگیا جس کے پر ہونے کا امکان دور دور تک نظر نہیں آتا۔

اوصاف وکمالات

حضرت کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار اوصاف وکمالات سے نوازا تھا۔ آپ کا دینی درد، اصلاح امت کے خاطر قلبی اضطراب، تواضع وعبدیت، بے نفسی، اخلاص وللّٰہیت، آخرت میں جوابدہی پر ہر وقت نظر، اہل سنت والجماعت کے عقیدے کے خلاف کسی عقیدے کی نشر واشاعت پر آپ کی غیرت ایمانی اور اشاعت اسلام کے خاطر آپ کی انتھک محنت و مشقت یہ وہ اوصاف ہیں جن کے لئے آپ کی پوری زندگی وقف تھی۔

اصلاح امت کا فکر

حضرت کے قلب میں اصلاح امت کی بڑی فکر تھی، اسی فکر نے آپ کو جماعت اسلامی کے ساتھ منسلک کردیا۔ ۱۳۱۴ھ میں جماعت اسلامی کی تاسیس عمل میں آئی تو مولانا نہ صرف اس میں شریک بلکہ پیش پیش تھے اور جماعت اسلامی کی امارت کے لئے مولانا مودودی صاحب کا نام آپ ہی نے تجویز فرمایا تھا۔ آپ کو امت کی اصلاح کے سلسلہ میں مولانا مودودی اور جماعت اسلامی سے بڑی توقع تھی، اس لئے آپ نے ''الفرقان'' میں ''ایک دینی تحریک وتعارف'' کے زیر عنوان مضمون لکھا جس میں جماعت اسلامی کی تاسیس

وتشکیل کا تذکرہ کیا اوراس کے مقاصد وطریق کار کی وضاحت کی۔

ایک زمانہ بعد حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی تحریک دعوت وتبلیغ کی طرف متوجہ ہوئے اوراپنے علم و تجربہ، اخلاص وللّٰہیت اور وعظ وتقریر سے اس تحریک کوخوب تقویت پہنچائی۔ مرحوم ابتدا میں حضرت دہلوی سے زیادہ متأثر نہ تھے، مگر حضرت رائپوریؒ ثانی کی اس تاکید وہدایت سے کہ:

''حضرت دہلوی کے یہاں تم زیادہ جایا کرواوران سے ملتے رہا کرو۔اللہ کا خاص تعلق بیک وقت بہت سے بندوں سے بھی ہوتا ہے، لیکن خاص الخاص تعلق کسی کسی کے ساتھ ہی ہوتا ہے اور میرے خیال میں اس وقت حضرت دہلوی کے ساتھ اللہ کا تعلق خاص الخاص قسم کا ہے۔ مولوی صاحب !اور کام تو تم عمر بھر کرو گے اس وقت جتنا ہو سکے ان کے پاس پڑے رہو، آج کل یہ بڑے میاں ہزاروں میل کی رفتار سے جارہے ہیں''۔

اور حضرت کی خدمت میں بار بار حاضری سے حضرت کی قدر ومنزلت مولانا مرحوم کے دل میں بہت زیادہ بڑھ گئی۔

دعوت وتبلیغ کے کارکنوں پر خصوصا اور برصغیر کے مسلمانوں پر عموما مولانا مرحوم اور مفکر اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی دامت برکاتہم کا یہ عظیم احسان ہے کہ مولانا محمد الیاس صاحب کی شخصیت کا تعارف ،مولانا کے عزائم و مقاصد ،آپ کے ملفوظات و مکاتب انہیں دوحضرات رفیقین کے ذریعہ امت تک پہنچے، جزاھم اللہ عنا احسن الجزاء۔

تواضع وعبدیت

وصف تواضع وعبدیت میں مولانا اپنے اسلاف کے قدم بقدم تھے، کبر ونخوت اور بڑا بننے سے آپ کو نفرت تھی ،یہی وجہ ہے کہ چھوٹے چھوٹے کام اپنے ہاتھ سے کر لینے میں

عار محسوس نہ فرماتے۔

مولانا عتیق الرحمٰن صاحب سنبھلی مدظلہ (جو مرحوم کے فرزندار جمند اوران کے حقیقی علمی وارث ہیں) نے اپنی ایک کتاب کا انتساب مولانا مرحوم کے نام فرما کر یہ لکھ دیا مولانا محمد منظور نعمانی دامت برکاتہم۔ جب آپ نے دامت برکاتہم کا لفظ سنا تو فرمایا: بھئی! یہ تو بہت زیادتی ہے اگر کچھ لکھنا ہی ہو تو مدظلہ پر اکتفا کرو۔ اللھم ارزقنا اتباعہ۔

پٹھان کوٹ کے قریب ''دارالسلام'' نامی بستی میں قیام کے دوران مولانا جب وعظ و تقریر کے لئے تشریف لے جاتے تو کسی صاحب کے ساتھ سائیکل کے پیچھے بیٹھ جاتے اور اس میں ذرا بھی نہ شرماتے، حالانکہ اس وقت آپ جماعت اسلامی کے نائب امیر کے عہدہ پر تھے۔ گھر کے چھوٹے بڑے کام' دکان سے سودا خریدنا وغیرہ خود اپنے ہاتھ سے کرتے۔

مرحوم کی یہ عادت شریفہ تو واقفین میں معروف تھی کہ احباب و متعلقین میں کسی کی وفات پر نعش کو غسل دینے میں سبقت فرماتے اور نماز جنازہ پڑھانے کی باری آتی تو پیچھے رہتے، اگر نماز جنازہ کے وقت کسی عالم کو موجود پاتے تو سرنگوں کر کے اپنے کو چھپا لیتے۔

ہر وقت آخرت کا استحضار

ہر وقت اور ہر کام میں آخرت پر نظر رہتی۔ حق بات کہنے میں کسی کی ملامت کی پرواہ نہ کرتے۔ اختلاف دارالعلوم دیوبند کے موقع پر مولانا اپنے نظریہ پر مضبوطی سے قائم رہے، مجلس شوری کے ایک اہم رکن مولانا...... صاحب بھی آپ کے ہمنوا تھے، حضرت سے ایک عزیز نے کہا یہ فلاں صاحب کچھ زیادہ وقت اس مسئلہ میں آپ کا ساتھ نہیں دیں گے، حضرت نے فرمایا: بھئی! میں نے جو موقف اختیار کیا ہے' آخرت کو سامنے رکھ کر کیا ہے' چاہے کوئی ساتھ دے' چاہے نہ دے۔

مولانا ایک کامیاب مناظر

مرحوم کو فن مناظرہ میں ید طولی حاصل تھا۔ایک زمانہ میں مسلک اہل سنت کے وکیل بھی رہ چکے ہیں۔یہ حضرت کی غیرت ایمانی تھی کہ اہل سنت والجماعت کے مسلک کے خلاف جو بھی تحریکیں اٹھیں آپ نے اس کا پرزور مقابلہ کیا،مضامین لکھے،مناظرے کے، متعدد تصنیفات حضرت کی اس موضوع پر وجود میں آئیں۔

حضرت کی زندگی کا طویل زمانہ باطل فتنوں کے خلاف حق کا دفاع کرنے میں گذرا اورتمام باطل نظریات کے خلاف سینہ سپر رہے۔ایک عرصہ سے آپ نے مناظرہ، تنقید ومباحث سے کنارہ کشی اختیار فرمالی تھی اور مثبت پہلو پر دعوت واصلاح کے طرف اپنی توجہ مرکوز کردی تھی،مگر ایرانی انقلاب جسے عوام تو عوام خواص تک ''اسلامی انقلاب'' اوراس کے قائد کو ''امام المسلمین'' اور ''امت مسلمہ کا نجات دہندہ'' سمجھ رہے تھے،مولانا مرحوم نے امت کو اس دھوکے سے نکالنے کے لئے شیعیت کی تاریخ کا مطالعہ کیا اور ہزار ہا صفحات کی ورق گردانی کے بعد ''ایرانی انقلاب'' کے نام سے ایک جامع کتاب تصنیف فرمائی،جس سے مذہب شیعہ کی ایک مستند تاریخ امت کے سامنے آ گئی۔

مناظرہ کا ایک لطیفہ

احمد آباد میں ایک مرتبہ مناظرہ ہوا،فریق مخالف کے ایک صاحب سردار احمد نے مولانا سے کہا ''مرگیا مردود نہ فاتحہ نہ درود'' مولانا نے برجستہ جواب دیا ''مرگیا مردود بعد ازاں از فاتحہ چہ شود'' پھر فرمایا: ختم نبوت کا منکر تو اپنے کو غلام احمد کہے اور محبّ رسول سردار احمد بنا بیٹھا ہے،اس پر مخالف مناظر پر سکتہ طاری ہوگیا اور مجمع نے جو گت بنائی وہ مزید براں۔

غلطی سے رجوع

خطا اور غلطی سے سوائے انبیاء علیہم السلام کے کوئی پاک نہیں۔ ہر انسان سے غلطی ہوسکتی ہے، مگر اپنی غلطی پر اڑا رہنا مذموم و قبیح حرکت ہے اور غلطی سے رجوع کر لینا اہل حق کا شیوہ رہا ہے۔ حکیم الامت حضرت تھانوی کا تو معمول تھا کہ حضرت کی کسی تحریر پر کوئی صاحب اعتراض کرتے تو اس طرح سنتے جیسے پیاسے کو پانی مل جائے، پھر غور و تحقیق کے بعد رائے بدلتی تو ماہنامہ ''النور'' میں اس کا اعلان کر دیا جاتا، پھر یہ سلسلہ مستقل ''ترجیح الراجح'' کے نام سے ''امداد الفتاوی'' کی ہر جلد میں شائع کیا گیا۔

حضرت بھی جماعت اہل حق کے ایک فرد تھے۔ آپ میں بھی یہ صفت بدرجۂ اتم موجود تھی، جہاں آپ سے کوئی تسامح ہوا اس پر رجوع کر لیا۔

حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری دامت برکاتہم نے ''فتاوی رحیمیہ'' میں ''ابوداؤد شریف'' کی ایک حدیث میں ''علی حرف'' کا ترجمہ چت لیٹنے سے کیا۔ مرحوم نے ''الفرقان'' ذی الحجہ ۱۳۸۹ھ میں اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے لکھا کہ ''ابوداؤد'' کی ایک حدیث میں دو جگہ لفظ ''علی حرف'' کا ترجمہ چت لیٹنا کیا ہے، یہ صحیح نہیں، بلکہ کروٹ پر لیٹنا یہ ترجمہ صحیح ہے''۔

مرحوم کے اس تبصرہ پر حضرت مفتی صاحب مدظلہ نے مولانا کو تحریر فرمایا کہ ''مذکورہ حدیث میں ''علی حرف'' کا ترجمہ اور مفہوم چت لیٹنے کا صحیح ہے، کروٹ پر لیٹنے کا ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ ابوداؤد میں دونوں جگہ بین السطور چت لیٹنے کی تفصیل ہے '' ای طرف یعنی یجامعون علی طرف واحد ھی حالة الاستلقاء ''(چت لیٹنا)۔

ابوداؤد کی مشہور اور مستند شرح ''بذل المجہود'' میں بھی چت لیٹنے کی تشریح ہے ''ای علی

هيئة واحدة وهي الاستلقاء ''(چت لیٹنے کی حالت)۔

جب حضرت کے پاس مفتی صاحب مدظلہ کی تحریر پہنچی تو آپ نے فورا رجوع کرلیا اور ''الفرقان'' میں اس کا اعلان کیا اور ساتھ ہی ان الفاظ میں شکریہ ادا کیا ''تبصرہ نگار حضرت مولانا (مفتی صاحب) کا مشکور ہے کہ زمانہ طالب علمی سے ذہن میں پڑی ہوئی ایک غلطی ان کی بدولت دور ہوگئی، فجزاهم الله خيرا الجزاء۔

یہ تو ایک مثال تھی تحریری تسامح کی، اس سے بڑھ کر حضرت کی یہ صفت جماعت اسلامی سے علیحدگی سے ظاہر ہے، جس جماعت کے آپ نائب صدر رہے، ماہنامہ ''الفرقان'' میں اس جماعت کی تائید پر بہت کچھ لکھا۔ مولانا مودودی صاحب پر جو اعتراضات کئے گئے ان کے اپنے مناظرانہ انداز میں کھل کر جوابات دیئے، مگر جب آپ کی رائے بدلی اور حق واضح ہوگیا اور آپ نے اس جماعت سے تعلق کو اپنے لئے مضر سمجھا تو اس سے علیحدگی اختیار فرمالی اور اس کا اعلان کردیا، بلکہ اس موضوع پر مستقل کتاب ''مولانا مودودی کے ساتھ میری رفاقت کی سرگذشت اور اب میرا موقف'' کے نام سے شائع کی۔

تصنیف وتالیف

تصنیف وتالیف کا کام یکسوئی چاہتا ہے، مگر مرحوم کے ساتھ اللہ تعالی کا یہ بھی ایک خصوصی فضل رہا کہ دعوت وتبلیغ، وعظ وتقریر، ردو تنقیح اور ملی مشغولیت کے ساتھ آپ کے قلم سے مفید سے مفید تر کتابیں وجود میں آئیں، جن میں: ''اسلام کیا ہے، دین وشریعت، قرآن آپ سے کیا کہتا ہے، ایرانی انقلاب، آپ حج کیسے کریں؟، تذکرہ مجدد الف ثانی'' وغیرہ مشہور ومعروف ہیں۔ فن حدیث میں ''معارف الحدیث'' کی سات جلدیں آپ کی شہرۂ آفاق تصنیف ہے، اس مقبول عام کتاب نے برصغیر میں اور ان کے انگریزی ترجمہ

نے امریکہ، یورپ اور افریقہ میں لاکھوں انسانوں کو خدا اور رسول ﷺ کی معرفت اور دین مبین کے تقاضوں پر عمل کی توفیق بخشی۔

خدمت حدیث میں اردو داں طبقہ کے لئے ''ترجمان السنۃ'' کے بعد ''معارف الحدیث'' کے مثل کوئی ایسی جامع اور عمدہ کتاب وجود میں نہیں آئی، پھر معارف الحدیث کی یہ خصوصیت مزید براں کہ اس سے اہل علم وعوام دونوں ہی فائدہ اٹھا سکتے ہیں، **جزاھم اللہ تعالی احسن الجزاء عنا و عن جمیع الامۃ۔**

تدریسی خدمات

حضرت نے فراغت کے بعد تدریسی خدمت بھی انجام دی۔ ندوۃ العلماء میں منتظمین کے اصرار پر حدیث کی تدریس کی ذمہ داری بھی قبول فرمائی اور چار سال تک بحیثیت شیخ الحدیث درس دیا۔ تین سال امروہہ میں پڑھایا۔

ملی خدمات

اللہ تعالی نے مباحثہ ومناظرہ، تدریس وتصنیف کے ساتھ ملت کے اجتماعی مسائل کا درد اور ان کے ساتھ خاص شغف بھی عطا فرمایا تھا، چنانچہ اس سلسلہ میں قابل قدر خدمات انجام دیں۔ فرقہ وارانہ فسادات کے وقت مسلمانوں کی مظلومیت کو برداشت نہیں کر سکتے، فسادات کے مقامات پر تشریف لے جاتے، اس کے خلاف صدائے حق بلند فرماتے، قائدین سے ملتے، اسی مقصد کے لئے ''مسلم مجلس مشاورت'' کی تجویز ہوئی، مولانا اس میں برابر شریک رہے۔ دار العلوم دیوبند کی مجلس شوری کے اہم ممبر اور رابطہ عالم اسلامی مکۃ المکرّمہ کے رکن بھی تھے۔

اصلاحی تعلق

علوم ظاہری کے ساتھ علوم باطنی اور تزکیہ نفس کی بھی فکر فرمائی، گرچہ شروع میں آپ کو تصوف سے دل چسپی نہیں تھی، بلکہ خود ان کے الفاظ میں:

''نفس تصوف کی طرف سے مجھے اطمینان نہ تھا، بلکہ طبیعت کو اس سے ایک درجہ کا توحش تھا اور ذہن میں اس پر کچھ علمی اشکالات بھی تھے''

مگر حق تعالی کی توفیق سے حضرت مولانا عبد القادر صاحب رائے پوری کی خدمت میں حاضری کا موقع مل گیا اور ایک ہفتہ قیام رہا، مرحوم نے ان کی خدمت میں اپنے اشکالات پیش کئے، حضرت نے اس کا تو کوئی جواب نہ دیا دوسری باتوں میں لگا دیا، اللہ تعالی کی شان دو تین دن قیام میں وہ سب اشکالات ختم ہو گئے۔ عارف رومی نے صحیح کہا ہے ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل وقال

بالآخر حضرت سے بیعت ہوئے اور حضرت نے خلافت واجازت مرحمت فرمائی۔ حضرت کے آپ معتمد خاص تھے، آپ کے متعلق یہاں تک فرمایا:

''قیامت میں حق تعالی سوال کریں گے کہ: عبد القادر! کیا لائے ہو؟ تو دو آدمیوں کا نام لوں گا: ایک آپ کا اور دوسرے مولانا سید ابوالحسن علی میاں دامت برکاتہم کا''۔

حضرت رائے پوری کی صحبت کی برکت تھی کہ ہر وقت فکر آخرت دامنگیر تھا۔ بہت زیادہ رقیق القلب تھے، اکثر مجلس میں آبدیدہ ہو جاتے۔

نماز کا اہتمام

نماز با جماعت کے سختی سے پابند تھے، علالت کے طویل عرصہ میں بھی تنہا نماز پڑھنا انہیں گوارا نہ تھا، کبھی ایسا بھی ہوتا کہ نماز کا وقت آ گیا اور امام کے انتظار میں بیٹھے رہے مگر

جماعت کی پابندی ضرور فرمائی۔کبھی کبھار امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق اقتداء المفترض خلف المتنفل پر بھی عمل فرما لیتے۔

یہاں یہ بات بھی ذکر کرتا چلوں کہ حضرت باوجود حنفی المسلک ہونے کے ذہن میں وسعت رکھتے تھے۔ضرورت پر ائمۂ اربعہ میں سے کسی کے مسلک کو اختیار فرماتے۔اخیری عمر میں جب ضعف و نقاہت اپنی انتہاء کو پہونچ چکی تھی اور زیادہ رکعتیں پڑھنی مشکل تھیں وتر میں کبھی ایک رکعت پر بھی اکتفا فرماتے۔

دعا کے ساتھ عجیب شغف تھا، دل کی گہرائی، کامل اعتماد اور انتہائی تضرع و توجہ سے اللہ کے سامنے دست سوال دراز فرماتے۔

حضرت کا ایک تعزیت نامہ

راقم الحروف کے جدامجد حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری کے ساتھ حضرت کے اچھے تعلقات تھے، دادا جان جب فالج کے مرض میں مبتلا ہوئے تو حضرت مولانا علی میاں صاحب دامت برکاتہم کی معیت میں لاجپور عیادت کے لئے تشریف لائے۔دادا کی وفات پر درج ذیل تعزیت نامہ ارسال فرمایا:

برادر مکرم و محترم جناب مولوی اسماعیل صاحب

وفقنا الله وایاکم لما یحب و یرضی

سلام مسنون، گرامی نامہ سے جناب کے والد ماجد اور اس عاجز کے عنایت فرما حضرت مولانا مرغوب احمد صاحب کے حادثۂ وفات کی اطلاع پا کر رنج و صدمہ ہوا، **انا لله وانا اليه راجعون ، اللهم اغفره وارحمه واعف عنه واكرم نزله ووسع مدخله۔**

دنیا اللہ تعالیٰ کے اچھے بندوں سے خالی ہوتی جا رہی ہے۔جس حد تک اپنا بشری علم ہے

امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کے ساتھ خاص رحم وکرم کا معاملہ فرمائیں گے۔آپ کے لئے آپ کی والدہ ماجدہ اور بہنوں کے لئے اللہ تعالیٰ سے صبر واجر کی دعا کرتا ہوں اور خود آپ کی دعاؤں کامحتاج ہوں۔ والسلام علیکم و رحمۃ اللہ ،

محمد منظور نعمانی

(یہ خط جواب طلب نہیں ہے)

راقم کے نام حضرت کا ایک مکتوب گرامی

راقم الحروف ایک مدت سے کوشش میں تھا کہ جد محترم حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کی سوانح حیات مرتب کروں،اس کام کے لئے معلومات فراہم کرتا رہا اور عمر رسیدہ اشخاص واکابر کی خدمت میں ایک عریضہ چند سوالات پر مشتمل ارسال کیا کہ آپ حضرات کو مفتی صاحب کے حالات کے متعلق کچھ معلومات ہوں یا آپ کے پاس کوئی مکتوب ہوتو ارسال فرمائیں۔افسوس کہ ایک بڑی جماعت نے اس عریضہ کو قابل جواب ہی نہ سمجھا۔ میں نے اس تعزیتی مکتوب کو پڑھ کر حضرت کی خدمت میں بھی عریضہ لکھا تو حضرت نے اس کا جواب عنایت فرمایا اور دعاؤں سے مدد فرمائی۔حضرت کے اس مختصر حالات کے ساتھ وہ گرامی نامہ بھی حوالۂ قرطاس کرتا ہوں۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محمد منظور نعمانی

برادر عزیز ومکرم مولوی مرغوب احمد صاحب، احسن اللہ تعالیٰ الیکم و الینا

سلام مسنون۔آپ کا اخلاص نامہ مؤرخہ ۱۴/جون موصول ہوا۔

میرے عزیز بھائی میری عمر کا ستاسیواں سال ہے۔کبرسنی کے علاوہ مختلف امراض و

عوارض میں مبتلا ہوں، سماعت و بصارت اور خاص طور سے حافظہ بہت متأثر ہے، بہت کچھ بھول چکا ہوں۔ مولانا مرغوب احمد صاحب کا اسم گرامی اور ان کی وجیہ شکل وصورت تو یاد ہے اس کے سوا کچھ یاد نہیں۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالی مولانا مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور آپ کے کام میں آپ کی پوری مدد فرمائے۔

خود دعاؤں کا سخت محتاج ہوں، اب سب سے بڑی حاجت بس یہ ہے کہ زندگی کے جو دن باقی ہیں ایمان و اعمال مرضیہ کی توفیق و معاصی سے حفاظت، نعمتوں پر شکر، گناہوں سے استغفار کے اہتمام اور عافیت کے ساتھ پورے ہوں۔ مقرر وقت آنے پر ایمان کے ساتھ اٹھالیا جائے، اور ارحم الراحمین محض اپنے رحم و کرم سے مغفرت فرمادیں۔ آپ سے اس دعا کا طالب ہوں۔ آپ کے لئے فلاح دارین کی دعا کرتا ہوں۔ والسلام

بقلم محمد ضیاء الرحمٰن محمود القاسمی غفرلہ

چھوٹوں کے خط پر توجہ اور حوصلہ افزائی یہ اوصاف اب عنقاء ہوتے جارہے ہیں، مگر حضرت نے باوجود ضعف و پیرانہ سالی کے بہت اہتمام سے عریضہ کا جواب دیا اور حوصلہ افزائی فرمائی۔

حق تعالی مرحوم کے درجات بلند فرمائے، آپ کی جملہ دینی خدمات کو شرف قبولیت سے نوازے اور پوری امت کی طرف سے آپ کو بہتر بدلہ عطا فرمائے، آمین۔

آخر میں استاذ محترم حضرت مولانا مفتی ولی حسن صاحب ٹونکی مفتیٔ اعظم پاکستان کا ایک ملفوظ جو راقم نے براہ راست حضرت سے سنا وہ ناظرین کی خدمت میں پیش کردوں‘ حضرت نے فرمایا:

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی نسبت بڑے آب و تاب کے ساتھ مولانا محمد

یوسف صاحب کی طرف منتقل ہوئی ،اسی طرح مولانا عبدالشکور صاحب لکھنوی کی نسبت منتقل ہوئی مولانا محمد منظور نعمانی صاحب کی طرف ،اسی لئے مولانا نے ردشیعیت پر بڑا کام کیا۔(ماہنامہ دارالعلوم دیوبند ماہ ستمبر ۱۹۹۵ء)

ولادت......تعلیم......اساتذہ

حضرت کی ولادت ۱۸/شوال ۱۳۲۳ھ مطابق دسمبر ۱۹۰۵ء سنبھل میں ہوئی۔والد ماجد کا نام صوفی احمد حسین تھا،صوفی جی سے مشہور تھے۔صالح اور ذی وجاہت تھے۔رہن سہن سادہ' درویشانہ وصوفیانہ تھا۔

مفتی محمد نعیم صاحب لدھیانوی سے کم وقت میں صرف میں فصول اکبری تک اور نحو میں کافیہ اور منطق میں مرقات تک کی کتابیں پڑھ لیں۔مئو میں تین سال رہ کر بقیہ متوسطات کی کتابیں حضرت مولانا کریم بخش صاحب سنبھلی کی زیر نگرانی مکمل کیں،پھر دارالعلوم دیوبند میں دوسال رہ کر''مشکوۃ''اور دورۂ حدیث پڑھا۔

اساتذہ میں حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کے علاوہ حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن صاحب عثمانی،حضرت مولانا سید اصغر حسین صاحب دیوبندی،حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی،حضرت مولانا رسول خان صاحب،حضرت مولانا اعزاز علی صاحب امروہی،حضرت مولانا ابراہیم صاحب بلیاوی کے اسماء قابل ذکر ہیں۔

نوٹ:......مولانا کے یہ حالات پر مشتمل مضمون ماہنامہ''البلاغ'' کراچی ذیقعدہ ۱۴۱۸ھ مطابق مارچ ۱۹۹۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔بانیٔ الفرقان کے یہ حالات راقم نے ماہنامہ ''الفرقان'' پر ارسال کئے تھے،مگر''الفرقان'' جیسے مؤقر رسالہ میں راقم کے اس بے وقعت مضمون کے لئے چند صفحات کی گنجائش نہ نکل سکی۔

حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری رحمہ اللہ

ولادت:......۱۱ر ربیع الاول ۱۳۴۸ھ، ۱۵ر ستمبر ۱۹۲۹ء۔

وفات:......۱۳ر محرم ۱۴۱۸ھ۔ ۲۱ر مئی ۱۹۹۷، بروز چہار شنبہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمہ اللہ کی عالمگیر دینی تحریک کے سب سے بڑے ترجمان، مبلغ و داعئ کبیر حضرت مولانا محمد عمر صاحب عالمی شہرت یافتہ اور عصر حاضر کے صف اول کے خطباء میں سے تھے۔

برصغیر ہی نہیں ممالک عرب میں بھی دعوت وتبلیغ کے تعارف میں مولانا کا بڑا حصہ ہے۔ زندگی بھر دعوت کی اس عظیم محنت کو لے کر اعلاء کلمۃ اللہ کے خاطر ملک ملک، شہر شہر، در بدر اسفار کر کے اپنے قول وعمل سے سنت نبوی اور حق تعالی کے احکامات کی اشاعت وترویج میں محنت ومجاہدہ کرتے رہے۔

مولانا مرحوم ہندوسان کے مشہور ومعروف شہر بمبئی میں پیدا ہوئے، اور وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ذہانت وفطانت بچپن ہی سے نمایاں تھی، یہی وجہ ہے کہ اول سے آخر تک دینی و دنیوی دونوں تعلیم میں ہمیشہ امتحان میں اول نمبر پر کامیابی حاصل فرماتے رہے۔ پانچویں کلاس کے امتحان میں نمبر اول کی کامیابی پر اسکول کی طرف سے: ۱۶/روپیہ چاندی کے سکے انعام میں ملے، جو اس زمانہ میں ایک معتد بہ رقم تھی۔

مولانا کی والدہ کی تمنا

اس ذہانت کی وجہ سے اہل خاندان کی یہ تمنا تھی کہ آپ دنیوی تعلیم حاصل کریں، اور انگریزی اسکول میں داخلہ لیں، مگر مولانا کی والدہ مرحومہ کی چاہت یہ تھی کہ میرا بچہ دینی علوم حاصل کرے۔

مولانا کی والدہ بہت نیک خاتون تھیں

آپ کی والدہ بہت نیک اور دیندار خاتون تھیں۔ صوم وصلوۃ کی پابندی کے ساتھ دعاؤں کا عجیب اہتمام تھا، مولانا مرحوم نے ایک مرتبہ مستورات کے بیان میں والدہ کے

حالات تفصیل سے سنائے، مولانا نے فرمایا کہ:

میں نے نماز والدہ سے سیکھی۔ اہتمام سے نماز کی رکعتیں، ترکیب وغیرہ سکھاتیں۔ ایک مرتبہ میں نے سوال کیا کہ ظہر کی چار رکعت سنت اور فرض دونوں برابر سرابر، پڑھنے کا طریقہ ایک، پھر فرق کیا کہ یہ سنت ہے یہ فرض؟ تو فرمایا نیت سے فرق ہوجاتا ہے، سنت کی نیت سے سنت اور فرض کی نیت سے فرض ہوجائے گی۔

بہت اچھی تربیت کرتی تھیں۔ بالکل کم عمری میں جب کہ میں والدہ کے ساتھ لیٹتا تھا اصحاب کہف کا قصہ اور سورۂ بروج کی تفسیر ذہن میں ڈالدی تھی۔

میں نے ہمیشہ ان کو نماز کا اہتمام کرتے اور دعاؤں میں کثرت سے روتے دیکھا۔ تب ہی سے ذہن میں یہ بات آگئی تھی کہ دعا مانگنا اور رونا بھی کوئی چیز ہے۔

والد صاحب تو بہت پہلے انتقال فرماگئے تھے۔ بڑے مجاہدوں سے ہماری پرورش اور تربیت فرمائی، اور خصوصی دعائیں میرے لئے کرتی تھیں۔

اسکول کی پانچویں کلاس سے جب میں فارغ ہوا تو مجھے پالنپور لائیں اور مدرسہ کی تعلیم میں مشغول کردیا۔ دینی تعلیم کے حصول اور اس کے فوائد پر میرا خوب ذہن بنایا۔ اور میرے استاذ صاحب کے پاس بھی پیغام بھیجا کہ اس کا دینی ذہن بنائیں۔ چنانچہ میرے استاذ صاحب نے میرا ذہن بنانا شروع کیا، گھر میں والدہ کی محنت۔ میرا ذہن بنا اور دینی تعلیم کا سلسلہ شروع ہوا۔ میرے خاندان کے ایک بڑے معزز اور صاحب وقار آدمی بمبئی میں تھے ان کی طرف سے تار اور خطوط آنے شروع ہوئے کہ اس بچہ کو بمبئی بھیج دو تاکہ اس کی انگریزی تعلیم کا آغاز ہوسکے۔ میری والدہ نے لکھ دیا کہ میں تو اپنے بچے کو دین کی تعلیم دوں گی۔ والدہ کے اس جواب پر وہ صاحب بمبئی سے پالنپور سفر کرکے آئے، اور میری والدہ کو

سمجھانا شروع کیا کہ اس کے والد صاحب تو پہلے سے مرحوم ہو چکے ہیں، کمانے والا ایک بھائی ہے، یہ انگریزی پڑھ لے گا تو کچھ کمانے کے لائق ہوگا، تم ضعیف عورت ہو، تمہیں دنیا کی اتنی سمجھ نہیں، تم میری بات مان لو۔ میری والدہ نے کہا: اگر اس نے دین حاصل کرلیا تو دنیا اس کے سامنے ٹھوکر کھائے گی۔ میں ایک طرف کونے میں کھڑا یہ باتیں سنتا تھا، میری سمجھ میں نہ آیا کہ دنیا کیسے ٹھوکر کھائے گی؟ الغرض میری والدہ کی اس بات سے وہ صاحب ناراض ہوکر چلے گئے۔

اب میری تعلیم چل رہی تھی، چھ گھنٹہ روزانہ تعلیم کا وقت تھا۔ والدہ کو فکر تھا کہ فارغ وقت میں یہ باہر کے ماحول سے متأثر ہوکر غفلت کی زندگی پر نہ پڑ جائے، تو مجھ پر پابندی لگادی کہ فارغ وقت میں گھر میں بیٹھ کر مجھے کتابیں سنائے، اب میں کبھی بہانہ بنا کر کھیلنے کیلئے نکل جاؤں تو مجھے بلا کر کبھی شفقت سے کبھی زدوکوب سے تنبیہ کرکے تربیت کرتیں، میں والدہ کو کتاب پڑھ کر سناتا، صحابہ کے واقعات، انبیاء علیہم السلام کے قصص وحالات، اس سے مجھے بھی فائدہ ہوتا۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے ایک مرتبہ میری والدہ نے فرمایا کہ:

والدہ کی پیشین گوئی کہ تیری بات سننے والے لاکھوں ہوں گے

بیٹا! آج تیری بات سننے والی اس گھر میں ایک عورت ہے، ایک وقت آئے گا کہ تیری باتوں کو سننے والے لاکھوں ہوں گے۔ (یہ بات مولانا نے عجیب کیفیت اور اشکبار آنکھوں سے فرمائی)

ایک سال میں پچاس کتابیں پڑھنا

میری تعلیم کے کچھ مہینے گذرے کہ میرے استاذ محترم کسی وجہ سے مستعفی ہوگئے۔ ان کی جگہ دوسرے ایک استاذ تشریف لائے۔ ان کے پاس بھی والدہ نے پیغام بھیجا کہ میری

نیت اس بچے کو دینی تعلیم دینے کی ہے آپ بھی اس کا ذہن دینی بناتے رہیں۔ چنانچہ مولانا صاحب نے بھی میری دینی تربیت فرمائی، اور عجیب محنت سے پڑھایا، چھ گھنٹے تعلیم کے علاوہ عصر بعد مغرب بعد اسباق کا اہتمام کیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک سال میں مجھے چھوٹی بڑی پچاس کتابیں پڑھائیں۔

حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری کا امتحان لینا

سالانہ امتحان پالنپور کے ایک مرد کامل عارف باللہ، مجاہد کبیر، حضرت مولانا نذیر احمد صاحب پالنپوری [۱] نے لیا۔ اول نمبر پر کامیابی حاصل کی۔ مولانا مرحوم نے میرے استاذ سے پوچھا یہ کس کا بچہ ہے؟ بتلایا گیا حاجی نصیر الدین صاحب کا پوتا ہے۔ میرے دادا حاجی نصیر الدین صاحب نیک طبیعت انسان تھے، حضرت مولانا نذیر احمد صاحب کے بڑے معاون رہے۔ یہ سنکر مولانا مرحوم رو پڑے کہ دادا کی نیکی کام آگئی، بچہ میں علم کے آثار نمایاں ہیں۔

اس طرح والدہ کی توجہ اور استاذ کی محنت سے میری تعلیم کا سلسلہ برابر چلتا رہا، درمیان میں کچھ امراض سے یہ سلسلہ منقطع ہوگیا۔ پھر شادی بھی ہوگئی۔

بالآخر درجۂ علیا کی تعلیم کے لئے دارالعلوم دیوبند میں داخلہ لینا طے ہوا۔ وہ وقت انتہائی غربت کا تھا، والدہ نے پچاس روپیہ قرض لے کر دیوبند روانہ کیا۔ درمیان سال اطلاع ملی کہ والدہ کا انتقال ہوگیا، خوب رویا، خوب دعائیں کیں۔ لمبا سفر جنازہ میں حاضری کا کوئی سوال نہیں۔ سال کے اختتام پر گھر گیا تو بہنوں سے وفات کی کیفیت پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ:

---

[۱] ......موصوف کے حالات کے لئے دیکھئے! ذکر صالحین ص ۳۹۸ ج ۲۔

وفات سے قبل والدہ کا فرشتوں کو دیکھنا

وفات سے دو دن قبل ہم نے والدہ کو غسل کروایا تو اوپر دیکھا اور زور سے ہنسیں اور ''السلام علیکم و رحمة الله '' کہا۔ہم نے ہنسنے اور سلام کی وجہ پوچھی تو فرمانے لگیں کہ: میں نے دو فرشتوں کو دیکھا کہ درمیان میں محمد عمر ہے، محمد عمر کو دیکھ کر تو میں ہنسی اور فرشتوں کو سلام کیا۔

اللہ سے عرض کروں گی ایک بیٹا تیرے راستہ میں چھوڑ کر آئی ہوں

وفات سے قبل بیوی اور بہنوں نے والدہ سے پوچھا کہ عمر کو بلالیں؟ تو فرمایا سب کو بلاؤ مگر محمد عمر کو رہنے دو، وہ اللہ کے راستے میں ہے، میں تو خالی ہاتھ جارہی ہوں، مجھ سے خداتعالی نے سوال کیا کہ کیا لائی ؟ تو میں عرض کروں گی کہ میں تو خالی ہاتھ آئی ہوں، مگر ایک بیٹا تیرے راستے میں چھوڑ کر آئی ہوں، تو شاید میری نجات ہو جائے۔

آخری وقت میں چاروں طرف سے خوشبو کا سونگھنا

آخری وقت میں بستر پر لٹایا تو فرمایا کہ مجھے چاروں طرف سے خوشبو آرہی ہے۔ حالانکہ میری والدہ کی قوت شامہ مرض کی وجہ سے ختم ہوگئی تھی۔

مولانا کا والدہ کو خواب میں دیکھنا

میں نے ایک مرتبہ خواب میں والدہ کو دیکھا، سفید کپڑے میں،۔میں نے پوچھا تمہارا کیا حال ہے؟ تو فرمانے لگیں'' انا فی الجنة'' کہ میں جنت میں ہوں ۔(انتہی خلاصۂ بیان)

فراغت کے بعد مشغلہ

فراغت کے بعد مولانا کا قیام زیادہ بمبئی میں رہا، تجارت کا مشغلہ بھی تھا، حضرت مولانا

محمد الیاس صاحبؒ کی تحریک دعوت وتبلیغ سے منسلک ہوئے، اور اسی کے ہوکر رہ گئے۔ حتی کہ اکابرین کے مشورہ سے نظام الدین دہلی منتقل ہوگئے، اور پوری زندگی اس عالی محنت کے لئے وقف فرمادی۔

مولانا مرحوم تبلیغ کی زبان تھے

حضرت مولانا تبلیغ کی زبان تھے۔ نظام الدین میں تقریباً تیس سال تک فجر کے بعد دو تین گھنٹہ بیان کرنا آپ کا معمول رہا۔ حضرت مولانا محمد یوسف صاحب کی وفات کے بعد سے یہ ذمہ داری مولانا کے کاندھے پر تھی۔ راقم نے جون ۱۹۹۴ء مطابق محرم ۱۴۱۵ھ ڈیوزبری کے عالمی اجتماع کی ایک رپورٹ میں حضرت مولانا کے متعلق لکھا تھا:

''عجیب بات ہے کہ اس کائنات میں بعض علوم ومعارف دین ودانش کے لئے کچھ خاص زبانیں اختیار کی جاتی ہیں۔ شمس تبریز کی عرفانی حقیقتوں کے لئے ترجمان کی حیثیت سے مولائے روم کا وجود ضروری ہوا۔ حافظ ابن تیمیہ کے معارف ابن قیم کے بغیر کائنات عالم میں اشاعت پذیر نہ ہوسکے۔ ابن ہمام کا تفقہ اور ان کی فقہی بصیرت ان کے نامور شاگرد قاسم ابن قطلو بغا[1] سے زیادہ بڑے پیمانے پر روشناس ہوئی۔ حافظ ابن حجر عسقلانی کی دیدہ وری اور حدیثی مہارت حافظ سخاوی کے وجود سے مستند ہے۔ حضرت حاجی امداداللہ صاحبؒ کو ایک ایسی زبان کی ضرورت پیش آئی جوان کے سینہ میں مستور گنجینۂ علم ومعرفت کو عالم آشکارا کرے تو قدرت نے حضرت مولانا قاسم نانوتوی اور حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کی زبان کو ان کا پیغامبر بنادیا'' (نقش دوام، از: مولانا انظر شاہ صاحب

[1]...... ولادت: ۸۰۲ھ، وفات ۸۷۹ھ، نویں صدی کے مشہور حنفی فقیہ اور بڑے محدث ہیں، ولادت و وفات قاہرہ میں ہوئی، علامہ ابن ہمام کے خاص تلمیذ ہیں، اور کثیر التصانیف ہیں۔

کشمیری مدظلہ) علامہ کشمیری کے علوم و معارف کو علامہ بنوری مولانا بدر عالم اور مولانا بجنوری نے اجاگر کیا۔اسی طرح دینی تحریکات میں بہت زیادہ وسیع الاثر اور سریع الاثر تبلیغی جماعت کے امیر و روح رواں حضرت مولانا انعام الحسن صاحب کے علوم کو پھیلانے اور لاکھوں کے مجمع کو اللہ کے راستہ میں نکالنے کی ترغیب دینے کی ضرورت پڑی تو حق تعالی نے حضرت مولانا محمد عمر صاحب پالنپوری کو حضرت کا جانشین اور سفر وحضر کا رفیق بنادیا۔

موصوف دارالعلوم دیوبند کے عظیم فرزند اور تبلیغی جماعت کے رکن اعظم ہیں۔اجتماع کا پہلا بیان عصر کے بعد آنجناب کا ہوا۔مولانا نے اپنے مخصوص انداز میں توحید و دعوت کے موضوع پر تقریباً ڈیڑھ گھنٹہ بیان فرمایا، دورانِ بیان آیات قرآنی پڑھنے کا ایک خاص طرز سامعین کو محظوظ و مسرور کر رہا تھا''۔[۱]

انداز بیان

حق تعالی نے مولانا مرحوم کو خطابت کا عجیب ملکہ عطا فرمایا تھا۔ایمان و یقین بنانے کی ترغیب ،موت و ما بعد الموت کے احوال، آخرت کے عذابات و انعامات آپ کے موضوعات تھے۔انبیاء علیہم السلام کی بابرکت زندگیاں اور صحابہ کے احوال و کارگزاریاں تفصیل سے بیان فرماتے۔عربی، فارسی اور اردو اشعار خوب یاد تھے اور ان کو موقع بموقع ترنم سے پڑھتے۔اردو کا یہ شعر تو راقم نے کئی مرتبہ سنا۔

جاگنا ہے جاگ لے افلاک کے سائے تلے
حشر تک سوتا رہے گا خاک کے سائے تلے

---

[۱]......ماہنامہ الفاروق کراچی ۱۴۱۵ھ ہفت روزہ الجمعیۃ دہلی ۲ تا ۸ر ستمبر ۱۹۹۴ء، ماہنامہ الہلال مانچسٹر ستمبر ۱۹۹۴ء۔

بنگلہ دیش میں علماء میں ایک مرتبہ بیان فرمایا۔ دوران بیان حضرت عبداللہ ابن مبارک کے وہ مشہور اشعار جو انہوں نے حضرت فضیل بن عیاض کو تحریر فرمائے تھے اتنے دل کش انداز میں پڑھے جس کا تأثر آج تک دل میں ہے۔ وہ اشعار یہ ہیں ۔

یا عابد الحرمین لو ابصرتنا	لعلمت انک فی العبادۃ تلعب
من کان یخضب خدہ بدموعہ	فنحورنا بدمائنا تتخضب
من کان یتعب خیلہ فی باطل	فخیولنا یوم الصبیحۃ تتعب
ریح العبیر لکم و نحن عبیرنا	رھج السنابک و الغبار الاطیب
ولقد اتانا من مقال نبینا	قول صحیح صادق لا یکذب
لا یستوی غبار خیل اللہ فی	انف امرئ ودخان نار لا تلھب
ھذا کتاب اللہ ینطق بیننا	لیس الشھید بمیت لا یکذب

اے حرمین کے عبادت گذار! اگر آپ ہمیں دیکھتے تو یقیناً آپ کو معلوم ہو جاتا کہ آپ عبادت میں کھیل رہے ہیں۔

جو اپنے رخسار کو اپنے آنسوؤں سے تر کر رہا ہے، پس ہمارے سینے تو ہمارے خون سے رنگین ہو رہے ہیں۔

ایک وہ شخص ہے، جس کا گھوڑا باطل اور بے کار کام میں تھک جاتا ہے اور ہمارے گھوڑے حملے کے دن ہی تھکتے ہیں۔

مشک کی خوشبو تمہارے لئے ہیں اور ہمارا مشک گھوڑوں کے ٹاپوں کی خاک اور پاکیزہ غبار ہے۔

یقین مانو ہمیں ہمارے نبی ﷺ کی یہ حدیث پہونچ چکی ہے، جو سراسر سچی ہے، جس

میں جھوٹ کا شائبہ نہیں ہے۔

کہ جس کے ناک میں اللہ کے راستے کے گھوڑے کا غبار پہنچ گیا، اس میں بھڑکتی آگ کا دھواں نہ جائے گا۔

یہ اللہ تعالی کی کتاب ہمارے درمیان فیصلہ کر رہی ہے، جس میں کذب کا احتمال نہیں کہ شہید مردہ نہیں ہوتا۔ (تفسیر ابن کثیر ص ۴۲۳ ج ۱، سورۂ آل عمران، آیت نمبر: ۲۰۰)

بڑے بڑے تبلیغی اجتماعات میں لاکھوں کا مجمع، کھلا وسیع میدان اور لاؤڈ اسپیکر پر مولانا کی آواز، خصوصا کبھی جوش کے انداز میں بلند آواز سے آپ کا خطاب دلوں پر عجیب کیفیت طاری کر دیتا۔ مولانا کی وفات سے اہل تبلیغ کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ بلا مبالغہ حج اور حرم کے خطبات کو مستثنی کر کے لاکھوں کے مجمع کے سامنے خطاب کا یہ شرف مولانا کے لئے حق تعالی کا خاص عطیہ تھا۔

مولانا کے بیان میں بعض مختصر مگر پر اثر اور قابل توجہ جملے سننے کو ملتے۔ ایک مرتبہ فرمایا: میں آپ کو یہ تو نہیں کہتا کہ اپنی اولاد کو مولوی بناؤ یا مسٹر بناؤ، جو چاہے بناؤ، مگر یہ ضرور کہوں گا کہ دیندار بناؤ۔ پھر تشریح کرتے ہوئے فرمایا کہ مسٹر ہے اور دیندار ہے تو گھرانہ کو جنت میں لے جائے گا اور مولوی ہے مگر بے دین ہے تو گھرانہ کو جہنم میں پہونچا دے گا۔ ایک مرتبہ فرمایا: زندگی میں دین کو مقدم کر دو دنیا کو مؤخر تو زندگی دین بن جائے گی اور دنیا کو مقدم کیا اور دین کو مؤخر کیا تو زندگی دنیا بن جائے گی۔ ایک مرتبہ فرمایا: شادی کو سستی کرو تو زنا مہنگا ہوگا اور شادی کو مہنگی کرو گے تو زنا سستا ہو جائے گا۔

ایک مختصر عمل پر بڑے اجر کا وعدہ

حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو

شخص صبح کے وقت تین مرتبہ یہ کہے: ’’اعوذ باللہ السمیع العلیم من الشیطان الرجیم ‘‘ پھر سورۂ حشر کی آخری تین آیتیں یعنی:

﴿ هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الغَیبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحمٰنُ الرَّحِیم ، هُوَ اللّٰهُ الَّذِی لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ المَلِکُ القُدُّوسُ السَّلٰمُ المُؤمِنُ المُهَیمِنُ العَزِیزُ الجَبَّارُ المُتَکَبِّرُ سُبحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشرِکُون ، هُوَ اللّٰهُ الخَالِقُ البَارِئُ المُصَوِّرُ لَهُ الاَسمَاءُ الحُسنٰی یُسَبِّحُ لَهُ مَا فِی السَّمٰوَاتِ وَالاَرضِ وَ هُوَ العَزِیزُ الحَکِیم ﴾

پڑھ لے تو اللہ تعالی ستر ہزار فرشتے مقرر فرما دیتے ہیں جو شام تک اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں، اگر اس دن وہ مرگیا تو شہادت کی موت حاصل ہوگی اور جس نے شام کو یہی کلمات پڑھ لئے تو اسے صبح تک (مذکورہ بالا) سعادت حاصل ہوگی۔

(رواہ الترمذی والدارمی، مشکوۃ، کتاب فضائل القرآن ، الفصل الثانی)

مولانا مرحوم کا برسوں اس پر عمل رہا۔ مولانا فرمایا کرتے تھے کہ: میں صبح کو چائے نہیں پیتا جب تک کہ ستر ہزار فرشتوں کو اپنی خدمت میں نہیں لگا لیتا۔ مطلب کہ ستر ہزار فرشتے جب تک میرے لئے رحمت کی دعا میں نہیں لگتے وہاں تک چائے نہیں پیتا ہوں۔ مرحوم کی یہ احتسابی کیفیت بھی قابل رشک ہے۔ اللہ تعالی ہم سب کو اس حدیث پر اہتمام سے عمل کی توفیق نصیب فرمائے، آمین۔

مولانا مرحوم کا اور ایک قابل اتباع عمل

نمازی کے آگے سے گذرنا بڑا گناہ ہے۔ صحیح روایت میں آیا ہے کہ نمازی کے آگے سے گذرنے والا یہ جان لے کہ اس کی کیا سزا ہے تو وہ نمازی کے آگے سے گذرنے کے بجائے چالیس.....تک کھڑے رہنے کو بہتر خیال کرے۔ ابونضر رضی اللہ عنہ راوئ حدیث

فرماتے ہیں چالیس دن یا مہینے یا سال کہا گیا۔(متفق علیہ)

ابن ماجہ کی ایک روایت میں سو برس تک کھڑے رہنے کو بہتر سمجھے کے الفاظ آئے ہیں۔

ایک روایت میں ہے: کہ نمازی کے آگے سے گذرنے والا یہ جان لے کہ اس جرم کی سزا کیا ہے؟ تو اس کو اپنا زمین میں دھنسایا جانا نمازی کے آگے سے گذرنے سے بہتر معلوم ہو۔(رواہ مالک، یہ تمام روایات مشکوۃ شریف ''باب السترۃ'' سے ماخوذ ہیں)

افسوس آج ہم اس جرم میں بکثرت مبتلا ہیں، بہت کم لوگ اس میں احتیاط برتتے ہیں، خصوصاً حرمین میں تو گویا اس کو کوئی گناہ ہی نہیں سمجھا جاتا۔طواف کرنے والے تو اس حکم سے مستثنیٰ ہیں، ان کے لئے فقہاء نے لکھا ہے کہ: وہ موضع سجود کو چھوڑ کر گذر سکتے ہیں، مگر مسجد نبوی میں اور حرم محترم میں غیر طائفین کیلئے یہ حکم نہیں۔البتہ بڑی مسجد اور چھوٹی مسجد کا حکم الگ ہے۔

اگر میدان ہو یا پورب پچھم (۶۰) فٹ لمبی مسجد ہو یا صحن ہو تو اس میں تین صف تقریبا (۱۲) فٹ کے بعد آگے سے گذر جانے کی اجازت ہے، اور اس سے کم میں بغیر سترہ کے حیلولت گذرنا منع ہے۔(منتخبات نظام الفتاوی ص۳۲۲ ج۱، باب ما یتعلق با حکام المساجد)

میں نے مولانا مرحوم کو مدینہ منورہ میں مسجد نبوی ﷺ میں بارہا دیکھا کہ آپ اس بارے میں بہت احتیاط برتتے تھے، بجبوری نمازی کے آگے سے گذرنا پڑا تو ہاتھ میں بڑا عربی رومال ہوتا تھا، اس سے سترہ کر لیتے کہ وہ نمازی کے سامنے رکھ کر اس کے پیچھے سے گذرتے۔الحمد اللہ مولانا کو دیکھ کر راقم نے اسی وقت سے اپنا یہ معمول بنا لیا۔ بعد میں ''احسن الفتاوی'' میں یہ مسئلہ نظر سے گذرا جس سے مولانا کے عمل کی تائید ہوگئی۔''احسن الفتاوی'' کا وہ فتوی یہاں نقل کرنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

رومال یا چھڑی سے سترہ بنانا

سوال:......ایک شخص نمازی کے سامنے سے گذرنے کے لئے اپنا رومال لٹکا کر یا اپنی چھڑی کھڑی کر کے اس کے پیچھے سے گذر جاتا ہے، کیا یہ جائز ہے؟

جواب:......علامہ شامی فرماتے ہیں کہ ان کو اس بارے میں کوئی صریح جزئیہ نہیں ملا ''ونصہ واذا کان معہ عصا لا تقف علی الارض بنفسھا فامسکھا بیدہ و مر من خلفھا ھل یکفی ذلک لم ارہ''۔(رد المحتار ص۵۹۵ ج۱)

بظاہر اس کے جواز سے کوئی مانع نہیں، لہذا بوقت ضرورت اس کی گنجائش ہے، بالخصوص جب کہ عند البعض لکڑی زمین پر لٹکا دینا یا خط کھینچ دینا بھی سترہ کے لئے کافی ہے۔علاوہ ازیں مسجد کبیر اور صحراء میں موضع سجود کے ساتھ کراہت مرور کی تخصیص کا قول بھی مصحح ہے، بوقت ضرورت اس پر عمل کرنے کی گنجائش ہے۔(احسن الفتاوی ص۴۱۰ ج۳)

صدقۂ جاریہ

مولانا مرحوم نے اپنے پیچھے نیک اولاد [۱] چھوڑیں۔ان کے علاوہ اس مبارک محنت کے ذریعہ نہ جانے کتنے افراد نے اپنی زندگیاں تبدیل کی ہوں گی، بلا مبالغہ ایسے ہزاروں افراد آپ کے لئے صدقۂ جاریہ ہیں۔

عالمی نقشہ اوقات نماز، اور مولانا کی محنت

علاوہ ازیں حضرت مولانا نے ''عالمی نقشہ اوقات نماز'' کے نام سے ایک کتاب

۱......جن میں مولانا محمد یونس صاحب بطور خاص قابل ذکر ہیں، ما شاء اللہ '' الولد سرّ لابیہ '' کے مصداق اور والد ماجد کے جانشین ہیں، دعوت کی محنت میں مشغول ہیں، والد صاحب کے طرز پر بیان بھی عمدہ کر لیتے ہیں۔

سینکڑوں صفحات پر مشتمل اور اپنے موضوع پر بہت مفید جناب پروفیسر عبداللطیف صاحب سے تیار کرائی۔

حضرت مولانا کا مقصدِ زندگی دعوت الی اللہ تھا، اور اس دعوت کا میدان کوئی محدود علاقہ یا ملک نہیں، بلکہ پورا عالم ہے۔اس مقصد کے لئے مولانا نے دور دراز ملکوں کے اسفار فرمائے، جماعتوں کی تشکیل کی، کئی ملکوں میں جماعتیں ایسی حالت میں گئیں کہ کوئی واقف نہیں، مساجد کا کوئی نظام نہیں، اب نمازوں کی ایک مستقل مشکلی، اوقاتِ نماز کی معرفت ایک مستقل مسئلہ۔اس لئے مولانا کی تمنا تھی کہ کوئی ایسی کتاب ہونی چاہئے جس میں نماز وسحر وافطار کے اوقات کی تفصیل درج ہوں۔الحمداللہ مولانا کی توجہ اور کوشش سے یہ کتاب وجود میں آ گئی۔ پروفیسر عبداللطیف صاحب اپنی کتاب کے دیباچہ میں لکھتے ہیں:

صبح صادق وصبح کاذب کی پہچان کے سلسلہ میں احقر کا رسالہ بعنوان ''صبح صادق وصبح کاذب'' کی اشاعت کے بعد مکرم ومحترم جناب حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری صاحب مدظلہ العالی کی یہ دلی خواہش تھی کہ ساری دنیا کے لئے کوئی ایسی عالمی جنتری مرتب ہو جس سے امت کے ہر طبقہ کے لوگ اور معمولی سے معمولی سمجھ رکھنے والا ایک عام سیدھا سادہ مسلمان بھی دنیا کے کسی بھی کونے میں آسانی سے اوقات نماز' وسحر' وافطار معلوم کر سکے۔ یہ ایک ایسا کام تھا جس میں ساری دنیا کے مسلمانوں کی ذمہ داری تھی......تخریج اوقات کے اس موضوع پر کام کرنے کے دوران حضرت مولانا مدظلہ العالی نے خصوصی دل چسپی لے کر اس ناچیز کو مختلف ممالک میں مقیم بہت سے ماہرین فن سے متعارف کرایا تا کہ باہمی رابطہ اور اتفاق رائے سے ایسے حسابی فارمولے اور فنی نکات وضع ہوں جس سے یہ عالمی جنتری امکانی حد تک ہر قسم کی غلطیوں سے محفوظ، صحیح اوقات ظاہر کر سکے۔ میں اپنے مشفق ومربی

محترم جناب حضرت مولانا محمد عمر پالنپوری صاحب مدفیوضکم کا بے حد ممنون ومشکور ہوں کہ جن کی کاوش، شوق، دل چسپی اور ماہرانہ رائے سے یہ کام اللہ کے فضل وکرم سے اپنی منزل تک پہنچا۔

مولانا مرحوم کے اوصاف وکمالات

مولانا عالمی شہرت یافتہ شخصیت ہونے کے باوجود بہت متواضع تھے، طبیعت میں سادگی تھی۔ مصروفیات ومشغولیات کے باوجود ملنے والوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش فرماتے، راقم الحروف ایک موقع پر ملاقات کے لئے حاضر ہوا تو یہ جان کر کہ میں حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب لاجپوری کا پوتا ہوں بہت شفقت فرمائی، مفتی صاحب مرحوم کے متعلق بلند کلمات فرمائے، اپنی ملاقات اور حاضری کا تذکرہ کیا، اور باوجود حالت سفر کے نسبت مرغوبی کی وجہ سے چائے کا انتظام کروایا، اور خود بھی پی، مجھے بھی پلائی۔

مولانا بہت زیادہ رقیق القلب تھے۔ بہت کم ایسا ہوا کہ بیان فرمایا اور آنکھیں اشکبار نہ ہوئیں ہوں۔ اپنی والدہ کے حالات جو شروع میں گذر چکے بہت ہی رورو کر بیان فرمائے نبی کریم ﷺ اور صحابہ کے تنگ دستی ومصائب کے واقعات ایسی درد دلی اور بکاء سے بیان فرماتے کہ سامعین بھی روئے بغیر نہ رہتے۔

حضرت مولانا کو جہاں یہ فکر تھی کہ اس محنت میں زیادہ سے زیادہ مسلمان شریک ہوں، وہاں یہ بھی فکر دامنگیر تھی کہ ہمارے پرانے کام کرنے والوں کی صحیح تربیت ہو، ان میں اخلاص وللّٰہیت اور داعیانہ صفات آئیں۔ پرانوں کے مجمع میں بہت سخت اور اصلاحی باتیں فرماتے۔ اکرام علماء پر زور دیتے، بلکہ اپنے عمل سے علماء کے احترام کو سکھلاتے۔

ایک مرتبہ ایک بڑے عالم اور مولانا کے رفیق درس جو ایک مدرسہ میں شیخ الحدیث ہیں

وہ نظام الدین مولانا سے ملنے تشریف لائے، مولانا کے ساتھ کچھ پرانے کام کرنے والے احباب تھے، مولانا نے ان سے ملاقات کی، مصافحہ اور معانقہ کے بعد ان کی پیشانی کو چوما اور ہونٹوں کو بوسہ دیا اور فرمایا: یہ زبان ہمیشہ ''قال اللہ'' اور'' قال الرسول '' کے ذکر سے تر رہتی ہے یہ اس قابل ہے کہ اسے چوما جائے، پھر فرمایا: میں نے یہ عمل اس لئے بھی کیا کہ پرانوں کے دلوں میں علماء کا ادب اور وقار پیدا ہو۔

اکثر بیانوں میں فرماتے: بھئی! یہ نہ کہو کہ یہی ایک کام ہے، یوں کہو یہ بھی ایک دین کا کام ہے تا کہ دین کے کسی شعبہ کی نفی نہ ہو۔ مبلّغین کو اس ملفوظ پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

فرماتے: حضرت عمرؓ کا مقولہ ہے کہ: اپنا مقام اللہ کے وہاں دیکھنا ہو تو اپنے ماحول اور اپنے مقامی جگہ میں دیکھ لو کہ لوگوں کا گمان ہمارے بارے میں کیسا ہے؟ اگر اچھا ہے تو آخرت میں اللہ کے وہاں بھی اچھا ہے، اگر اس کا برعکس ہے تو ڈرنے کا مقام ہے۔

ایک مرتبہ فرمایا: کام کر کے اکڑنے والوں سے نہ کر کے استغفار کرنے والے بہتر ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ کبر اللہ کو ناپسند ہے اور مستغفرین اللہ کے محبوب ہیں۔

خلافت......حفظ قرآن......وفات

مولانا بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب کی طرف سے اجازت وخلافت بھی حاصل تھی۔

مولانا نے بڑی عمر میں حفظ کلام پاک کی نعمت بھی حاصل کر لی تھی۔ فرمایا کرتے تھے: لوگ بچپن کے حافظ ہیں، میں پچپن کا حافظ ہوں۔

افسوس ۲۱؍مئی ۱۹۹۷ء مطابق ۱۳؍محرم ۱۴۱۸ھ بروز چہارشنبہ مولانا کا وصال ہو گیا۔ انا

للہ وانا الیہ راجعون ۔حق تعالی مولانا مرحوم کے ساتھ خصوصی رحم وکرم کا معاملہ فرمائیں، ان کی لغزشوں کو معاف فرمائیں،ان کی حسنات کوقبول فرمائیں اور جنت الفردوس میں اعلی مقام عطافرمائیں،آمین۔

....

نوٹ: ......حضرت مولانا محمد عمر صاحب کے حالات پر یہ مضمون ماہنامہ ''اذان بلال'' آگرہ ربیع الاول وربیع الآخر ۱۴۱۸ھ مطابق جولائی واگست ۱۹۹۷ء۔ماہنامہ 'ریاض الجنۃ' جونپور نومبر ۱۹۹۷ء۔ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی رجب ۱۴۱۸ھ میں شائع ہو چکا ہے۔

حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب رحمہ اللہ

ولادت:......تقریباً ۱۳۲۵ھ۔

وفات:......۲۵/رجب ۱۴۱۹ھ ۱۵/نومبر ۱۹۹۸ء، بروز شنبہ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

گذشتہ کل مؤرخہ ۲۵؍رجب ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۵؍نومبر ۱۹۹۸ء بروز شنبہ دعوت وتبلیغ کے روح رواں حضرت مولانا سعید احمد خان صاحب مدینہ منورہ میں اپنے مالک حقیقی سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس دور قحط الرجال میں حضرت مولانا کا وجود بڑی نعمت تھی، افسوس موصوف کی وفات سے ایک نعمت عظمی امت سے چھین لی گئی۔ اللھم اجرنا فی مصیبتنا و ابدلنا خیرا منھا۔

حضرت مولانا کی شخصیت محتاج تعارف نہیں۔ دعوت وتبلیغ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے لئے آپ کی مساعیٔ جمیلہ اور مجاہدات شاقہ اظہر من الشّمس تھے۔

حق تعالی نے آپ کو صفاتِ متعددہ سے متصف فرمایا تھا۔ رسوخ فی العلم، وسعت مطالعہ کے ساتھ کلام اللہ کی تلاوت اور اس میں غور وفکر آپ کا نمایاں وصف تھا۔ تواضع و عبدیت، اخلاص وللّٰہیت، سادگی وعمومیت بھی بدرجۂ اتم موجود تھی۔

ولادت

مولانا کا سن ولادت معلوم نہ ہوسکا، ۱۳۲۵ھ کے آس پاس کا تخمینہ ہے۔

تعلیم

ابتداء عمر میں مولانا ایک اسلامیہ اسکول میں داخل ہوئے، میٹرک تک انگریزی تعلیم حاصل کی۔ بعد میں حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کی ایک کتاب کے مطالعہ کا موقع ملا جس نے دل کی دنیا ہی بدل دی، اور دنیوی علوم کے بجائے دینی علوم کی طرف متوجہ فرمادیا۔

ایک صاحب کے اس سوال پر کہ آپ نے دینی زندگی کیسے اپنائی؟ حضرت نے فرمایا: بھائی! ہم تو انگریزی پڑھنے والے لوگ تھے، ایک مرتبہ حضرت حکیم الامت کی ایک

کتاب کا مطالعہ کیا بس زندگی بدل گئی، رخ ادھر (دین کی طرف) مڑ گیا۔

(ماہنامہ الفاروق ج۴ شمارہ۹)

ہمارے اس دور کے بعض مبلغین جن کا میدانِ دعوت میں اثر ورسوخ بھی ہے، تصنیف وتالیف کے سلسلہ میں حقارت بھرے جملے بول جاتے ہیں۔وہ اس واقعہ سے عبرت پکڑیں کہ حضرت حکیم الامت کی ایک تصنیف سے کیسا عظیم مبلغ دین کی طرف متوجہ ہوا، اور دعوت کا رکن اعظم بنا۔خدارا! اپنی دینداری کے نشہ میں دین کے کسی بھی شعبہ کی تحقیر نہ کیجئے۔تبلیغ کے بڑے ذمہ داروں میں سے ایک صاحب کی زبانی یہاں تک سنا کہ ہمارے تبلیغی مدرسہ کے مدرس تصنیف وتالیف سے دور رہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حضرت تھانوی کی تصنیف نے دینی علم حاصل کرنے کا داعیہ اتنی شدت کے ساتھ قلب میں پیدا کر دیا کہ دنیوی تعلیم کو خیر باد کہہ کر مظاہر علوم سہارنپور تشریف لے آئے۔ یہ ۱۳۵۳ھ کا واقعہ ہے، جب کہ آپ کی عمر: ۲۵ سال کے لگ بھگ تھی۔

مظاہر میں داخلہ لے کر ابتداء سے تعلیم حاصل کرنا شروع کی اور چھ سال میں نحو میر، صرف میر، دستور المبتدی سے لے کر'' مشکوۃ، بیضاوی، ہدایہ اولین، شرح نخبۃ الفکر، تفسیر مدارک التنزیل'' تک کی کتابیں مختلف اساتذہ کرام سے: ۱۳۵۹ھ تک میں پڑھیں۔

۱۳۶۰ھ میں دورۂ حدیث شریف میں شریک ہوئے اور'' بخاری'' جلد اول اور'' ابوداؤد شریف'' حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب سے'' بخاری'' جلد ثانی حضرت مولانا عبداللطیف صاحب سے'' ترمذی'' و'' طحاوی'' حضرت مولانا عبدالرحمٰن صاحب کاملپوری سے'' مسلم شریف'' حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب سے'' ابن ماجہ'' حضرت مولانا عبد الشکور صاحب سے پڑھی۔

۱۳۶۱ھ میں درج ذیل کتابیں بھی مظاہر میں پڑھیں:
''مسلم شریف، ہدایہ ثالث، دیوان متنبّی، رسم المفتی، میبذی، مقدمہ جزری، درمختار، شاطبی، عروض المفتاح، دیوان حماسہ، تاریخ الخلفاء''۔

فراغت کے بعد ایک سال تک مظاہر علوم میں قیام فرما کر متفرق خدمات انجام دیں۔ نقل فتاوی کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد تھی۔

(علماء مظاہر علوم سہارنپور اوران کی علمی وتصنیفی خدمات ص ۳۱۱ ج ۱)

مولانا میدان دعوت میں

بعدازاں آپ دہلی تشریف لے گئے اور دعوت وتبلیغ سے منسلک ہو گئے، اور زندگی کے آخری سانس تک اس محنت میں منہمک رہے۔ سب سے پہلے آپ نے جب سات چلے لگائے اس وقت ایک چلہ کا بھی انتظام نہ تھا، مگر حق تعالی کو آپ سے دعوت کا کام لینا تھا، اس لئے شروع ہی سے اسباب وانتظام کے خلاف غیبی تربیت فرمائی، اور دعوت کی کشش و جاذبیت نے اپنی طرف کھینچ لیا۔ ایک گرامی نامہ میں مولانا تحریر فرماتے ہیں:

اللہ تعالی ہی اس کام کو چلا رہے ہیں، اور وہی دلوں کو اس کام کی طرف کھینچ رہے ہیں۔ اگر یہ دعوت والا عمل اپنی صحیح شکلوں پر چلے تو اس سے زیادہ جاذبیت کسی عمل میں نہیں، یہ پوری دنیا کے انسانوں کو کھینچ سکتا ہے، جیسے بیت اللہ اپنی جاذبیت سے کھینچ رہا ہے کہ حجاج اور زائرین پوری دنیا سے چلے آرہے ہیں۔...... حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے جب بندے کو سات چلّوں میں لیا، حالانکہ بندہ ایک چلے کا مشکل سے انتظام کر کے آیا تھا، جب آکر مصافحہ کیا تو فرمایا: سات چلّوں کے لئے رہنا ہوگا، بندے پر ایسی بے خودی طاری ہوئی کہ زبان سے اقرار کرلیا۔ پھر فرمایا: ان سات چلّوں میں گھر یاد نہ آئے، **الحمد**

اللہ اللہ تعالی نے سات چلّے پورے کرادیئے۔

ان سات چلّوں نے مولانا کی زندگی میں عجیب تبدیلی پیدا فرمادی۔اب آپ کی تمام تر توجہ دعوت وتبلیغ کی طرف مبذول ہوگئی،اور آپ نے اپنی ذات کوحضرت مولانا الیاس صاحب کے حوالے کردیا،اورحضرت کواپنا مربی ومصلح قراردیدیا۔حضرت مولانا محمد الیاس صاحب نے بھی آپ کی تربیت پرخصوصی توجہ فرمائی۔

مولانا الیاس صاحب کا طمانچہ

یہاں تک کہ ایک مرتبہ آپ کوایک طمانچہ بھی مارا،مگر وہ عارف کی مارتھی دل میں محبت بڑھا گئی۔آپ ایک مکتوب میں تحریرفرماتے ہیں:

ہم نے مولانا محمد الیاس صاحب کو دیکھا ہے،بعض کے کان اس طرح پکڑوادیتے تھے جیسے مکتب میں حافظ صاحب بچوں کے پکڑوادیتے ہیں،اوربعض کو دھکے دلوا کر مسجد سے باہر نکلوادیا،اور دو یا تین مرتبہ نکلوایا،مگراس پربھی وہ نہ گئے تو سینہ سے لگالیا۔ان کی ڈانٹ بہت سخت تھی،وہ سب اصلاح پرانوں کی کرانے کے لئےتھی۔نئے کا تو پورالحاظ و اکرام تھا۔بندہ کوبھی ایک بات پرطمانچہ لگا ہے جوحضرت کی محبت کودل میں بڑھا گیا،اور تعلق کوزیادہ کردیا۔

الغرض مولانا الیاس صاحب کی صحبت نے آپ کے دل میں دعوت کی عظمت کو پختہ کردیا،چنانچہ حضرت مولانا الیاس صاحب کی طرح آپ کا یقین ونظریہ یہ تھا کہ امت کے سارے مسائل کاحل دعوت کی محنت میں ہے۔ایک جگہ تحریرفرماتے ہیں:

حضرت مولانا الیاس صاحب امت کے تمام انفرادی اوراجتماعی اورسیاسی مسائل کا حل اس دعوت میں سمجھتے تھے،اور ہم بھی اسی دعوت میں سمجھتے ہیں،اور چیزوں میں اور

کاموں میں تھوڑا سا جزوی نفع نظر آتا ہے، اور مجاہدہ کم ہے، اس لئے اس کی طرف بڑھ جاتے ہیں، اور اس دعوت میں مجاہدہ زیادہ ہے اور فوری نفع نظر نہیں آتا، اس لئے اس کی طرف طبیعت نہیں چلتی۔

مولانا حجاز مقدس میں

حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی تمنا تھی کہ دعوت وتبلیغ کی یہ محنت ہندوستان میں کچھ جم جائے تو چند مخصوص رفقاء کے ساتھ اسلام کے اصل مرکز حجاز میں اس کام کی اشاعت کی جائے، جس کی تفصیل ''حضرت مولانا محمد الیاس اور ان کی دینی دعوت'' میں دیکھی جاسکتی ہے۔

اہل حجاز اولاد صحابہ ہونے کے ناتے اور ان کے مخصوص اوصاف جن سے عموماً اہل عجم ان کی ہمسری نہیں کر سکتے کی وجہ سے اس کام کے سب سے زیادہ مستحق ہیں کہ وہ اس محنت کو اپنا نصب العین بنائیں اور ان کے ذریعہ یہ دولت عالم اسلام کے چپہ چپہ میں پھیلے۔

اس مقصد کے لئے چند مخلص افراد کو حجاز بھیجنے کی ضرورت تھی۔ ارباب نظر کی نظرِ انتخاب مولانا سعید احمد خان صاحب پر پڑی۔ چنانچہ آپ ۱۳۶۶ھ میں حجاز تشریف لے گئے۔ آپ نے وہاں بڑے سلیقہ وحکمت، صبر وتحمل اور مجاہدہ سے کام کیا۔ الحمد للہ مولاناؒ کی محنتیں رنگ لائیں اور اہل عرب کام کی طرف متوجہ ہوئے۔

جب حجاز میں مستقل قیام کی صورت بن گئی، اور پیچیدگیاں دور ہوگئیں تو آپ نے ہجرت کی نیت فرمالی اور ۱۳۷۲ھ میں آپ سعودی عرب کے امیر جماعت تبلیغ بنائے گئے۔ کامل حزم واحتیاط، مؤمنانہ بصیرت اور پوری جانفشانی کے ساتھ اس محنت میں مصروف رہے۔

معترض کا اعتراض کہ آپ اجتہاد کے قائل ہوں گے

حجاز میں مولانا کا پہلا سال تھا کہ ایک صاحب ملے اور کچھ بحث ومباحثہ کرنا چاہا۔ مولانا نے فرمایا: مجھے حضرت مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی نے پہلے ہی متنبہ کردیا تھا کہ کوئی صاحب مسائل میں الجھانا چاہیں تو حسن تدبیر سے نکل جانا۔

خیر عصر کے بعد حرم شریف میں ایک صاحب نے آپ کو پکڑ لیا، اور سوال کیا آپ اجتہاد کے قائل ہوں گے؟ مولانا نے جواباً صرف اتنا فرمایا کہ: ہاں میں صحابہ کے اجتہاد کا قائل ہوں۔

اس پر سائل نے کہا نہیں اجتہاد کسی کے لئے جائز نہیں۔ مولانا نے فرمایا: حدیث معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کیا ہے؟ جب ان کو یمن کا قاضی بنا کر بھیجا۔ [۱]

اور امام بخاری بھی حدیث لائے ہیں بنو قریظہ کے واقعہ میں ’’لا یصلّینّ احدکم الا بنی قریظة‘‘ راستہ میں اختلاف ہوا نماز عصر کے متعلق، ایک فریق نے نماز پڑھی ایک نے نہیں پڑھی، جب یہ واقعہ حضور ﷺ کے سامنے پیش کیا گیا تو آپ ﷺ نے کسی پر نکیر

---

[۱]...... حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ان کو یمن کا قاضی بنا کر روانہ کیا تو یہ دریافت فرمایا کہ: اگر کوئی قضیہ پیش آجائے تو کس طرح فیصلہ کروگے؟ عرض کیا: کتاب اللہ سے۔ فرمایا: اگر وہ مسئلہ کتاب اللہ میں نہ ہو تو؟ عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کی سنت سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اگر اس میں بھی نہ ملے تو؟ عرض کیا: پھر استنباط کر کے اپنی رائے سے فیصلہ کروں گا، اور اس مسئلہ کا حکم تلاش کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑوں گا۔ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آپ ﷺ نے میرے اس جواب پر (فرط مسرت سے) اپنا دست مبارک میرے سینہ پر مارا، اور فرمایا: اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اپنے رسول (ﷺ) کے قاصد کو اس بات کی توفیق دی جس سے اللہ کا رسول راضی اور خوش رہے۔ (مشکوۃ ص ۳۲۴، ابوداؤد ص ۱۴۹، بحوالۂ فتاوی رحیمیہ ۱۸۵ ج ۴)

نہیں فرمائی۔ ۱؎

ہم تو قیاس کے بھی قائل ہیں

اس کے بعد مولانا نے فرمایا: دوسری بات سنو! اجتہاد تو دور کی بات ہے، ہم تو قیاس کے بھی قائل ہیں، وہ بھی حدیث سے ثابت ہے، ''بخاری'' ہی میں ہے۔

قبیلۂ جہینہ کی ایک خاتون نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور عرض کیا کہ میری والدہ نے حج کی نذر مانی تھی لیکن حج نہ کرسکیں، اوران کا انتقال ہوگیا، تو کیا میں ان کی طرف سے حج کرسکتی ہوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں ان کی طرف سے تم حج کرلو۔ پھر قیاس سکھایا کہ: بتلاؤ! اگر تمہاری والدہ پر قرض ہوتا تو تم اسے ادا نہ کرتیں؟ اللہ کا قرض زیادہ مستحق ہے کہ اس کو پورا کیا جائے۔ (ابواب العمرة ، باب الحج و النذر عن الميت)

الحمدللہ اس کے بعد ان صاحب نے مجھے نہیں چھیڑا۔

ایک عرب کا سوال اور اس کا جواب

دوسرا واقعہ مولانا کی زبانی سنا، فرمایا ایک عرب ملا اس نے سوال کیا، تم حنفی لوگ حدیث

۱؎...... حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے واقعہ میں صحابہ سے فرمایا: ''لا يصلّينّ احد كم الّا بنى قريظة'' تم میں سے کوئی شخص نماز عصر بنی قریظہ کے علاوہ کہیں نہ پڑھیں۔ راستہ میں عصر کا وقت ہوگیا، صحابہ کی رائیں مختلف ہوگئیں۔ ایک جماعت نے حضور اکرم ﷺ کے فرمان مبارک کے ظاہری الفاظ پر عمل کرتے ہوئے کہا کہ: ہم راستہ میں عصر کی نماز نہ پڑھیں گے، اور بعض حضرات نے کہا: ہم تو یہیں نماز پڑھ لیں گے، حضور ﷺ کا مقصد یہ تھا کہ جلد سے جلد بنی قریظہ پہنچ جائیں۔ (بہر حال ہر ایک نے اپنی فہم اور اجتہاد کے موافق نماز پڑھی) بعد میں یہ واقعہ حضور ﷺ کے سامنے ذکر کیا گیا، آپ ﷺ نے کسی پر نکیر نہیں فرمائی، اور کسی پر ملامت نہیں کی۔ (بخاری شریف ص ۵۱۹ مجتبائی، بحوالہ فتاوی رحیمیہ ص ۲۱۰، ج ۴)

چھوڑ کر صحابی کا قول لیتے ہو، میں نے کہا: یہ پہلی غلطی امام بخاری سے ہوئی انہوں نے باب قائم کیا:"باب الجرید علی القبر "(قبر پر درخت کی شاخ) اس میں آگے فرماتے ہیں:''کان ابن عمر یجلس علی القبور'' کہ ابن عمر قبروں پر بیٹھا کرتے تھے۔

جب کہ سارے محدثین فرماتے ہیں:'' نهی النبی صلی الله علیه وسلم عن الجلوس علی القبور ''مگر امام بخاری کا طرز سارے محدثین کے خلاف۔ اور اس کی دلیل بھی فعل صحابی سے، قول صحابی سے نہیں۔ پھر حدیث نہی کا جواب بھی دیا:''کره ذلک لمن احدث'' الخ۔ [۱]

مولانا نے یہ بھی فرمایا: عربوں کے سامنے''بخاری'' پیش کردو تو خاموش ہو جاتے ہیں،

کیا تقلید شرک ہے؟

ایک اور واقعہ بیان فرمایا کہ: ایک عرب نے کہا تقلید شرک ہے؟ میں نے کہا: ہاں! میں بھی کہتا ہوں تقلید شرک ہے۔ پھر میں نے پوچھا، بتاؤ قرآن کس کی کتاب ہے؟ کہنے لگا اللہ کی۔ میں نے کہا: اللہ کو یہ قدرت تھی یا نہیں کہ قرآن میں صرف ایسے الفاظ استعمال فرماتے جن کے ایک ہی معنی ہو دو یا زیادہ معنی نہ ہو؟ کہنے لگا: تھی، میں نے کہا: پھر ایسے الفاظ کیوں لائے جن کے معنی زیادہ ہو سکتے ہیں؟

اور نبی کو اتنی قدرت وفصاحت نہیں تھی کہ احادیث میں صرف وہ الفاظ لاتے جن کے معنی ایک ہی ہوتے؟ کہنے لگا تھی۔ پھر احادیث میں مختلف المعانی الفاظ کیوں لائے۔

---

[۱]......مطلب یہ ہے کہ قبر پر بیٹھنا اس صورت میں ناپسندیدہ ہے جب پیشاب یا پاخانہ کے لئے اس پر بیٹھے۔ یہ جواب دراصل یزید بن ثابت کا ہے، جیسا کہ عثمان بن حکیم کا بیان ہے کہ خارجہ نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک قبر پر بٹھایا اور اپنے چچا یزید بن ثابت کے واسطہ سے یہ خبر دی کہ قبر پر بیٹھنا اس صورت میں ناپسندیدہ ہے جب پیشاب یا پاخانہ کے لئے بیٹھے۔ (بخاری، کتاب الجنائز، باب الجرید علی القبر)

پھر اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت تھی یا نہیں کہ سب کے دماغ ایسے بناتے جو ایک ہی معنی سمجھتے؟ کوئی اختلاف نہیں ہوتا۔ اب الفاظ کے معانی مختلف ہیں، جو عالم وفقیہ جیسا معنی لے گا اور اس کو جو مانے گا وہ اس کا مقلد ہوگا، چاہے تم امام بخاری کی تقلید کرو چاہے ائمۂ اربعہ کی، مقلد بہر حال کہلاؤ گے۔

اب سنو! تقلید شرک کیا ہے؟ حقیقی تقلید شرک ہے، مجازی نہیں۔ ہماری تقلید صورۃً تقلید ہے، حقیقۃً نہیں، ہم بھی حقیقی معنی میں نبی ہی کی تقلید کرتے ہیں۔ ان واقعات کو بیان فرما کر فرمایا: پھر مجھے عربوں نے چھیڑنا چھوڑ دیا۔

حجاز میں آزمائش

حرمین میں مولانا پر اس محنت کی وجہ سے بڑے صبر آزما حالات بھی آئے۔ ارباب حکومت کی کڑی نظر رہی۔ یہاں تک کہ ایک وقت وہ آیا کہ آپ کو ارض مقدس چھوڑنے پر مجبور ہونا پڑا۔ کام پر پابندی لگی مگر وہ بھی خیر ہی ثابت ہوئی۔ ایک گرامی نامہ میں رقمطراز ہیں:

’’جب عرب میں اس کام کی اجازت تھی اور ہر طرف جماعتیں ہر علاقے میں محنت کر رہی تھیں، اس وقت چاروں طرف سے ہم پر اعتراضات اہل علم کر رہے تھے، اور بڑے بڑے اشکالات کر رہے تھے، اور عرب متوجہ نہیں ہو رہے تھے، الّا کوئی کوئی۔ لیکن جب ہم پر پابندیاں لگائی گئیں، تو اللہ تعالیٰ نے اس کام کی قبولیت کے راستے کھول دیئے۔ علماء بھی متوجہ ہو رہے ہیں، اور عوام بھی، اور نوجوان بھی۔ یہ محض اللہ تعالیٰ ہی کا فضل ہے۔ بہت سے عرب مثمرات دیکھ کر اس کام سے مطمئن ہو رہے ہیں، اور ذوق وشوق سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ ہم تو پڑے پڑے دعائیں ہی مانگ رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو دین کے لئے

اٹھادے،اور پھر ان کے ذریعے سے دنیا میں اسلام کو جو آج مردہ ہوتا جا رہا ہے زندہ فرمادے،آمین‘‘۔

مولانا کے اوصاف وکمالات

دنیا کی حقارت

مولانا کی زندگی کا طویل زمانہ حق تعالی کی کبریائی،آخرت کے استحضار وفکر اور دنیا کی بے ثباتی وحقارت کے بیان کرنے میں اور اس کی دعوت میں گذرا۔مولانا کی یہ دعوت صرف زبانی نہیں تھی، بلکہ زندگی کا عمل اس کا شاہد تھا کہ آپ کے قلب میں دنیا کی عظمت کم سے کم تھی۔

مدینہ منورہ میں مقیم ایک عالم نے مجھ سے بیان کیا کہ مولانا کی ولایت میں کوئی شک نہیں۔اگر آپ چاہتے تو دنیا خوب جمع کرتے،عمدہ سے عمدہ مکان تعمیر کرواتے کہ ممالک عرب کے وزراء اور امراء آپ کے بڑے معتقد تھے،مگر مولاناؒ کا نظریہ کیا تھا ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

’’دعوت بڑی طاقت رکھتی ہے۔دعوت کو اپنی طرف ہرگز منسوب نہ کرو، کہ میری عزت ہوجائے، مجھے مال مل جائے،دعوت کو کمانے کا ذریعہ نہ بناؤ‘‘۔

ایک واقعہ

اس ضمن میں ایک واقعہ ذکر کرتا ہوں۔حضرت مولانا ایک مرتبہ لاہور سے رائے ونڈ تشریف لائے۔ایک صاحب اپنی کار میں چھوڑنے آئے تھے،جب جانے لگے تو مولاناؒ نے اسے پانچ سو روپے عنایت فرماتے ہوئے فرمایا کہ:اپنے بچوں کے لئے کچھ تحفہ لے

لینا۔وہ صاحب بولے حضرت یہ تو بڑی رقم ہے، اتنی بڑی رقم بچوں کے ہدیہ کے لئے؟ حضرت نے فوراً فرمایا: بھئی! حقیر دنیا کی معمولی رقم ہے اس کو بڑی نہ کہو۔صاحب واقعہ کا بیان ہے کہ مولانا نے اس انداز سے فرمایا کہ صاف محسوس ہورہا تھا آپ کے دل میں اس کی کوئی وقعت نہیں۔

سادگی وعمومیت

مولانا کی شخصیت دعوت وتبلیغ میں کتنی اہمیت کی حامل تھیں اس سے کم لوگ ناواقف ہوں گے۔اس کے باوجود مولاناؒ اپنے لئے کسی طرح کی خصوصیت کو پسند نہیں فرماتے، اکثر عمومی مجمع کے ساتھ رہتے اوراسی کی ترغیب دیتے۔

راقم الحروف نے متعدد مرتبہ دیکھا کہ مرکز پر یا تبلیغی اجتماع میں کسی کا بیان ہورہا ہے اور مولانا عمومی مجمع کے ساتھ تشریف فرما ہیں۔

رہن سہن، لباس وپوشاک، کھانے پینے میں بہت سادہ مزاج تھے۔تکلّف سے گویا آپ کو نفرت تھی۔فرماتے تھے: چالیس سال تک دونوں وقت ایک سالن اور روٹی میرا کھانا تھا، جس کی برکت یہ تھی کہ کسی بیماری میں مبتلا نہیں تھا۔جب سے شہرت ہوئی اور دعوتیں آنے لگیں تو بیماریاں شروع ہوگئیں۔

ایک گرامی نامہ میں سادگی کے متعلق تحریر فرماتے ہیں:

’’دینی جذبہ مٹتا جارہا ہے۔اسلام سادگی اور جفاکشی چاہتا ہے۔یہ دونوں صفتیں اسلام کا جوہر ہیں، ان میں حفاظت اورامن ہے، دلوں کا جوڑ ہے، رحمتوں اور برکتوں کو کھینچنے کا سبب ہے۔اور جب یہ دونوں صفتیں ختم ہوتی ہیں تو فتنے کھڑے ہوجاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی مدد و نصرت ہٹ جاتی ہے‘‘۔

کہیں قریب جانا ہوتا چلنے کو پسند فرماتے۔ اور تیز چلنے کے عادی تھے، نوجوان بھی چلنے میں مولانا کی متابعت نہ کرسکتا۔ ایک مرتبہ راقم نے خود سنا فرمایا: چالیس سال تک روزانہ چھ میل چلنے کا معمول کبھی ناغہ نہیں ہوا۔

پرانوں کی اصلاح

الحمد اللہ اس زمانہ میں دعوت کی محنت دنیا کے چپہ چپہ میں پھیل گئی۔ اس میں شرکت کرنے والوں کی تعداد حدِ احصاء سے باہر ہے۔ کام کرنے والوں میں عمومی طبقہ زیادہ ہے، اس لئے ان کی تربیت و اصلاح کی حتی المقدور ذمہ داری قدماء اور خصوصاً اہل علم مبلغین پر زیادہ ہے۔

حضرت مولانا کو بھی اس ذمہ داری کا احساس بدرجۂ اتم تھا۔ پرانوں کے مجمع میں آپ کی اصلاحی باتیں خوب ہوتیں۔ مکتوبات میں بڑے درد بھرے انداز سے اصلاحی بات تحریر فرماتے۔ ایک گرامی نامہ میں ساتھیوں کی بے اصولیوں پر غصہ نہ کرنے کے متعلق کتنا خوب لکھا:

''ایک بڑے اصول کی بات یہ ہے کہ کسی کی غلطی اور بے اصولی پر غصہ نہ ہونا، ورنہ اپنے اندر فساد آجائے گا۔ ہاں غمگین ہونا اور غمزدہ ہوکر اس کے لئے دعائیں کرنا اس سے اپنی اصلاح ہوگی۔ غصہ ہونے کا مقام ہر ایک کا نہیں ہے۔ یہ مقام یا تو استاذ کا ہے طالب علم پر، یا بادشاہ کا ہے رعیت پر، یا ماں باپ کا ہے اولاد پر، یا خاوند کا ہے بیوی پر۔ اس کے علاوہ اگر کوئی غصہ کرے گا تو شیطان ایسے شر کو لائے گا کہ غصہ کرنے والے کے اندر عیوب پیدا کر دیگا۔ اور اس کو اپنی اصلاح کی فکر نہیں رہے گی، دوسروں کی اصلاح کے پیچھے پڑا رہے گا، اور ان کی اصلاح ہونی مشکل ہے''۔

بیان ووعظ میں احتیاط

تبلیغ کے اصولوں میں سے یہ تو بہت اہم اور مشہور اصول ہے کہ مبلغین چھ نمبروں سے باہر نہ جائیں، اپنی بات چھ نمبروں میں کریں۔ مگر افسوس مبلغین اور ملکوں کے ذمہ داروں تک اس اصول کی خلاف ورزی میں مبتلا ہیں۔ بلکہ اب تو یہ حال ہورہا ہے کہ ہر چار مہینے لگانے والا بیان کرنے میں خودمختار ہے، جو زبان پر آیا بے دھڑک بول دیا۔ ارباب شوری اور ذمہ داروں سے، مدارس و مکاتب، خانقاہوں، تصنیف و تالیف، وعظ وتقریر کے متعلق ایسے جملے راقم کے کان نے خود سنے جنہیں نقل کرنے تک کی ہمت نہیں۔ بیانوں میں بے سند واقعات، ضعیف احادیث تو گویا بیان کا لازمی جز ہے۔ ان باتوں کی اصلاح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مولانا رقمطراز ہیں:

''اللہ تعالی ہمیں صحیح اصول سکھلادے اور اخلاص عطا فرمادے۔ ہم اپنے بیانوں میں بڑی غلطی اور بے اصولی کرتے ہیں۔ بہت سنبھل کر بات کہنے کی ضرورت ہے۔ ایسی حدیث نہ بیان کی جائے جو علماء میں مقبول نہ ہو، ایسا واقعہ نہ بیان کیا جائے جو بے سند ہو اور اس کی تصدیق نہ ہو اور علماء میں مشہور نہ ہو۔ کسی پر تنقید نہ ہو، اور کسی پر اعتراض نہ پڑے، نہ جماعتی حیثیت سے نہ انفرادی حیثیت سے۔ تو انشاء اللہ ہر ایک مستحسن سمجھے گا، اور بے اختیار اس کام کی طرف بڑھے گا''۔

علماء کا اکرام

تبلیغ کے بنیادی چھ نمبروں میں اکرام مسلم اور اکرام علماء کو جو شہرت حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ مگر افسوس کہ خاص طور پر علماء کا اکرام عموماً مبلغین میں بہت کم رہ گیا۔ اکرام تو دور کی بات علماء کی توہین اور اپنے ماتحت علماء کے ساتھ ظلم وزیادتی کے وہ واقعات دیکھے کہ

الامان والحفیظ۔حضرت مولاناؒ نے ایک ذمہ دار کے نام خط میں چند قیمتی اصول تحریر فرمائے ان میں ایک یہ ہے:

’’اہل علم اوراہل ذکر سے محبت کرنا خواہ وہ تبلیغ میں لگیں یا نہ لگیں،خواہ وہ موافقت کریں یا مخالفت کریں۔اوران کے سامنے تواضع سے پیش آنا اوران کی خدمت میں دعا کے لئے حاضر ہوتے رہنا۔کبھی تبلیغ کا علم سے یا ذکر سے مقابلہ نہ ڈالنا، بلکہ تینوں کوضروری سمجھنا۔اہل علم کواوراہل ذکرکوہدایا پیش کرتے رہنا، چاہے کم ہی ہو‘‘۔

اہل دعوت اصول کی پابندی کریں

جب بھی کوئی کام اصول کے ساتھ ہواس کے نتائج اچھے ہوتے ہیں۔بےاصولی ہر کام کے لئے بہت ہی مضر ہے۔عمل دعوت جتنا عظیم ہےاس کے اصول بھی اتنے ہی اہم ہیں۔اس لئے ضروری ہے کہ کام کرنے والے حضرات اصول کی پابندی کو لازم پکڑیں۔حضرت مولاناؒ بڑے اہتمام سے مبلغین کواصول کی پابندی کی طرف توجہ دلاتے تھے۔ایک گرامی نامہ میں تحریرفرماتے ہیں:

’’جواپنے نفس کوسامنے رکھ کر دوسروں میں دین کی محنت کرتارہےگا اصلاح ہوتی رہے گی،اوراپنے کو دین پر چلانا بھی آتا رہے گا،اور دین کی محنت کرنا بھی، بشرطیکہ دین کے اصول بھی صحیح اختیار کرے۔اگراصول میں غلطی ہوگی تو نہ اپنی زندگی بنے گی اور نہ محنت کرنا آئے گا۔اصولوں کا لحاظ بہت ضروری ہے۔اس کے بغیر فتنہ کا دروازہ کھل جانے کا خوف ہے۔حق تعالیٰ محفوظ فرمائیں‘‘۔

ایک اورگرامی نامہ میں تحریرفرماتے ہیں:

’’یہ عمل عظیم (دعوت وتبلیغ) بہت نازک اصولوں پر چلتا ہے۔اس میں نفس کی اصلاح

اسی وقت ہے، جب ان اصولوں کا لحاظ رکھا جائے۔ چھ نمبر بھی اپنے اندران اصولوں پر کام کرنے ہی سے جگہ پکڑتے ہیں۔ اگران کا لحاظ نہ رکھا جائے تو یہ چھ نمبر محض بیان کرنے سے فائدہ نہ ہوگا‘‘۔

ایک دوسرے مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں:

’’اگراپنے سے کوئی غلطی اور بے اصولی ہوتو وہ سوچنے سے سمجھ میں نہیں آسکتی، اس لئے اپنا مراقبہ ضروری ہے تا کہ اپنی اصلاح ہوتی چلی جائے ،اور بے اصولیاں نکلتی چلی جائیں،اوراصول پر پڑتے چلے جائیں۔ بیان کے بعد بھی ہر ایک اپنا مراقبہ کرے کہ میں نے اصولوں سے بیان کیا یا کوئی بے اصولی تو بیان میں سرزد نہیں ہوئی۔ ایسے ہی گشت و تعلیم میں اوراپنے اوراد ووظائف پورا کرنے میں اصولوں کا لحاظ رکھنا بہت ضروری ہے، خصوصاً نکلنے کے زمانے میں اصول کی پابندی اشد ضروری ہے۔ بڑے حضرت جی ؒ فرمایا کرتے تھے کہ: اللہ تعالی کی راہ میں نکلنے کے بعد بے اصولی کی مثال ایسی ہے جیسے پکتی ہوئی ہنڈیا میں ذراسی نجاست گر جائے تو تمام ہنڈیا ناپاک ہوجائے گی۔ اوراپنے مقام پرآکر بے اصولی کی مثال ایسی ہے جیسے ہنڈیا ٹھنڈی ہو یعنی جیسے اس کا سالن ٹھنڈا ہواور کوئی تھوڑی سی نجاست گرے تو پوری ہنڈیا ناپاک نہیں ہوگی بلکہ جہاں وہ نجاست گری ہے وہاں کا سالن نکال کر پھینکا جاسکتا ہے‘‘۔ (انتہی)

خدا کرے حضرت مولانا کے مکتوبات کے یہ اقتباسات ناظرین کے لئے مفید ثابت ہوں۔ اللہ تعالی تمام کام کرنے والوں کو اصولوں کے ساتھ دعوت کی مبارک محنت کی توفیق عطا فرمائے۔

حضرت مولانا خود اپنی ذات سے بھی اصولوں کا اہتمام فرماتے اور آپ کی یہ تمنا وآرزو

تھی کہ تمام پرانے کام کرنے والے اصولوں کو مضبوطی سے اپنی زندگی میں اتاریں۔

اس واقعہ سے میں نے یہ اصول اپنالیا

اصول پر حضرت مولانا کا ایک واقعہ یاد آگیا۔ حضرت نے فرمایا: میں نے چند آدمیوں کے سامنے یہ واقعہ بیان کیا کہ:

ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے حضور ﷺ سے عرض کیا کہ فلاں فلاں دو شخص آپ ﷺ کی تعریف کررہے تھے کہ آپ نے ان کو دو دو دینار دیئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: لیکن فلاں شخص میں نے اس کو دس سے لے کر سو تک اشرفیاں دیں، مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ پھر فرمایا کہ: بعض آدمی سوال کرتے ہیں اور میں ان کے سوال کی وجہ سے جو دیتا ہوں وہ بغل میں دبا کر لے جاتے ہیں، لیکن وہ اپنی بغل میں آگ دبا کر لے جاتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ پھر آپ دیتے کیوں ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: میں کیا کروں وہ بغیر مانگے رہتے نہیں اور اللہ تعالی میرے لئے بخل کو گوارا نہیں فرماتے۔ (فضائل صدقات، ص ۳۲۰)

اس پر ایک آدمی نے کہا میں اس واقعہ کو نہیں مانتا کہ نبی اپنے امتی کو آگ دیں۔ میں گھر آگیا تین کتابوں میں مجھے یہ قصہ ملا میں نے اسے دکھلایا، خیر وہ مان گیا۔ مگر اس واقعہ سے میں نے ایک بات سیکھی کہ کچھ حضرات حدیث کو اپنی عقل کی کسوٹی پر پرکھنا چاہتے ہیں، اگر عقل کے معیار پر اتری تو صحیح ورنہ ناقابل تسلیم۔ لہذا میں نے اس واقعہ سے یہ اصول اپنالیا کہ لوگوں کی فہم کے مطابق ان سے بات کرو "کلّموا النّاس علی قدر عقولهم"۔ [1]

---

[1]...... یہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا مقولہ ہے۔ مکمل اثر یہ ہے: "کلّموا النّاس علی قدر عقولهم أتحبّون ان یکذّب الله و رسوله" لوگوں سے ان کی ذہنی سطح اور فہم کے مطابق بات کرو، کیا تمہیں پسند ہے کہ کوئی (اپنی فہم اور ادراک سے بالا ہونے کی وجہ سے) اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو جھٹلائے۔

(المرتضی ص ۲۸۷)

حضرت کا ایک معمول

راقم الحروف کو کئی مرتبہ حضرت کی مجلس میں شرکت کا موقع ملا۔ حضرت کا یہ معمول برابر دیکھا ہر آنے والوں کا پورا اکرام فرماتے، کھانے پینے کی کسی بھی چیز سے تواضع فرماتے، پھر دعوت کی ترغیب دیتے۔

۱۴۰۸ھ مطابق ۱۹۸۸ء میں ہماری جماعت دورۂ حدیث کے لئے کراچی پہنچی، اس وقت حضرت کا قیام مکی مسجد میں تھا۔ ہم ملاقات کے لئے حاضر ہوئے' فوراً چائے کا حکم دیا، پھر تقریباً نصف گھنٹہ ہم سے باتیں فرماتے رہے، اور رات کو سب کی دعوت فرمائی، اپنے ساتھ بٹھا کر کھانا کھلایا۔

اسودان کے معنی کالا نہیں سردار کے ہیں

مرکز رائے ونڈ میں بعد نماز فجر اکثر حضرت کے ساتھ بیٹھنے کا موقع ملا۔ ایک مرتبہ جامعہ اشرفیہ لاہور کے طلبہ حاضر خدمت ہوئے۔ حضرت نے اپنی قدیم عادت کے موافق زمزم اور تمرِ مدینہ منورہ سے اکرام فرمایا، پھر مجلس شروع ہوگئی۔ دوران مجلس طلبہ سے سوال کیا: بتاؤ! حدیث میں آتا ہے کہ آپ ﷺ کا گذر ''اسودان'' پر ہوتا تھا اُس کے کیا معنی ہے؟ اور ''اسودان'' سے کیا مراد ہے؟ ایک طالب علم نے جواب دیا: ''اسودان'' کے معنی دو کالی چیز، اور مراد کھجور اور پانی ہے۔ مولانا نے پوچھا پانی کہاں کالا ہوتا ہے؟ اور کھجور بھی سب کالی نہیں ہوتی، بعض کالی بعض بلکہ عامۃً سرخ ہوتی ہیں۔ طلبہ جواب سے عاجز ہوگئے۔ پھر خود فرمایا: یہاں ''اسودان'' سے مراد کالا نہیں، بلکہ سردار ہے۔ پانی سارے مشروبات کا سردار اور تمر سارے ماکولات کی سردار ہے ''اسودان'' سَادَ یَسُودُ (شریف ہونا، سردار ہونا) سے ہے، سَوِدَ یَسوَد (کالا ہونا سے) نہیں۔ طلبہ حضرت مولانا کے اس

جواب پر حیران ہو گئے۔ ۱؎

بیعت وخلافت

حضرت مولانا کے بیعت وخلافت کی تفصیل کا علم تو نہ ہوسکا۔البتہ شروع جوانی میں حضرت اقدس حکیم الامت مولانا اشرف علی صاحب تھانوی سے اصلاحی تعلق قائم ہوا،اسی تعلق اور حضرت کی تصنیف کے مطالعہ نے دینی تعلیم کا شوق پیدا کردیا۔

بعد میں شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب نے آپ کو اجازتِ بیعت وخلافت عطا فرمائی۔

حضرت بنوری کا تأثر

محدث کبیر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری سے مولانا کا خصوصی تعلق تھا۔اپنے مدرسہ میں بہت اہتمام سے مولانا کو مدعو فرما کر وعظ کرواتے۔حضرت بنوری کا جب کبھی حجاز مقدس کا سفر ہوتا مسجد نور (مدینہ منورہ) ضرور تشریف لے جاتے۔

حضرت بنوری پر اپنے آخری سفر حجاز میں تبتّل کا عالم طاری رہتا تھا،کسی سے ملنا پسند

۱؎......''اسودان'' والی پوری روایت یہ ہے:

عن عروة عن عائشة انها كانت تقول : والله ! يا ابن اختى ! ان كنّا لننظر الى الهلال ثم الهلال ثم الهلال ، ثلاثة اهلة فى شهرين ، وما اوقد فى ابيات رسول الله صلى الله عليه وسلم نار ، قال : قلت : يا خالة ! فما كان يعشّيكم ؟ قالت الاسودان : التمر والماء۔

(مسلم ص۴۱۰ ج۲،باب الدنيا سجن المؤمن ، كتاب الزهد ، رقم الحديث :۷۴۵۲)

ترجمہ:......حضرت عروہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرمایا کرتی تھیں: میرے بھانجے! ہم ایک چاند دیکھتے، پھر دوسرا چاند دیکھتے، پھر تیسرا چاند دیکھتے، یوں دو مہینے میں تین چاند دیکھتے لیکن رسول اللہ ﷺ کے گھروں میں آگ نہیں جلتی تھی۔میں نے کہا: خالہ جان! پھر آپ کا گذارہ کس چیز پر ہوتا تھا؟ انہوں نے فرمایا: کھجور اور پانی پر۔

نہیں فرماتے، عصر سے عشا تک روضۂ اقدس پر مراقب رہتے۔ایک مرتبہ تراویح کے بعد تشریف فرماتھے کہ مولانا سعید احمد خان صاحب تشریف لے آئے حضرت پر انبساط کی کیفیت طاری ہوگئی، دیر تک اپنے دل کی باتیں کیں، اپنی بیماری کا تفصیلی حال ذکر فرمایا (غالباً اسی مجلس میں فرمایا:) تبلیغ کی حقانیت کا اندازہ مولانا سعید احمد خان صاحب کو دیکھ کر ہوتا ہے۔

مدینہ منورہ میں قیام اوراس کی فضیلت

مولانا نے تقریباً چالیس سال سے زائد اپنی زندگی کا زمانہ مدینہ منورہ میں گذارا، جس کے متعلق حدیث پاک میں حضرت ابو ہریرہ ؓ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

مجھے ایک بستی میں رہنے کا حکم دیا گیا جو ساری بستیوں کو کھالے گی، لوگ اس بستی کو یثرب کہتے ہیں، اس کا نام مدینہ ہے، وہ برے آدمیوں کو اس طرح دور کردیتی ہے جس طرح بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کردیتی ہے۔ (بخاری)

ایک اور روایت میں ارشاد ہے:

مدینہ میری ہجرت کی جگہ ہے اسی میں میری قیام گاہ ہوگی اور یہیں سے میں قیامت کے دن اٹھوں گا، لہذا میری امت کا حق ہے کہ وہ میری ہمسائیگی اختیار کرے، اگر میرا پڑوس اختیار کرکے گناہوں سے بچے تو میں قیامت کے دن اس کیلئے شفیع اور گواہ بنوں گا۔

(وفاءالوفاء، ماخوذ از: تاریخ مدینۃ المنورۃ، ص ۶۵)

حضرت کی ذات وہاں فقہ حنفی کا روشن مینار تھیں۔ ہزاروں مسائل، حج اور عمرہ کے بیشمار جزئیات اوران کے متعلق فقہی تحقیقات ہر وقت نوک زبان رہتی۔

مختلف اوقات میں مسجد نور میں متعدد کتابوں کی تدریس کا موقع بھی ملا۔حرمین شریفین میں آپ نے ایک عرصہ تک ریاض الصالحین، البدایہ والنہایۃ، الترغیب والترھیب کا مذاکرہ بھی فرمایا۔اس درس میں اعیان علماءشامل ہوتے تھے۔

اس مذاکرہ کی روح اور اصل مقصد دعوت نبوی کو سمجھانا اور اس کی کیفیت کو دلوں میں اتارنا تھا۔

مدینہ منورہ کی موت

خوش نصیب وسعادت مند ہیں وہ نفوس جنہیں مدینہ منورہ کا قیام اور وہاں کی ارض مقدس بطور مدفن مل جائے۔

حدیث میں ہے: جوشخص مدینہ طیبہ میں مرنے کی استطاعت رکھتا ہو اسے چاہئے کہ اسی جگہ مرے، قیامت کے دن شرف شفاعت اور میری شہادت باسعادت سے مشرف ہوگا۔

خود حضور پاک ﷺ بارگاہ خداوندی میں دعا فرمایا کرتے تھے کہ: الٰہی مجھے مدینہ طیبہ کی موت نصیب فرمانا، مکہ مکرمہ میں میری روح قبض نہ فرمانا۔(تاریخ المدینۃ المنورۃ ص ۶۱)

حق تعالیٰ نے حضرت مرحوم کو یہ سعادت نصیب فرمائی کہ طویل عرصہ ارض مقدس کا قیام اور ابدی آرام گاہ بھی وہیں بنادی۔

حق تعالیٰ حضرت مرحوم کے ساتھ خصوصی رحم وعفو کا معاملہ فرمائے، اور پوری امت کی طرف سے آپ کو بہترین بدلہ نصیب فرمائے، آمین۔

نوٹ:......حضرت کے یہ حالات ماہنامہ ''بینات'' کراچی، ذوالحجہ، محرم ۱۴۱۹ھ مطابق اپریل ومئی ۱۹۹۹ء۔ماہنامہ ''الفاروق'' کراچی، شوال ۱۴۱۹ھ مطابق فروری ۱۹۹۹ء۔ ماہنامہ ''ریاض الجنۃ'' جونپور، محرم ۱۴۲۰ھ مطابق مئی ۱۹۹۹ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

مولانا عبدالحفیظ صاحب

صوفی لاجپوری رحمہ اللہ

ولادت:......۲/صفر ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۰۹ء۔

وفات:......۲۸/جمادی الآخر ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۰/اکتوبر ۱۹۹۸ء۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

حضرت مولانا عبدالحفیظ صاحب صوفی لاجپوری رحمہ اللہ

مولانا عبدالحفیظ صاحب کا شمار قریہ لاجپور کے معمر علماء میں سے تھا۔آپ جامعہ ڈابھیل کے فاضل اور حضرت علامہ کشمیری کے تلامذہ میں سے تھے۔

ولادت

آپ کی ولادت ۲ رصفر ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۰۹ء، لاجپور میں ہوئی۔آپ کے والد محترم حضرت مولانا احمد میاں صاحب گجرات کے کبار علماء میں سے تھے اور جد بزرگوار حضرت شاہ سلیمان صوفی صاحب لاجپوری اپنے وقت اولیاء اللہ میں سے تھے۔

تعلیم وفراغت

لاجپور میں ابتدائی دینی ودنیوی اور اردو کی تعلیم مولانا محمد یوسف صاحب ومولانا مفتی مرغوب احمد صاحب سے حاصل کی، پھر فارسی مولانا حکیم عبدالحئی صاحب اور مولانا ابراہیم صاحب اور مولانا سید قاضی عبدالحئی صاحب پڑھی۔تھوڑی مدت پالنپور میں بھی رہے۔

عربی کی ابتدائی کتابیں دارالعلوم دیوبند میں دوسال رہ کر پڑھیں۔چند درجات عربی کے راندیر میں پڑھ کر جامعہ ڈابھیل میں داخل ہوئے اور دوسال قیام کر کے ۱۳۴۹ھ میں سند فراغت حاصل کی۔

اساتذہ

حضرت مولانا بدر عالم صاحب میرٹھی سے ''مشکوۃ''، حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب سیوہاروی سے ''جلالین''، حضرت مولانا سراج احمد صاحب رشیدی سے ''ابوداؤد'' حضرت مولانا شبیر احمد صاحب سے ''مسلم شریف'' اور حضرت علامہ انور شاہ صاحب سے

’’بخاری شریف‘‘ پڑھی۔

سفر رنگون

فراغت کے بعد ۱۹۳۹ء میں رنگون (برما) تشریف لے گئے اور درس وتدریس کے ساتھ حضرت مولانا مفتی مرغوب احمد صاحب کے فتاوی کے نقل کی خدمت انجام دی۔

سفر پاکستان

تقسیم ہند کے بعد پاکستان کا سفر فرمایا اور وہاں برسوں مقیم رہے۔

اوصاف

طبیعت میں سادگی تھی۔ آہستہ آہستہ بات کرنے کے عادی تھے۔ کئی مرتبہ ناگواری کے وقت تیز لہجہ میں گفتگو اور غصہ کا سماں ابھی تک نظروں کے سامنے ہے۔

راقم الحروف نے مولانا کی ملاقات کراچی میں ان کے مکان پر کی۔ بڑی محبت سے ملے اور مہمان نوازی کا حق ادا کر دیا۔ کئی مرتبہ گھر جانا ہوا جب بھی دیکھا آپ کو مطالعہ میں مصروف پایا۔

حضرت مولانا عبدالعلی صاحب میرٹھی (محدث وصدر مدرس مدرسہ عبدالرب دہلی وتلمیذ حضرت نانوتوی) حضرت حکیم الامت وغیرہ بزرگوں کی زیارت کرنے والوں میں سے تھے۔

سلسلہ نقشبندیہ کے ایک بزرگ حضرت مولانا غلام محمد مجددی نقشبندی سے بیعت اور اصلاح کا تعلق تھا۔

وفات

زندگی کے آخری ایام لاجپور میں گذارے۔ صحت کی خرابی کے باعث پاکستان کا قیام

ترک کر کے وطن آ گئے تھے۔ چند سال صاحب فراش رہے۔ بالآخر ۲۸؍ جمادی الاخری ۱۴۱۹ھ مطابق ۲۰؍اکتوبر ۱۹۹۸ء شب منگل رحلت فرمائی۔ نماز جنازہ حضرت مولانا مفتی احمد صاحب خانپوری دامت برکاتہم (صدر مفتی جامعہ ڈابھیل) نے پڑھائی اور اپنے والد بزرگوار حضرت مولانا احمد میاں صاحب کے پہلو میں دفن ہوئے، رحمہ اللہ۔

حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمہ اللہ

ولادت:......۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء۔

وفات:......۱۳رصفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۸رمئی ۲۰۰۰ء، بروز جمعرات۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیتہ

پاکستان کے مشہور ومعروف بزرگ، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا وحضرت ڈاکٹر عبدالحئی عارفی کے خلیفۂ مجاز، جامعہ بنوری ٹاؤن کے استاذ حدیث، تحریک ختم نبوت کے نائب صدر، بے مثال صاحب قلم و متعدد کتابوں کے مصنف حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانویؒ کو کراچی میں دن دھاڑے نامعلوم قاتلوں نے شہید کر دیا ''انا للہ وانا الیہ راجعون''۔ ے

شہادت کی دعاؤں نے اثر دکھلا دیا اپنا بالآخر راہ حق میں خون تک بکھرا دیا اپنا

حضرت کا وجود اس دور میں امت مسلمہ کے لئے ان معدودے چند ہستیوں میں سے تھا جن سے دین اسلام کی حفاظت کا کام لیا جا رہا تھا۔

حق تعالی نے آپ کو عالمانہ وقار و متانت، خلق خدا کے ساتھ شفقت ومحبت، علوم ظاہری و باطنی میں شان کمالیت عطا فرمائی تھی۔

خداوند قدوس نے آپ سے دین کے مختلف شعبوں میں قابل قدر بلکہ قابل رشک کام لیا۔ درس وتدریس، دعوت وتبلیغ، وعظ وتقریر، تصنیف وتالیف کے ساتھ بیعت وتزکیۂ نفس کے طبیب کی حیثیت سے بھی آپ بلند مقام پر فائز تھے۔

فرقۂ باطلہ کی تردید اور جدید تعلیم یافتہ افراد کے دانستہ یا نادانستہ اسلام کی خلاف کئے گئے اعتراضات اور لکھے گئے رسائل ومضامین کے بامعنی تحقیقی ومسکت اور علمی جوابات دینے میں تو انہیں یقیناً ید طولی حاصل تھا۔

وسعت مطالعہ، علم میں پختگی، اکابر واسلاف کے علوم پر کامل اعتماد اور قبولیت عامہ کے باوجود آپ میں بے مثال تواضع، عبدیت، کسر نفسی پائی جاتی تھی۔ تحریرات میں جابجا ''ناکارہ'' کا لفظ بہت کثرت سے استعمال فرماتے۔

علوم ظاہری کے لئے آپ نے حضرت مولانا عبداللہ صاحب رائے پوری، حضرت مولانا عبدالشکور صاحب کامل پوری، حضرت مولانا مفتی عبداللہ صاحب ڈیروی، حضرت مولانا محمد شریف صاحب کشمیری، حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری جیسے اساطین علم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا، تو حق تعالی نے علوم باطنی کے لئے حضرت مولانا خیر محمد صاحب جالندھری، حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب اور حضرت ڈاکٹر عبدالحیٔ صاحب عارفی جیسے مشائخ عصر سے اکتساب فیض کا موقع عنایت فرمایا۔

حضرت کی ان خداداد قابلیت وصلاحیت کو بہت پہلے سے حضرت بنوری کی نظر انتخاب نے بھانپ لیا اور اس ''ہیرے'' کی جوہری کی طرح قدر کی اور اپنے قریب بلا کر تربیت فرمائی اور مدرسہ کی خدمت کے ساتھ اپنا مقبول وشہرت یافتہ ماہنامہ ''بینات'' کی ادارت کی ذمہ داری بھی سپرد فرمائی۔ مرحوم نے آخری سانس تک اس کی خدمت کی اور بلا مبالغہ حضرت مرحوم کا اداریہ ''بینات'' کی جان تھا افسوس حضرت کی شہادت سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا جس کا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے۔

تواضع اور کسر نفسی

جن حضرات کو حقیقت کبری تک رسائی اور حق تعالی شانہ کی معرفت نصیب ہو جاتی ہے انہیں (اپنے تمام کمالات کے باوصف) اپنا وجود ہیچ در ہیچ نظر آتا ہے، یہی عبدیت و فنائیت کا وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر وہ اکابر یہ ارشاد فرماتے ہیں: ''تیرا وجود ہی ایک ایسا گناہ ہے جس کے برابر اور کوئی گناہ نہیں''۔

حضرت کو اللہ تعالی نے اسی معراج کمال پر فائز فرمایا تھا۔ آپ انتہائی تواضع کے حامل تھے، ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''یہ ناکارہ آنحضرت خاتم النبیین وسید المرسلین ﷺ کا ادنی ترین اور نالائق امتی ہے اور اپنی روسیاہی ونالائقی میں پوری امت محمدیہ (علی صاحبھا الف الف صلوۃ و سلام) میں شاید سب سے بڑھ کر ہے''۔ (مرزا طاہر کے جواب میں ص۵)

ایک اور جگہ تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت شیخ نور اللہ مرقدہ سے اس روسیاہ کا تعلق استوار کردیا، ورنہ میری نالائقی و گندگی اور روسیاہی تو حضرت کے منتسبین میں شمار کئے جانے سے بھی مانع تھی اور ہے''۔

(حضرت شیخ مولانا محمد زکریا اوران کے خلفاء کرام ص ۱۳۱ ج ۱)

امید وخوف

ایمان نام ہے امید وخوف کا'' الایمان بین الرجاء والخوف ''مولانا نے اپنے متعلق ایسے ایسے الفاظ تحریر فرمائے ہیں جن سے کسی کو ناامیدی کا شائبہ پیدا ہوسکتا ہے، چنانچہ ایک صاحب نے حضرت شیخ الحدیث صاحب کی سوانح کے متعلق لکھا کہ اس کتاب کو پڑھ کر میرا تو یہ حال ہے کہ اپنے آپ سے نفرت ہونے لگتی ہے کہ کیا ہم بھی انسان ہیں اور ایک مایوسی چھا جاتی ہے۔ حضرت اسے جواباً تحریر فرماتے ہیں:

ایک تأثر تو یہ ہے جو آپ نے لکھا ہے اور ایک تأثر ہے جو بے حد امید افزا اور راحت بخش، وہ یہ ہے کہ اگرچہ ہم اس لائق بھی نہ تھے کہ انسانوں میں شمار ہوتے مگر مالک کا کس قدر احسان عظیم اور کیسی عنایت ورحمت ہے کہ ہمیں اپنے ایسے مقبول بندوں سے وابستہ فرمادیا ہے اور انہوں نے یہ عنایت بغیر کسی استحقاق کے فرمائی ہے تو ان کی رحمت وعنایت سے امید ہے کہ اس نسبت کی لاج رکھیں گے اور ہمیں ان مقبولان الٰہی کی معیت نصیب فرمائیں گے انشاء اللہ ثم انشاء اللہ۔

گرچہ از نیکاں نیم لیکن بہ نیکاں بستہ ام در ریاض آفرینش رشتہ گلدستہ ام

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۳۸۰ ج ۷)

شرم و حیا

حدیث پاک میں حیا کو پورا دین فرمایا۔ ایک حدیث میں حیا کو ''خیر کله'' فرمایا۔

(الحیاء هو الدین کله، الحیاء خیر کله، فیض القدیر ص ۵۶۷ ج ۳ رقم الحدیث ۳۸۶۲، ۳۸۶۳)

اور ''الحیاء من الایمان''۔ (فیض القدیر رقم الحدیث ۳۸۵۹)

تو مشہور ہی ہے۔

حضرت کی طبیعت میں کیسی حیا تھی اس کا اندازہ اس بات سے لگائیے کہ ایک خاتون نے اخبار جنگ (۲/ستمبر ۱۹۹۴ء) میں ایک مضمون لکھا کہ عورت خود خلع لے سکتی ہے اور عدالت بھی شوہر کی رضامندی کے بغیر خلع دے سکتی ہے۔ ظاہر ہے یہ نظریہ محترمہ کا اپنا اجتہاد تھا۔ فقہاء امت اس مسئلہ پر متفق ہیں کہ خلع ایک ایسا معاملہ (عقد) ہے جو فریقین (میاں بیوی) کی رضامندی پر موقوف ہے۔ خاتون کے اس مضمون کی تردید میں حضرت کو مجبوراً لکھنا پڑا۔ موصوف مضمون کے ابتدا میں تحریر فرماتے ہیں:

''ایک نامحرم خاتون کا نام لیتے ہوئے بھی طبعی طور پر شرم و حیا مانع آتی ہے، چہ جائیکہ ایک خاتون کی تردید میں قلم اٹھایا جائے، اگر محترمہ نے یہ مضمون اپنے والد، بھائی یا شوہر کے نام سے شائع کر دیا ہوتا تو اس کی تردید میں یہ طبعی حجاب مانع نہ ہوتا۔

(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۳۰ ج ۵)

اکابر کی اتباع

مشائخ کی اتباع میں اور ان کے سامنے سر تسلیم خم کرنے میں آدمی کی حفاظت ہے اور

عافیت بھی۔ خصوصاً اس دور پرفتن میں طریقۂ اسلاف سے انحراف نہ صرف یہ کہ مضر ہے بلکہ خواص وعوام کے اعتماد کو بھی اٹھا دیتا ہے۔ حضرات اکابر کی اتباع کے متعلق کتنی عمدہ بات تحریر فرماتے ہیں:

''اصاغر کا کام اکابر کی اتباع وتقلید اور ان کے نقش قدم پر چلنا ہے نہ کہ ان کی اصلاح۔ یہ ناکارہ اپنے اکابر کا کمترین نام لیوا ہے اور اپنے اکابر کو ارباب قوت قدسیہ سمجھتا ہے۔ دوسرے لوگ برسوں کی جھک مارنے کے بعد جس نتیجہ پر پہنچیں گے میرے اکابر اپنی فراست اور قوت قدسیہ کی برکت سے پہلے دن اس نتیجہ پر پہنچ چکے تھے''۔

(بینات ص ۴۶ محرم ۱۴۱۶ھ)

سلف کی کتابوں کے مطالعہ کا ذوق

علم کی ترقی کے اسباب میں مطالعہ ایک اہم سبب ہے، مگر کتابوں میں مطالعہ کے لئے کونسی کتب کا انتخاب کیا جانا چاہئے؟ اپنے اساتذہ کی نصائح میں یہ بات متعدد مرتبہ سنی کہ اسلاف واہل اللہ کی کتابوں کو حرز جان بناؤ اس لئے کہ مصنف کے اخلاص ونظریات کا قاری قدرتی اثر لیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ علماء عوام کے لئے یہ ہدایت فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کے خلاف عقیدہ رکھنے والے مصنفین کی تالیفات کے مطالعہ سے پرہیز کیا جائے۔ حضرت مطالعہ کے باب میں اپنا ذوق بیان فرماتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''اس ناکارہ کو اکابر سلف کی کتابوں سے اکتاہٹ نہیں ہوتی نہ ان کے مطالعہ سے سیری ہوتی ہے، لیکن ہمارے جدید محققین کے اسلوب وانداز سے ایسی وحشت ہوتی ہے کہ ان کی کتابوں کے چند صفحے دیکھنا بھی اس ناکارہ کے لئے اچھا خاصا مجاہدہ ہے''۔

(بینات ص ۳۱، محرم ۱۴۱۶ھ)

فرقۂ باطلہ کی تردید

اہل سنت والجماعت کے خلاف جو بھی فرقے اٹھے اور انہوں نے اپنے باطل وغلط نظریات کی اشاعت وترویج میں اشتہارات، رسائل وکتب کی شکل میں جتنا لکھا حضرت نے اپنی خداداد صلاحیت اور تحریری پرکشش قابلیت سے نرالے وتحقیقی انداز میں ان کا خوب وکامیاب تعاقب کیا۔مولانا اپنے اس ذوق کا تذکرہ اس طرح فرماتے ہیں:

''یہ ناکارہ زندگی بھر ملحدین ومارقین سے نبرد آزما رہا اور اس کا ہمیشہ یہ ذوق رہا۔

تیغ براں بہر از زندیق باش   اے مسلماں پیر وصدیق باش

لیکن اپنوں کی لڑائی میں ''دخل در معقول'' سے یہ ناکارہ ہمیشہ کتراتا رہا''۔

(بینات ص۳۲، محرم ۱۴۱۶ھ)

حضرت کا ایک خواب اور مولانا یوسف متالا صاحب کی تعبیر

حضرت نے اپنے پیر ومرشد حضرت شیخؒ کی ایک تفصیلی سوانح مرتب فرمائی جس کی ضخامت چھ سو سے زائد صفحات ہیں۔اس کتاب کے دیباچہ کی تحریر کے وقت نماز فجر اور اشراق سے فراغت پر آرام کے درمیان حضرت شیخؒ کی زیارت منامی نصیب ہوئی۔خواب کی کیفیت خود حضرت کی زبانی سنئے:

''سر پر عمامہ، ہاتھ میں عصا، ریش مبارک کے زیادہ بال سیاہ، جوانوں کی طرح بڑی تیزی سے چل رہے ہیں، نماز کا وقت قریب ہے، نماز کے بعد میں غسل کے لئے چلا گیا مجھے خیال ہوا کہ حضرت جانے کی تیاری میں ہیں ایسا نہ ہو کہ میرے غسل سے فارغ ہونے سے پہلے تشریف لے جائیں، میں نے وہی سے پکار کر کہا کہ حضرت تشریف نہ لے جائیں میں ابھی حاضر ہوتا ہوں، حضرت کی آواز میرے کانوں میں آئی بہت اچھا، غسل کرتے

ہوئے سوچتا ہوں کہ حضرت تو وصال فرما چکے ہیں اور آپ کو تو جنت البقیع میں دفن کیا جا چکا ہے آپ کیسے تشریف لے آئے ؟ خیال آیا کہ یہ بات حضرت ہی سے پوچھ لینی چاہئے، چنانچہ غسل سے جلدی جلدی فارغ ہو کر آیا تو دیکھا کہ حضرت ایک پلنگ پر لیٹے ہیں، میں معانقہ کے لئے بے ساختہ حضرت سے لپٹ گیا اور فرط محبت سے رخسار مبارک اور پیشانی مبارک کو اس طرح چومنے لگا جیسے معصوم بچوں کو پیار سے چومتے ہیں۔ حضرت کی حیات مبارکہ میں اس ناکارہ پر آپ کے رعب و ہیبت کا ایسا غلبہ تھا کہ سلام اور مزاج پرسی کے وقت بھی زبان گنگ ہو جاتی تھی، مجھے حیرت تھی کہ آج انس و محبت کی ایسی کیفیت غالب ہے کہ رعب و ہیبت کا نام و نشان نہیں۔ میں نے بے تکلفی سے عرض کیا حضرت! آپ وہی ہیں جن کو ہم جنت البقیع میں دفن کر آئے تھے؟ فرمایا ہاں وہی ہوں، عرض کیا کہ حضرت! حیات فی القبر تو اپنا عقیدہ ہے مگر آپ دنیا میں دوبارہ کیسے تشریف لے آئے؟ فرمایا حکومت مصر کی مدد سے آیا ہوں۔ اس کے بعد حضرت قبر کی کیفیت بیان فرمانے لگے ہی تھے یکا یک آنکھ کھل گئی''۔ (حضرت شیخ الحدیث اور ان کے خلفاء کرام ص ۲۹)

حضرت مولانا محمد یوسف متالا صاحب مدظلہ جنہیں اللہ تعالی نے گونا گوں صفات کے ساتھ تعبیر رؤیا میں بھی خاص ملکہ عطا فرمایا ہے' نے اس خواب کی تعبیر میں فرمایا:

''یہ خواب تمہاری کتاب کی پسندیدگی کی علامت ہے اور حکومت مصر سے اشارہ میری طرف ہو سکتا ہے حضرت نے نام کی مناسبت سے مزاحاً مجھے ''شاہ مصر'' فرمایا، چونکہ میں تمہاری لئے اس کتاب کی تالیف اور اس کی وجہ سے خواب میں حضرت کی زیارت کا سبب بنا ہوں اس لئے فرمایا کہ حکومت مصر کی مدد سے آیا ہوں''۔ (حوالۂ بالا ص ۳۰)

حضرت نے یہ کتاب مولانا یوسف صاحب مدظلہ کی درخواست و تحریک پر تالیف فرمائی تھی۔

حضرت تھانوی کا ارشاد کہ آپ کو فارسی آ گئی

مولانا مرحوم کے خواب کا تذکرہ آ گیا تو نامناسب نہ ہوگا کہ موصوف کا ایک اور خواب بھی ذکر کر دوں۔ ویسے مرحوم نے اپنے متعلق لکھا ہے کہ:

''اس نا کارہ کو خواب بھی شاذ و نادر ہی آتے ہیں اور اپنے خوابوں پر اعتماد بھی نہیں''۔

حضرت نے حضرات مبلغین اور خصوصا اپنے مرشد حضرت شیخ کے ایماء پر تبلیغی نصاب کا فارسی میں ترجمہ فرمایا، ترجمہ کی تکمیل پر خواب میں حکیم الامت حضرت تھانوی کی زیارت ہوئی، حضرت تھانوی نے فرمایا: آپ کو فارسی آ گئی اور آپ نے میری کتابوں کا فارسی میں ترجمہ کر دیا، پھر حکیم الامت نے استفسار فرمایا آپ کو عربی آتی ہے؟ مرحوم نے اثبات میں جواب دیا تو سوال کیا ''جرس'' کے کیا معنی ہیں؟ مرحوم نے معنی بتلائے اس پر حکیم الامت نے انتہائی مسرت وابتہاج میں حافظ کی پوری غزل سنائی جس کا ایک مصرع یہ ہے، ع

جرس فریاد می دارد کہ بر بندید محملہا

مرحوم نے سفر حج کے موقع پر حضرت شیخ کو یہ خواب سنایا تو حضرت شیخ نے فرحت و مسرت میں ایک خاص کیفیت کے ساتھ فرمایا: ''حضرت نے میری کتابوں کو اپنی کتابیں فرمایا''۔

اپنے فتاوی کے متعلق گذارش

فتوی نویسی جس قدر عظیم منصب ہے اسی قدر اس میں احتیاط بھی از حد ضروری ہے، آداب افتاء میں ایک مستقل عنوان ''فتوی دینے میں احتیاط'' کا بھی ہے۔ راقم نے اس موضوع کو اپنی کتاب ''فقہ وفتوی'' میں تفصیل سے بیان کیا ہے اور وہ ''مرغوب الفتاوی'' جلد اول کے مقدمہ میں بھی شائع ہو چکا ہے۔

حضرت اپنے فتاوی کے متعلق ایک سوال کے جواب میں کتنے عجیب انداز سے تحریر

فرماتے ہیں:

''یہ ناکارہ اپنے محدود علم کے مطابق مسائل حزم واحتیاط سے لکھنے کی کوشش کرتا ہے، مگر قلت علم اور قلت فہم کی بنا پر کبھی جواب میں غلطی یا لغزش کا ہوجانا غیر متوقع نہیں، اس لئے اہل علم سے بار بار التجا کرتا ہے کہ کسی مسئلہ میں لغزش ہوجائے تو ضرور آگاہ فرمائیں تاکہ اس کی اصلاح ہوجائے''۔ (آپ کے مسائل اور ان کا حل''ص ۲۲۹ ج ۳)

''جو باتیں اس ناکارہ نے گذارش کی ہیں، اگر اہل علم اور اہل فتوی ان کو غلط قرار دیں تو اس ناکارہ کو ان سے رجوع کر لینے میں کوئی عار نہیں ہوگی''۔ (حوالۂ بالا ص ۲۳۱ ج ۳)

چند تحریری نمونے

راقم الحروف کو متعدد مرتبہ حضرت کی زیارت کا موقع نصیب ہوا، چند مواقع مواعظ و مجالس میں شرکت کے بھی ملے، مگر حضرت کی زیادہ صحبت ان کی تحریرات ومضامین اور ان کی تالیفات کے مطالعہ کے وقت رہی اور یہ غائبانہ صحبت حضرت کی محبت اور عقیدت میں اضافہ ہی کرتی رہی۔ کئی مرتبہ تنہائی میں حضرت کی کوئی کتاب یا رسالہ ہاتھ میں ہوتا اور بے اختیار زبان'' سبحان الله ، الله اکبر '' کا نعرہ بلند کردیتی۔ ایسا بھی ہوا کہ فرقۂ باطلہ کے رد میں مولانا کے دنداں شکن جوابات کے عجیب جملے پڑھ کر ہنسی آجاتی تو ایک طرف درد بھری مخلصانہ سطریں آنکھوں سے آنسو بہادیتی۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند اقتباسات ناظرین کی خدمت میں بھی پیش کروں۔

پردے کے متعلق جناب عمر عثمانی پر پُر لطف تنقید

جناب عمر احمد عثمانی (صاحب اعلاء السنن حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی صاحب کے صاحبزادے) نے پردے کے متعلق اپنے ذاتی خیال سے یہ لکھا کہ شرعی پردے کے متعلق

قرآن مجید نے عام مسلمان خواتین کو یہ ہدایات دی ہیں:

(۱)......اپنی نظریں نیچی رکھیں

(۲)......بے حیائی کی مرتکب نہ ہوں الخ۔

(۳)......گھر سے باہر نکلیں تو جلباب (اوڑھنی) اوڑھ لیا کریں، پھر نتیجہ نکالتے ہیں کہ عورتوں کو چہرہ چھپانے کی ضرورت نہیں، کیونکہ آپ ﷺ کے عہد مبارک میں عورتیں اپنے چہروں کو کھول کر خود بارگاہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا کرتی تھیں اور آپ ﷺ نے کبھی ناگواری کا اظہار نہیں فرمایا۔

حضرت نے جناب عمر عثمانی صاحب کی اس ذاتی رائے کا تفصیل سے جواب دیا ہے۔

(دیکھئے آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۲۷ ج ۷)

اس کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

''موجودہ دور کے روشن خیال حضرات جن کی ترجمانی جناب عمر عثمانی کر رہے ہیں خدا نخواستہ جنت میں تشریف لے گئے تو شاید وہاں بھی ''حوران بہشتی'' میں آزادئ مغرب کی تحریک چلائیں گے اور جس طرح آج مولویوں کے خلاف احتجاج ہو رہا ہے یہ وہاں حق تعالیٰ کے خلاف احتجاج کریں گے کہ ان مظلوموں کو ''مقصورات فی الخیام'' کیوں رکھا ہے، انہیں آزادانہ گھومنے پھرنے اور اجنبی مردوں سے گھلنے ملنے کی آزادی ہونی چاہئے''۔

(دیکھئے! آپ کے مسائل اور ان کا حل ص ۴۴۶ ج ۷)

مولانا مودودی صاحب کے متعلق

مولانا مودودی صاحب کے کمالات میں سب سے نمایاں کمال ان کی تحریری قابلیت سمجھی جاتی ہے۔ مرحوم مولانا مودودی صاحب کے اس وصف کے متعلق لکھتے ہیں:

''مولانا مودودی کی تمام ذاتی خوبیوں اور صلاحیتوں کا کھلے دل سے اعتراف کرتے ہوئے مجھے موصوف سے بہت سی باتوں میں اختلاف ہے......اول مولانا کے قلم کی کاٹ اورشوخی ان کی سب سے بڑی خوبی سمجھی جاتی ہے، مگراس ناکارہ کے نزدیک ان کی سب سے بڑی خامی شاید یہی ہے ان کا قلم مؤمن وکافر دونوں کے خلاف یکساں کاٹ کرتا ہے ....جب وہ تہذیب جدیداورالحادوزندیقہ کے خلاف قلم اٹھاتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا شیخ الحدیث گفتگو کررہا ہے اور دوسرے ہی لمحے جب وہ اہل حق کے خلاف خامہ فرسائی کرتے ہیں تو محسوس ہوتا ہے کہ مولانا نے مسٹر پرویزیا غلام احمد قادیانی کا قلم چھین لیا ہے''۔(اختلاف امت اورصراط مستقیم ص۱۰۸ج۱)

حضرات صحابہ کرام نبی کریم ﷺ کی وہ تربیت یافتہ جماعت ہے جنہیں حق تعالی کی طرف سے ''رضی اللہ عنھم ورضوا عنہ'' کا پروانہ ملا،اس مقدس جماعت کے خلاف مولانا مودودی صاحب کے قلم سے جو جملے نکلے ہیں ان کے متعلق مولانا مرحوم تحریرفرمایا:

''صحابۂ کرام کے بارے میں مولانا مودودی کے قلم سے جو کچھ نکلا اور جس کی صحت پر ان کو اصرار ہے، میں اسے خالص رفض وتشیع سمجھتا ہوں اور مولانا کی ان تحریروں کے مطالعہ کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ وہ جس طرح بارگاہ نبوت کے ادب ناشناس ہیں، اسی طرح مقام صحابیت کی رفعتوں سے بھی ناآشنا ہیں''۔(اختلاف امت اورصراط مستقیم ص۱۱۱ج۱)

علم فقہ کے متعلق مولانا مودودی صاحب کا ایک اقتباس نقل کر کے رقمطراز ہیں:

''اکابرامت کے بارے میں مولانا کی یہ تحریر پڑھتا ہوں تو مجھے یہ فیصلہ کرنا مشکل ہوجاتا ہے کہ مولانا یہ عبارت لکھتے وقت غنودگی کی حالت میں تھے یا وہ خارجیوں کی طرح اسلاف امت کو واقعۃً خارج از اسلام سمجھتے ہیں''۔(اختلاف امت اورصراط مستقیم ص۱۳۳ج۱)

قرآن کی چار اصطلاحیں الہ، رب، دین، عبادت کے بارے میں مولانا مودودی صاحب کا جو نظریہ ہے وہ علماء امت سے مخفی نہیں۔ مولانا مرحوم مولانا مودودی صاحب کے اس نظریہ کو نقل فرما کر لکھتے ہیں:

''ممکن ہے مولانا کے نیاز مندوں کے نزدیک ان کی یہ تحقیق ایک لائق قدر علمی انکشاف کہلانے کی مستحق ہو مگر میں اسے قرآن کریم کے حق میں گستاخی اور امت اسلامیہ کے حق میں سوءظن بلکہ تہمت سمجھنے اور کہنے پر مجبور ہوں......خدانخواستہ مولانا مودودی عالم وجود میں قدم نہ رکھتے اور قرآن کریم کی ان چار اصطلاحوں کی گرہ نہ کھولتے تو کوئی بندۂ خدا خدا کی بات نہ سمجھ پاتا.....مجھے مولانا کا پاس ادب ملحوظ نہ ہوتا تو میں اس نظریہ کو خالص جہل بلکہ جنون سے تعبیر کرتا''۔(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص۱۴۹ ج۱)

حاظر و ناظر

حاظر و ناظر کے متعلق بحث کے آخر میں تحریر فرماتے ہیں:

''بعض لوگ نہ صرف آنحضرت ﷺ کے بارے میں بلکہ تمام اولیاء اللہ کے بارے میں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ وہ ہر جگہ حاظر و ناظر ہوتے ہیں، مجھے ان حضرات کی سخاوت پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ کتنی فیاضی سے اللہ تعالیٰ شانہ کی صفات اس کی مخلوق میں تقسیم کرتے پھرتے ہیں''۔(اختلاف امت اور صراط مستقیم ص۳۴ ج۱)

راقم الحروف حضرت کے بکثرت ایسے اقتباسات نقل کرنا چاہتا تھا، مگر اس مختصر مضمون میں اتنے ہی پر اکتفا کرتا ہے۔

واقعۂ شہادت

۱۳/صفر ۱۴۲۱ھ مطابق ۱۸/مئی ۲۰۰۰ء بروز جمعرات آپ حسب معمول دفتر ختم نبوت

جانے کے لئے جہاں آپ گذشتہ تقریبا بیس سال سے تشریف لے جاتے تھے اپنی گاڑی میں روانہ ہوئے۔ڈرائیور جناب عبدالرحمٰن کے پیچھے کی سیٹ پر تشریف فرما تھے،معمول کے مطابق سبزی فروش کے سامنے کار رکی دفعتاً دو نا معلوم افراد نے آتے ہی اولا ڈرائیور پر حملہ کیا جس سے وہ ایک طرف ڈھلک گیا،اس کے فورا بعد حضرت پر چار فائر کئے جس سے آپ نے جام شہادت نوش فرمایا ''انا للہ وانا الیہ راجعون '' وفات سے تین روز قبل آپ نے شہادت کی دعا مانگی حق تعالی نے اسے شرف قبولیت بخشا ؂

شہادت ہے مطلوب و مقصود مؤمن
نہ مال غنیمت نہ کشور کشائی

مولانا کی شہادت کی خبر آناً فاناً ملک و بیرون ملک پھیل گئی،تھوڑی دیر میں مرحوم اوران کے رفیق عبدالرحمٰن کا جسد خاکی جامع مسجد فلاح پہنچا،لوگوں کا رخ مسجد فلاح کی طرف تھا۔

جس شہید میں سات شرطیں پائی جائیں اس کا حکم یہ ہے کہ اس کو غسل نہ دیا جائے اور اس کا خون اس کے بدن سے صاف نہ کیا جائے،البتہ خون کے علاوہ کوئی اور نجاست اس کے بدن یا کپڑوں پر لگی ہو تو اسے دھو دیا جائے۔(شامی، باب الشهيد)

حضرت اوران کے رفیق کو بھی شہادت کی وجہ سے غسل نہیں دیا گیا۔تکفین کے بعد حضرت کی نعش مبارک زیارت کے لئے رکھ دی گئی۔جنازہ اٹھنے تک جم غفیر نے زیارت کی۔نماز جنازہ کے لئے یہ اعلان ہو چکا تھا کہ پاکستان کی مشہور دینی درسگاہ جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن میں ہوگی،جہاں مرحوم نے زندگی کا طویل عرصہ گذارا تھا۔جب جنازہ اٹھانے کا اعلان ہوا تو آدمیوں کا سمندر کندھا دینے کی سعادت حاصل کرنے کے لئے مستعد تھا۔جنازہ ایک کھلے ٹرک میں رکھ دیا گیا تھا جسے پکڑ کر لوگ الفلاح مسجد سے

بنوری ٹاؤن تک پہنچے۔نماز جنازہ شیخ المشائخ حضرت مولانا خواجہ خان محمد صاحب مدظلہ نے پڑھائی۔بقول مفتی جمیل احمد صاحب :محتاط اندازے کے مطابق نماز جنازہ میں چھ سات لاکھ آدمیوں کا مجمع تھا۔بنوری ٹاؤن سے جیل روڈ تک صفیں لگ گئیں تھیں۔ایک اخباری اطلاع کے مطابق پاکستان کے مرکزی شہر کراچی میں اس سے بڑا جنازہ آج تک نہیں ہوا۔جنازہ میں علماء کرام اور مشائخ عظام کی بہت بڑی تعداد شریک تھی۔

مسجد میں تدفین مکروہ ہے

مسلمانوں کو عام قبرستان میں دفن کرنا مسنون ہے،اس کے خلاف کسی خاص مقام میں دفن کرنا مکروہ ہے۔عالم اور بزرگ کو کسی مدرسہ یا مسجد یا اور کسی خاص مقام پر دفن کرنے کی وبا عام ہوگئی ہے۔حضرات فقہاءؒ نے اس پر خصوصیت سے نکیر فرمائی ہے۔

(احسن الفتاوی ص۲۰۵ ج۴)

حضرت کو مسجد خاتم النبیین (پوسٹ آفس کالونی گلشن اقبال) میں سپرد خاک کیا گیا۔ بہتر ہوتا کہ حضرتؒ کی تدفین دارالعلوم کورنگی یا کسی دوسرے عام قبرستان میں ہوتی کہ زندگی بھر سنت کی اتباع کرنے والے اور سنتوں کو پھیلانے والے حضرت مرحوم کی تدفین سنت کے مطابق ہوتی اور ایک مکروہ کا ارتکاب لازم نہ آتا۔موقع کی مناسبت سے حضرتؒ ہی کا ایک فتوی نقل کرنا نامناسب نہ ہوگا۔

''اکابر و مشائخ کو مساجد یا مدارس کے احاطہ میں دفن کرنے کو فقہاء کرامؒ نے مکروہ لکھا ہے''۔(آپ کے مسائل اور ان کا حل ص۱۱۹ ج۳)

حضرت کی حیات مبارکہ ایک نظر میں

نام:....... محمد یوسف لدھیانوی۔

والد ماجد:......الحاج چودھری اللہ بخش۔

ولادت:....... ۱۳۵۱ھ مطابق ۱۹۳۲ء (تقریبا)۔

موضع پیدائش:......عیسی پور ضلع لدھیانہ۔

ابتدائی تعلیم:......فارسی، مدرسہ محمودیہ اللہ والا لدھیانہ۔عربی مدرسہ انوریہ لدھیانہ۔

متوسط تعلیم:.......مدرسہ قاسم العلوم فقیروالی بھاولنگر۔

فراغت و تکمیل:......جامعہ خیر المدارس ملتان ۱۳۷۲ھ تا ۱۳۷۵ھ۔

تدریس:......ماموں کانجن جامعہ رشیدیہ ساہیوال، جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

منصب :...... مرکزی نائب امیر عالم مجلس ختم نبوت ۔مہتمم جامعہ زکریا الخیریہ، و خانقاہ یوسفیہ۔

ادارت:......ماہنامہ بینات ۱۹۶۶ء تا روز شہادت۔

صحافت/و کالم نگاری:......روزنامہ جنگ ۱۹۷۸ء تا روز شہادت۔ ہفت روزہ ختم نبوت۔ ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ۔

حضرت کی گراں قدر تصانیف

حضرت نے سینکڑوں مضامین کے علاوہ چالیس سے زائد کتابیں اور رسائل تالیف فرمائے ذیل میں ان کی فہرست دی جاتی ہے۔

(۱)......تحفۂ قادیانیت، پانچ جلدیں۔

(۲)......اختلاف امت اور صراط مستقیم، دو جلدیں۔

(۳)......دنیا کی حقیقت، دو جلدیں۔

(۴)......آپ کے مسائل اور ان کا حل، ۱۰ جلدیں۔

(۵)......سیرت عمر بن عبد العزیز۔

(۶)......ترجمہ فرمان علی پر ایک نظر۔

(۷)......انکار حدیث کیوں۔

(۸)......انتباہ المؤمن۔

(۹)......عورت کی سربراہی۔

(۱۰)......کیا ذکری مسلمان ہیں؟۔

(۱۱)......تنقید اور حق تنقید۔ (آخری چھ رسائل کو ''رسائل یوسفی'' میں جمع کر دیا گیا ہے)

(۱۲)......شیعہ سنی اختلافات اور صراط مستقیم۔

(۱۳)......اصلاحی مواعظ، سات جلدوں میں شائع ہو چکی ہیں۔

(۱۴)......شخصیات و تأثرات، دو جلد۔

(۱۵)......اطیب النعم فی مدح سید العرب والعجم صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۶)......رجم کی شرعی حیثیت۔

(۱۷)......حسن یوسف۔

(۱۸)......خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۱۹)......عصر حاضر حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے آئینہ میں۔

(۲۰)......عہد نبوت کے ماہ وسال۔

(۲۱)......دور حاضر کے تجدد پسندوں کے افکار۔

(۲۲)......دعوت وتبلیغ کے چھ بنیادی اصول۔

(۲۳)......ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲۴)......قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا مہاجر مدنیؒ۔

(۲۵)......حجۃ الوداع وعمرات النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

(۲۶)......شہاب مبین لرجم الشیاطین۔

(۲۷)......آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمودات۔

(۲۸)......اطیب النعم۔

(۲۹)......ترجمۃ المعتمد فی المعتقد از علامہ تورپشتیؒ۔

(۳۰)......گمراہ کن عقائد ونظریات اور صراط مستقیم۔

....

نوٹ:......حضرت کے یہ حالات ماہنامہ ’’اذان بلال‘‘ آگرہ رجب ۱۴۲۱ھ مطابق اکتوبر ۲۰۰۰ء۔اور ماہنامہ ’’بینات‘‘ کراچی شہید نمبر شعبان تا ذیقعدہ ۱۴۱۲ھ مطابق دسمبر تا فروری ۲۰۰۰ و ۲۰۰۱ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

حضرت مولانا عاشق الٰہی البرنی مہاجر مدنی رحمہ اللہ

ولادت:......غالباً ۱۳۴۳ھ۔

وفات:......۱۲/رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ۔

مرغوب احمد لاجپوری

ناشر: جامعۃ القراءات، کفلیۃ

حضرت مولانا عاشق الٰہی بلند شہری ثم المدنی ہمارے اس دور قحط الرجال میں اسلاف کے صحیح جانشین اور اکابر امت کے حقیقی وارث تھے۔ مبارک مہینے میں بابرکت شہر میں ۱۲؍ رمضان المبارک ۱۴۲۲ھ کو اپنے حقیقی مولیٰ سے جا ملے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔

راقم الحروف نے دور طالب علمی میں ماہناموں ورسائل سے حضرتؒ کا نام نامی پڑھ رکھا تھا اور مہاجر مدنی ہونے کے ناتے عقیدت وعظمت دل میں بیٹھ گئی تھی، یہ تو وہم وگمان میں بھی نہ تھا حضرت کی زیارت وصحبت نصیب ہوگی، مگر حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل وکرم سے ۱۹۹۲ء میں پہلی مرتبہ حرمین شریفین کی حاضری کی سعادت نصیب فرمائی تو عزم مصمم تھا کہ ضرور ملاقات کروں گا، چنانچہ مدینہ منورہ حاضر ہوکر تراویح کے بعد ایک صاحب سے پوچھا کہ مجھے مولانا عاشق الٰہی صاحب مدظلہ کی ملاقات کرنی ہے، حضرت کہاں ہوں گے؟ انہوں نے کہا تیرے پیچھے جو بزرگ نوافل میں مشغول ہیں وہ حضرت ہی ہیں۔ راقم حضرت کے پیچھے انتظار میں بیٹھ گیا، نوافل ودعا سے فراغت پر حاضر ہوا، سلام دعا ومختصر ملاقات کے بعد حضرت تشریف لے گئے یہ پہلی زیارت تھی۔

حضرت کی سادگی سے طبیعت بہت زیادہ متاثر ہوئی، میرے ذہن میں جو نقشہ تھا وہ بالکلیہ مفقود نہ عصا نہ صدری نہ فاخرہ لباس نہ آگے پیچھے خدام کا ہجوم نہ اپنی شان وشوکت ایک طالب علم سے پہلی ملاقات میں بے تکلف دعا وسلام۔

اس کے بعد تقریباً ہر سال اللہ کی توفیق سے حضرت سے ملاقات کی سعادت نصیب ہوتی رہی۔ دولت کدہ پر حاضری ومعیت میں طعام کا بھی شرف حاصل ہوا۔ کثرت ملاقات پر حضرت کی عقیدت میں اضافہ ہی ہوتا رہا اور حضرت کی سادہ مزاجی، علم وعمل میں پختگی، تکلفات سے عاری زندگی، اسلاف کے طریقہ اور ان کے علوم پر تصلب جیسے

اوصاف سے آپ کی محبت وعظمت بڑھتی گئی۔

مختلف رسائل میں راقم کے مضامین شائع ہوتے رہے اس نسبت پر حضرت سے تعارف بھی ہوگیا تھا۔ایک صاحب برطانیہ آئے اور مجھے ملے تو کہنے لگے کہ حضرت نے تجھے سلام فرمایا ہے اور یہ پیغام دیا ہے کہ میں تیرے مضامین پڑھتا ہوں اور تیرے لئے دعا کرتا ہوں (آہ: آپ کی وفات سے بلد رسول ﷺ میں مقیم ایک بزرگ کی دعا سے راقم محروم ہوگیا) پھر میں جب حاضر ہوا نام پوچھا، بتلانے پر بڑے خوش ہوئے (غالبا) معانقہ فرمایا اپنے ساتھ کار میں بٹھا کر مکان لے گئے، کھانا کھلایا کچھ نصیحتیں کیں (جن میں فرمایا کہ ہر کام میں اپنا معاملہ فیما بینہ و بین اللہ صحیح رکھو، اخلاص کا اہتمام کرتے رہنا، مولانا امین صفدر اوکاڑویؒ کے رسائل اور تجلیات کا ضرور مطالعہ کرنا، انہوں نے بڑے کام کی باتیں جمع کردی ہیں) اور دعائیں دیں۔

میں نے بھی اس بات کا اہتمام رکھا کہ مدینہ منورہ کے قیام میں بعد عشا اکثر حضرت کے پاس چلا جاتا پندرہ بیس منٹ جب تک حضرت کی گاڑی نہ آجاتی ساتھ بیٹھ کر آپ کے ملفوظات سے استفادہ کرتا۔

اوصاف وکمالات

حضرت بہت وسیع المطالعہ عالم تھے۔علم مستحضر تھا۔ درس وتدریس کا مشغلہ فراغت کے فورا بعد شروع ہوگیا تھا۔ایک مرتبہ سلسلہ گفتگو میں فرمایا کہ: بیس سال کی عمر میں فارغ ہوکر اپنے وطن گیا اور دوسرے ہی دن سبق بھی پڑھانا شروع کردیا۔ ہر سائل کو تشفی بخش جواب دیتے۔علماء ہندو پاک بھی اکثر بعد عشا مسائل لے کر حاضر ہوتے۔حضرت کی مجلس سے مفارقت پر گھنٹوں مجلس کا اثر دل پر رہتا۔

اکثر مجلس میں ہشاش بشاش رہتے۔ایک مجلس میں بہار کے شاعر مولانا ولی اللہ صدیقی صاحب نے اپنی نظم کا یہ مطلع سنایا۔

جب سے میرا مدینہ وطن ہوگیا　　جذبۂ دل مرا موجزن ہوگیا
مجھ میں بیدار ذوقِ سخن ہوگیا　　بلبل نطق بھی نغمہ زن ہوگیا

آپ نے برجستہ فرمایا: ’’بلبل‘‘ کو بہار لے جاکر مذکر بنادیا، اس پر اہل مجلس بے ساختہ ہنس پڑے۔

غلطی پر اصلاح فرماتے ،مگر فوراً غلطی کو معاف بھی فرما دیتے۔ایک صاحب کسی مہمان کو لے کر بے وقت ملاقات کے لئے پہنچ گئے اور ضرورت سے زیادہ دستک دی، اس پر ناراض ہوکر فرمایا: مولوی صاحب! آپ کو استیذان کے آداب بھی معلوم نہیں؟ لیکن تھوڑی دیر بعد ناراضگی کو شفقت وعنایت میں بدل دیا۔

تقوی اور احتیاط کا یہ عالم کہ ایک صاحب کو فوٹو کاپی کے لئے کچھ کاغذات دیئے، واپسی پر پوچھا کتنے پیسے ہوئے؟ کہنے لگے میں نے اپنے دفتر سے کرالئے ہیں، فرمایا: یہ مجھے نہیں چاہئے۔ راوی کا بیان ہے کہ حضرت کے اس عمل سے اپنی ذات کے لئے بھی دفتری کاغذات کا استعمال کرنا ناممکن ہوگیا۔

حتی الامکان ہجری تاریخ لکھنے اور بولنے کا اہتمام فرماتے۔علماء سے سن فراغت معلوم کرتے ،اگر عیسوی سن بتلاتے تو تنبیہ فرماتے اور ہجرت نبوی ﷺ کے اعتبار سے تاریخ بتانے کا اہتمام کرنے کی ترغیب دیتے۔

حرمین میں تراویح کے بعد وتر فقہ حنفی مسلک کے مطابق نہیں ہوتی ،اس پر سائل استفتاء کرتا کہ اکیلے پڑھوں یا جماعت کے ساتھ؟ تو فرماتے جماعت کے ساتھ پڑھ لیں،

حضرت ابن عمرؓ اسی طرح پڑھتے تھے۔فرماتے وتروں کی نماز کا طریقہ احادیث میں مختلف طریقے سے وارد ہوا ہے۔

فقہ سے اللہ تعالیٰ نے خاص مناسبت عطا فرمائی تھی۔ ہزاروں فتاویٰ تحریر فرمائیں۔ صرف دارالعلوم کراچی کے رجسٹروں میں جو فتاویٰ محفوظ ہیں' ان کی تعداد ۲۳۲۴/ ہیں۔ مصدقہ فتاویٰ کی تعداد علیحدہ ہیں۔اللہ کرے کہ حضرت کے فتاویٰ جلد از جلد طبع ہوکر امت کے ہاتھوں تک پہنچ جائے۔انشاءاللہ اس قیمتی ذخیرہ سے عوام وخواص مستفید ہوں گے۔

کسی صاحب نے عقیقہ کی دعوت میں مدعو کیا، حاضر ہوئے بعد میں پتہ چلا کہ لڑکی والوں کی طرف سے شادی کی بھی دعوت ہے،تو فرمایا: چلو بھائی! ہم تو آ گئے،اب تم لوگ نیت میں گڑبڑ نہ کرو۔ نیز فرمایا کہ: لڑکی والوں کی طرف سے دعوت خلاف سنت ہے،اسی لئے اس میں' میں نے جانا چھوڑ دیا ہے۔

حضرت کے اوصاف میں ایک خاص صفت ''زہد عن الدنیا'' تھی۔خود فرمایا کرتے تھے: الحمدللہ! دنیا میں میرا کوئی گھر نہیں۔زندگی میں کبھی اکاؤنٹ کھولنے کی نوبت ہی نہیں آئی۔

حضرت کو علم حدیث وفقہ سے خصوصی شغف تھا،اکثر مجلس میں حدیث کی کتابوں کے حوالہ کے ساتھ تفصیلی روشنی ڈالتے،فقہی سوالات پر کتب فقہ کی عبارات سناتے۔مسائل حج کے تو گویا حافظ تھے،بلا مبالغہ سینکڑوں حجاج آپ سے رہنمائی حاصل کرتے۔

راقم نے ایک مرتبہ پوچھا ایک عورت تمتع کی نیت سے مکہ معظّمہ آئی اور عمرہ سے فارغ ہوکر مدینہ پہنچی اب دوبارہ عمرہ کا احرام باندھا ابھی مکہ معظّمہ پہنچنے سے پہلے حائضہ ہوگئی اور حج کے ایام قریب ہے تو کیا کرے؟

فرمایا عمرہ کا احرام باقی رکھنے کی وجہ سے حج فوت ہونے کا اندیشہ ہو کہ ایام حج قریب ہے تو اس کو چاہئے کہ عمرہ کا احرام فسخ کردے یعنی محظورات احرام میں سے کوئی کام کر لے، مثلاً کنگھی کر لے یا تھوڑے سے بال کاٹ دے یا خوشبو لگا لے، پھر حج کا احرام باندھ کر حج کے افعال پورے کرے اور حج سے فارغ ہو کر عمرہ کی قضا کرے اور عمرہ کے احرام کو فسخ کرنے کی وجہ سے ایک دم بھی دے۔

ایک مجلس میں میں نے سوال کیا کہ فقہاء نے لکھا ہے کہ حالت طواف میں بیت اللہ کو دیکھنا مکروہ تحریمی ہے، اہل حدیث حضرات اس پر حدیث کا مطالبہ کرتے ہیں، فرمایا ان سے کہہ دو ہم مقلد ہے دلیل کا مطالبہ ہمارا وظیفہ نہیں۔ پھر فرمایا: آج کل غیر مقلدوں کا یہ طریقہ ہو گیا ہے کہ کوئی جزئیہ لے کر ہمیں مشغول کر دیتے ہیں اور ہم دفاعی انداز میں اس کے لئے حدیث کا تتبع شروع کر دیتے ہیں حالانکہ ہر جزئیہ کے لئے حدیث نہیں ہوا کرتی۔

پھر اس موضوع پر تفصیل سے روشنی ڈالتے رہے، دوران گفتگو فرمایا: ان کے یہاں فاتحہ ہر رکعت میں مقتدی کے لئے فرض ہے، ان سے پوچھو حدیث میں ہے جس نے رکوع پالیا اس نے رکعت پالی تو جو شخص رکوع میں شامل ہوا اس نے فاتحہ کب پڑھی اس کی رکعت ہوئی یا نہیں؟

منیٰ کو مکہ مکرمہ میں داخل ہونے کی بات سنی تو میں نے پوچھا حضرت کیا یہ صحیح ہے کہ حکومت نے منیٰ کو مکہ میں داخل کر لیا ہے؟ فرمایا: منیٰ، مزدلفہ، عرفات، مسعی کی حدود وحی سے متعین ہے کسی کو اس میں تغیر کا حق نہیں۔ میں نے برطانیہ آ کر بعض اہل علم کے سامنے یہ بات کی تو احباب کا تقاضہ ہوا کہ یہ بات تحریراً بھی حاصل کر لینا چاہئے چونکہ ''ندائے شاہی'' کے حج نمبر میں یہ مسئلہ آ گیا ہے، چنانچہ میں نے حضرت کی خدمت میں عریضہ لکھا، حضرت

نے اس کا تحریری جواب عنایت فرمایا، راقم کا استفتاء اور حضرت کا جواب درج ذیل ہے۔

از: ڈیوزبری مرغوب احمد لاجپوری

محترم المقام حضرت مولانا مفتی عاشق الٰہی صاحب دامت برکاتہم۔

السلام علیکم و رحمۃاللہ وبرکاتہ

امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

بحمداللہ خیریت سے ہوں اور حضرت کی خیر و عافیت کا طالب ہوں۔

غرض تحریر اینکہ ماہنامہ ''ندائے شاہی'' نے حج نمبر میں حج کے متعلق بعض نئے فتاوی شائع کئے ہیں، جن کی فوٹو کاپی ارسال خدمت ہے۔ حضرت کے نزدیک یہ جوابات صحیح ہوں تو تصدیق فرمادیں۔

بصورت دیگر آپ کے نزدیک جو جوابات صحیح ہوں وہ تحریر فرمادیں، اگر مرسلہ فتاوی صحیح ہیں اور منی مکہ مکرمہ میں شامل ہے تو دو مسئلہ کی مزید تحقیق مطلوب ہے:

(۱)...... تیرہویں کی صبح صادق منی میں ہو جائے تو تیرہویں کی رمی واجب ہے، اب جبکہ منی مکہ مکرمہ میں شامل ہے، تو تیرہویں کی رمی کا مسئلہ کیا ہوگا؟ اگر تیرہویں کی صبح صادق منی میں ہو جائے تو منی اور مکہ مکرمہ ایک شہر ہونے کی وجہ سے رمی کا وجوب رہے گا؟

(۲)...... منی میں قیام سنت ہے، اب منی اور مکہ مکرمہ ایک ہونے کی وجہ سے کوئی شخص بجائے منی جانے کے مکہ مکرمہ ہی میں قیام کر کے وہی سے عرفات ومزدلفہ ہوآئے تو تارک سنت کہلائے گا یا نہیں؟ فقط والسلام، طالب دعا

مرغوب احمد لاجپوری

۲؍ربیع الثانی ۱۴۲۲ھ مطابق ۲۴؍جون ۲۰۰۱ء، بروز اتوار

محمد عاشق الٰہی البرنی عفی عنہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترمی مولانا مرغوب احمد صاحب دام مجدہم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ

انشاءاللہ تعالیٰ مزاج بخیر ہوگا۔ آپ کا عنایت نامہ موصول ہوا جس میں ''ندائے شاہی'' کے خصوصی شمارہ کے بعض نئے مسائل سے متعلق اوراق بھی تھے، اس کا جواب ارسال ہے، میرے ذہن میں جو باتیں آئیں وہ تحریر کردی ہیں، واللہ تعالی اعلم و علمہ اتم واکمل، فقط والسلام۔

محمد عاشق الٰہی بلندشہری عفااللہ عنہ

۱۷ر جمادی الاول ۱۴۲۲ھ

نوٹ:......ان جوابات کو سمجھنے کے لئے ماہنامہ ''ندائے شاہی'' کا حج وزیارت نمبر بابت جنوری وفروری ۲۰۰۱ء ص ۱۷۲ سے ص ۱۷۶، ملاحظہ فرمائیں۔

بابت قربانی

الجواب حامدا و مصلیا

(۱)......دور حاضر میں پہلی کوشش تو یہ ہونی چاہئے کہ حج افراد کریں، خصوصا جب کہ شوافع کے نزدیک افراد ہی افضل ہے، اگر کسی نے تمتع اور قران کرلیا اور ذبح اور رمی اور حلق میں ترتیب قائم نہ رکھ سکا تو صاحبین کے مذہب میں گنجائش تو ہے، بشرطیکہ ۱۲ر ذی الحجہ کے اندر قربانی ہوجائے۔

مختلف افراد وادارے قربانی کے پیسے تو لے لیتے ہیں، لیکن ایسی خبریں سننے میں آئیں

ہیں کہ بارہ تاریخ کے اندر (قربانی) کرنے کا اہتمام نہیں کرتے، بلکہ بعض واقعات ایسے بھی سنے ہیں کہ جو مال آسٹریلیا سے منگایا تھا وہ کم پڑ گیا اور حجاج کی قربانیاں رہ گئیں، جب مال منگایا گیا تو نہ صرف یہ کہ ذی الحجہ کی بارہ تاریخ گذر چکی تھی ماہ ذی الحجہ بھی گذر چکا تھا۔ مجزرہ تک پہونچنے میں مشکلات تو ہیں لیکن اپنی قربانی کی ادائیگی کے لئے فکرمند ہونا لازم ہے، پھر جب ترتیب ساقط ہوگئی تو پہلے ہی دن قربانی کرنا کیا ضروری ہے، گیارہ بارہ تاریخ میں رات میں یا دن میں قربانی ہوسکتی ہے، مفتی حضرات ڈھیل دے کر اپنے گلے میں طوق نہ ڈالیں، صرف یہ لکھ سکتے ہیں کہ بارہ تاریخ کے اندر اگر جانور ذبح ہونے کا یقین ہو گیا تو عہدۂ ماوجب سے نکل گئے، آگے حاجی جانے اور وہ جانے جس نے پیسے لئے ہیں۔

منیٰ سے متعلق مسائل

(۲)......منیٰ مکہ معظّمہ میں داخل ہوجانا اس سے احکام حج میں فرق نہیں آئے گا، جو احکام منیٰ سے متعلق ہے وہ بحیثیت مقام مخصوص ومکانِ مخصوص جاری رہیں گے۔ مکہ کا محلّہ بن جانے سے اس میں کوئی فرق نہیں پڑا۔ ایام رمی میں بدستور منیٰ میں رہنا سنت ہے اور بارہویں تاریخ کو حدود منیٰ سے نکلنا حسب سابق مکروہ ہوگا، اور تیرہویں رات منیٰ میں گذر جائے یعنی منیٰ میں رہتے ہوئے صبح صادق طلوع ہوگئی تو تیرہویں کی رمی واجب ہوجائے گی۔ ان چیزوں کا تعلق حدود منیٰ سے ہے، مکہ کا جز ہونے نہ ہونے سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔

رہا امور اربعہ رمی، ذبح، حلق، طواف، ان میں جن ائمہ کے نزدیک ترتیب جن شرائط و تفصیلات کے ساتھ واجب ہے وہ اپنی جگہ پر قائم ہے۔

(۳)......رہی بات قصر کی تو صرف ایک صورت میں اس کا سوال وارد ہوتا ہے اور وہ یہ کہ کوئی شخص مسافر ہے اور مسافت قصر طے کر کے آیا ہے مکہ معظّمہ اور منیٰ دونوں جگہ میں پندرہ

دن رہنے کی نیت کرلے تو اگر منیٰ مکہ معظّمہ سے علیحدہ بستی مانی جائے تو مسافر ہی رہے گا قصر ہی پڑھے گا، اگر منیٰ کو مکہ معظّمہ کا حصہ مان لیا جائے تو مکہ معظّمہ میں پندرہ دن رہنے کی نیت سے مقیم ہوجائے گا اور شک کو مٹانے کے لئے دو رکعت کی جگہ چار رکعت پڑھ لے تب بھی نماز ہوجائے گی، البتہ حنفیہ کے یہاں یہ شرط ہے کہ قعدۂ اولیٰ عمداً یا سہواً ترک نہ کیا ہو۔

(۴)......البتہ علماء سابقین کی رائے کی جتنی رعایت ہوجائے بہتر ہے۔ حج بدل کرنے والوں کی تعداد زیادہ تو ہوتی نہیں ہے یہ لوگ پہلے سے کوشش کریں اور آخری جہازوں سے سیٹ بک کرائیں اور حج کا احرام باندھیں تاکہ ان کا حج میقاتی ہوجائے، آخری جہازوں سے آنے والوں کو منتظمین پہلے مکہ معظّمہ ہی لے جاتے ہیں۔

نوٹ:......منیٰ کی آبادی مکہ مکرمہ سے متصل ہوگئی یا مکہ معظّمہ کا ہسپتال منیٰ میں بن گیا یا اور کوئی چیز بحیثیت انتظام منیٰ میں شروع کردی گئی تو اس سے منیٰ مکہ معظّمہ میں شامل ہوجائے تو یہ کوئی دلیل اس بات کی نہیں کہ شرعاً منیٰ مکہ مکرمہ کا حصہ بن جائے۔ رابطہ کا دفتر منیٰ میں ہوجانا یہ مکہ معظّمہ کا جز ہونے کی دلیل نہیں ہے، اگر حکومت سعودیہ منیٰ کو مکہ معظّمہ کا محلّہ تسلیم کرلے تو صرف قصر و اتمام کے مسئلہ میں فرق آسکتا ہے، جو امور منیٰ سے متعلق ہیں وہ بہر حال منیٰ سے ہی متعلق رہیں گے۔

منیٰ اگرچہ مکہ معظّمہ کا محلّہ بن جائے پھر بھی وہاں یوم الترویہ گذارنا، پانچ نمازیں منیٰ میں پڑھنا، نویں کو منیٰ سے روانہ ہونا سنت رہے گا۔

منیٰ اور مکہ اور اقامت ۱۵/یوم ''عالمگیری'' ''باب صلوۃ المسافر'' بھی دیکھ لیں۔

منیٰ میں نماز جمعہ

(۵)......رہا منیٰ میں نماز جمعہ پڑھنے کا مسئلہ تو اس کا تعلق بھی منیٰ کے مکہ معظّمہ ہونے سے

نہیں ہے، منی مستقل آبادی ہے اس پر ''مصر'' کی تعریف صادق آتی ہے، لہٰذا منی کے ساکنین پر اور شرعی مقیمین پر یہاں جمعہ پڑھنا واجب ہے، رہا مسافر تو اسے بھی جمعہ میں شریک ہونا جائز ہے۔

مزدلفہ

(۶)......اگر چہ حکومت سعودیہ نے مزدلفہ میں خیمے بنا دیئے ہیں، لیکن حدود منی ہی میں رات گذارنا سنت ہے، جہاں تک ممکن ہو اس کی حدود میں رہے۔ مزدلفہ میں دسویں تاریخ کو صبح صادق ہو جانے کے بعد تھوڑا سا وقوف واجب ہے (عند الحنفیہ)۔

مسئلہ طواف زیارت فی الحیض

(۷)......طواف زیارت حالت حیض میں کرنے سے بدنہ واجب ہوتا ہے، اگر کسی عورت نے حالت حیض میں طواف کرلیا تو اس پر بدنہ واجب ہو گیا، اگر پاک ہو کر بارہ تاریخ کے اندر اعادہ کرلیا تو بدنہ ساقط ہو جائے گا، بارہ کے بعد اعادہ کیا تو بدنہ ساقط ہو جائے گا، لیکن تاخیر کا دم واجب ہوگا۔ مفتی یہی کہہ سکتا ہے کہ اگر ایسا کرلیا تو طواف کے لئے واپس جانا فرض نہیں، لیکن وہ ایسا نہیں کہہ سکتا کہ بدنہ دینے کے زعم میں قصداً و ارادۃً ایسا کرے۔ واللہ تعالی اعلم بالصواب محمد عاشق الٰہی عفا اللہ عنہ

حق تعالی نے حضرت کو امت کا درد وغم عطا فرمایا تھا، ہر وقت امت کی اصلاح پیش نظر رہتی، تقریباً تمام گمراہ فرقوں کے نام کھلا خط لکھ کر ان پر اتمام حجت فرما دی، اور بحث ومباحثہ کے بجائے پوری ہمدردی اور خیر خواہی کو سامنے رکھ کر ان کو خطاب فرمایا۔ ایک مرتبہ راقم سے فرمایا کہ میں نے تمہارے برطانیہ کے شہزادے پرنس چارلس کو بھی خط لکھا اور اسے بھی اسلام کی پوری دعوت دی ہے، سنا ہے وہ اسلام کے بارے میں اچھا گمان رکھتا ہے۔

عوام کے لئے آسان اور عام فہم انداز میں بیشمار موضوعات پر اصلاحی مضامین تحریر فرمائے۔ اپنے تلامذہ اور ارباب مدارس میں جب کوتاہی دیکھتے تنبیہ فرماتے۔ رسائل میں جب کوئی نامناسب تحریر شائع ہوتی تو مدیر کے نام اس کی اصلاح کے لئے خط لکھتے، ایک مرتبہ ایک صاحب نے اپنا اداریہ اس طرح شروع کیا ''پنڈت ہری چند نے کہا'' اس پر ان کو لکھا:

''آپ کا اداریہ بسم اللہ سے شروع نہیں ہے بلکہ ایک کافر کے کلام سے شروع کیا ہے''۔

ایک گرامی نامہ میں مولانا......صاحب کو تحریر فرمایا (آپ کے رسالہ میں)

''حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اہلیہ پر ایک مضمون ہے، انہیں ''ہاجرہ'' بتایا ہے، جبکہ اس میں آخری ''ۃ'' غلط ہے، ان کا نام ''ھاجر'' ہے، کما ورد فی صحیح البخاری۔ یہ لفظ عجمی ہے اس لئے غیر منصرف ہے۔

اس سے پہلے جو پرچہ ملا تھا اس میں جوش ملیح آبادی کے کفر و اسلام پر بحث کی گئی تھی، ان باتوں کی کیا ضرورت ہے؟ حدیث شریف میں ہے ''فانهم قد افضوا الی ما قدموا'' پھر ''فهم فیه سواء'' کو درمیان میں لایا گیا ہے اور اس کا غلط ترجمہ کیا گیا ہے۔ روس تو ڈوب گیا اب کمیونزم کی دلیلیں کیوں دی جارہی ہیں، جس کا مبنی کفر تھا، ''واؤ'' تو حالیہ ہوتا تھا ''فا'' تو کبھی حالیہ نہیں ہوئی، پھر یہ منفی پر متفرع ہے کوئی جملہ مستانفہ نہیں ہے۔

حضرات صحابہ سے لے کر کمیونزم کے ظاہر ہونے تک کسی بھی امام مفتی اور مجتہد کو اس کا یہ مطلب معلوم نہ ہوا کہ سب کو مالیات میں برابر کر دیا جائے۔ غیر ذمہ دار اہل علم کے لئے یہ بھی فتنہ ہے کہ اہل کفر جب کوئی نئی چیز لے کر آتے ہیں تو یہ لوگ اس کو قرآن سے ثابت

کرنے لگتے ہیں۔ بہر حال نشر واشاعت میں پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے، ایک عالم کی بڑی ذمہ داری ہے خصوصا جب کہ مظاہری بھی ہو۔

گذشتہ شمارے میں ایک عورت کا مضمون تھا جس میں رسول اللہ ﷺ کو بانی اسلام بتایا تھا یہ بات غلط ہے، یہ کرسچن اور بدھشٹ قسم کا تصور ہے، والسلام۔ انتہی۔

امت کی اصلاح کے لئے بکثرت تصانیف لکھیں، جو الحمدللہ مقبول ومتداول ہیں، جن سے عوام وخواص فائدہ حاصل کرتے ہیں۔

تحریری خدمات کے ساتھ تبلیغی محنت میں بھی اپنے قیمتی اوقات لگائے، اور لوگوں کے گھر گھر جا کر ان تک دینی دعوت کو پہنچایا، چونکہ نوعمری ہی میں حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی صحبت میسر آگئی تھی جب کہ آپ مظاہر علوم میں پڑھتے تھے اور ابھی زیادہ سوجھ بوجھ بھی نہ تھی اسی وقت سے حضرت دہلوی کی خدمت میں تعطیلات میں حاضری دیا کرتے تھے، اور یہیں آپ نے حضرت کے پاس پہلی مرتبہ ''حصن حصین'' کا نسخہ دیکھا اور آپ کو اس سے ایک خاص قلبی تعلق پیدا ہو گیا تھا جو بعد میں جا کر شرح لکھنے کا ذریعہ بنا۔

حضرت دہلوی سے اس تعلق کی وجہ سے دعوت کے کام سے بھی محبت تھی، چنانچہ ۱۹۵۱ء میں حضرت مولانا محمد منظور نعمانیؒ کے ساتھ ایک تبلیغی سفر بھی فرمایا جب آپ دہلی میں مقیم تھے۔ قصبہ مگراہاٹ میں مغربی بنگال کا ایک اجتماع تھا، اس اجتماع میں شرکت کے لئے دہلی سے جماعت کے ہمراہ مگراہاٹ تشریف لے گئے، اجتماع کے بعد حضرت مولانا نعمانی کی جماعت میں آپ کی تشکیل ہوئی، یہ جماعت کلکتہ سے چلی اور بہار کے شہروں کا رخ کیا، بھاگلپور اتر کر تاتارپور کی مسجد میں ٹھہر گئے، کام ہوتا رہا، ایک دن محلہ مجاہد پور کی مسجد میں اجتماع طے ہوا، نماز کے بعد اعلان ہوا، آپ کا بیان ہوا، پھر مولانا نعمانیؒ کا بیان ہوا،

پتہ نہیں کیسے یہ بات پھیل گئی کہ یہ وہی منظور نعمانی ہے جو سخت دیوبندی ہیں اور بریلویوں سے مناظرے کرتے ہیں، الغرض حکمت سے یہ مناسب سمجھا کہ یہاں تشکیل مناسب نہیں اور بیان کے بعد یہ اعلان کردیا گیا کہ جسے کوئی بات سمجھنی ہو یا کوئی سوال کرنا ہوتو تاتارپور کی مسجد میں آجائے ہمارا قیام وہاں ہے۔آپ نے فرمایا: میں نے حضرت کے طرز عمل سے یہ سبق لیا کہ ہر جگہ ایک طریقہ مناسب نہیں، اس سفر کے بارے میں مولاناؒ نے لکھا کہ:

''حضرت مولانا (نعمانی) کے سفر میں ساتھ رہ کر یہ اندازہ ہوا کہ تحریر وتقریر سادہ انداز میں ہونی چاہئے جسے حاضرین اور مخاطبین سمجھ لیں۔(یہ کام مخلص ہی کرسکتا ہے جسے اپنی تالیف کا رعب جمانا مقصود نہ ہواور تقریر پر حاضرین سے تعریف کرانی نہ ہو)

اس زمانہ میں میں نے تبلیغی جماعت کے نمبروں پر ایک مختصر سا رسالہ لکھا تھا جو''چھ باتیں'' کے نام سے معروف ہے۔دہلی آکر میں نے اپنا یہ رسالہ حضرتؒ کی خدمت میں بھیجا کہ اس کی تسہیل فرمادیں،حضرت نے تھوڑی بہت ترمیم فرمائی اور لکھ دیا کہ: تمہارا رسالہ پہلے ہی سے آسان زبان میں ہے، اس میں اور کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔

میری باتوں سے متأثر ہوکر جو صرف باتیں ہی باتیں تھیں مولانا موصوف نے حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہ کے سامنے مجھے بڑے اچھے القاب میں یاد کیا، پھر حضرت شیخ صاحب سے بھی نہ رہا گیا انہوں نے مجھ سے ذکر فرمایا کہ: میاں دیکھو یہ تمہاری تعریف کر رہے تھے۔

میں تو جیسا ناکارہ تھا ویسا ہی ہوں،لیکن دونوں حضرات کے طرز عمل سے یہ سبق لیا کہ اپنے چھوٹوں کو آگے بڑھانا چاہئے، چھوٹوں کی ہمت افزائی کریں گے تو وہ آگے بڑھتے رہیں گے۔

عاشق الٰہی نام رکھنا

ایک صاحب نے آپ کے مضامین پڑھ کر ''عاشق الٰہی'' نام پر اعتراض کیا اور مولانا عبدالقیوم حقانی مدظلہ کے نام خط لکھا، مولانا نے اسے مدینہ منورہ بھیج دیا، حضرتؒ نے اس کا جواب تحریر فرمایا' اسے نقل کرنا مناسب سمجھتا ہوں تاکہ آئندہ کوئی اس نام پر اشکال کرے تو یہ گرامی نامہ کام آسکے۔

''آپ کا لفافہ موصول ہوا جس میں ''عاشق الٰہی'' نام پر کسی نے اعتراض کیا ہے، یہ اعتراض جہالت پر مبنی ہے اور معترض کا شبہ تو آپ کو معلوم ہی ہے۔ مولانا محمد عاشق الٰہی میرٹھی کے نام پر میرا نام رکھا گیا ہے، وہ مولانا گنگوہی کے متعلقین میں سے تھے اور مولانا خلیل احمد کے خلیفہ تھے۔ کسی نے اس نام پر اعتراض نہیں کیا۔ سائل نے لکھا ہے کہ مدینے میں عاشق الٰہی کہاں سے آگیا؟ میں پچیس سال سے مدینہ منورہ آیا ہوں، میرے شیخ استاذ مولانا محمد زکریا یہاں مقیم تھے، چھ سال ان کی خدمت میں آتا جاتا رہا، وہ مجھ سے کتابیں لکھواتے تھے' ان پر تقریظ لکھتے تھے انہوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا، سہارنپور میں ''بخاری شریف'' انہی سے پڑھی۔ کتاب وسنت میں کوئی ایسی تصریح نہیں کہ عاشق نام رکھنا منع ہے ''قاموس'' میں دیکھا جو لغت کی مشہور کتاب ہے اس میں عشق کا معنی'' شدة الحب '' لکھا ہے ﴿ والذین آمنوا اشد حبا لله ﴾ کی تعبیر ہے، صاحب قاموس نے یہ نہیں لکھا کہ یہ لفظ عورتوں کی محبت کے ساتھ مخصوص ہے۔ ہندوپاک کا محاورہ دوسری بات ہے کہ انہوں نے اسے مخصوص بحب النساء سمجھ لیا، عربی لغت ہندوستان کی پابند نہیں، اور میں نے اور میرے مشائخ نے بھی اردو والوں کی غلط باتوں کو وزن نہیں دیا، لہٰذا معترض کا اعتراض ساقط ہے۔ (ماہنامہ ''القاسم'' محرم ۱۴۲۲ھ، مطابق اپریل ۲۰۰۱ء)

آپ میں اصلاحی جذبہ بڑا غالب تھا، اوراسی لئے جس چیز کو قابل اعتراض سمجھتے اس کا اظہار فرمادیتے، بلکہ اس معاملہ میں ان میں قدرے شدت بھی دیکھی جسے عموما حکمت و موعظت کے خلاف سمجھا جاتا ہے، مگر مولانا فرماتے تھے کہ میرے نزدیک حکمت و موعظت حسنہ میں یہ بھی شامل ہے کہ ضرورت کے مطابق موقع دیکھ کر سختی بھی کی جائے، اورآپ اپنی اس بات پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے تطویل قرأت پر جس انداز سے متنبہ فرمایا تھا، اس سے استدلال فرماتے کہ صحابی کو اتنی غلطی پر ''فتـــــان'' فرمادیا۔

مولانا کی وفات علمی دنیا کے لئے ایک خسارہ ہے اور آج کے دور قحط الرجال میں عظیم حادثہ ہے۔ اللہ تعالی مرحوم کے ساتھ خصوصی رحم وکرم کا معاملہ فرمائیں اور امت کو ان کا نعم البدل مرحمت کریں، آمین۔

....

نوٹ:......حضرت کے یہ حالات ماہنامہ ''اذان بلال'' آگرہ، جولائی ۲۰۰۲ء۔ اور ماہنامہ ''البلاغ'' کراچی اشاعت خصوصی نمبر جمادی الاخری ررجب المرجب ۱۴۲۳ھ مطابق ستمبر ۲۰۰۲ء میں۔ اور حضرت کی سوانح بنام ''یادگار صالحین'' ص ۸۲۶ تا ۸۳۹ رمیں شائع ہو چکے ہیں۔